مکتوباتِ سید العلماء

یعنی

رأس الاذکیاء سید العلماء مولانا سید احمد حسن محدث امروہی رح

کے

نادر غیر مطبوعہ مکتوبات

بنام

ح الحافظ سید محمد عبدالغنی پھلاودی رح

مرتبہ

لانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی مرحوم

ناشر

ادارۂ اہتمام جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ ۲۱، ۲۲، ۲۴

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

میں کراچی سے ہندوستان عالمی حمد و مناجات سیمنار میں شرکت کی غرض سے آیا تھا جو رائے بریلی میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ کی سربراہی میں منعقد ہوا تھا۔

امروہہ آکر مجھے یہ معلوم ہوکر بہت خوشی ہوئی میرے دادا سید العلماء حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب محدث امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شائع ہو رہے ہیں ان مکتوبات کی اشاعت، کتابت اور طباعت کے سلسلے میں جن لوگوں نے تعاون کیا اللہ تعالیٰ انکو اسکا اجر عطا فرمائے (آمین)

خاص طور سے مولانا حافظ سید مشہود حسن صاحب استاذ حدیث مدرسہ امینیہ اسلامیہ عربیہ دہلی کہ موصوف نے بڑی دلچسپی، عقیدت اور دینی جذبے سے کام لیکر مکتوبات حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب محدث امروہوی رح کو منظر عام پر لانے کی سعی تمام فرمائی۔ فجزاہ اللہ جزاءً کثیراً۔

ڈاکٹر سید **وقار احمد** رضوی نبیرۂ حضرت محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ
استاد کراچی یونیورسٹی، پاکستان۔
۲۸ر اکتوبر ۱۹۹۰ء

محدث امروہوی رحمۃ اللہ علیہ

قیمت ۳۰/ روپے

۷۸۶

رأس الاذکیاء سید العلماء مولانا سید احمد حسن محدث امروہی رح

کے

نادر غیر مطبوعہ مکتوبات

بنام

مولانا الحاج الحافظ سید محمد عبدالغنی پھلاودی رح

مرتبہ

مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی مرحوم

ناشر

ادارہ اہتمام جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ ۲۱، ۴۲، ۴۴

فہرست

مطبوعہ: جے آر پرنٹرس سوئیوالان دہلی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرفِ آغاز

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

علمائے اُمّت اور مدارسِ دینیہ کے اساتذہ و اکابر کو درس و تدریس میں انہماک اور وعظ و تبلیغ کی مشغولیت کے ساتھ ساتھ علومِ اسلامی کی تشریح و توضیح اور اس سلسلے میں تصنیف و تالیف سے خصوصی طور پر دلچسپی رہی ہے۔ چنانچہ ان علماء کی سینکڑوں تصانیف اُن کے اسی علمی شغف کی مظہر ہیں۔ ان حضرات کے مواعظ و ملفوظات کے علاوہ مکاتیب بھی علمی جواہر پاروں سے معمور اور مسائلِ حاضرہ کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ مکتوب الیہ کے ذوق و معیار کے مطابق ان خطوط کی اہمیت مختلف و متمائز ہوتی جاتی ہے، اور کبھی کبھی ان خطوط سے اس مخصوص شخصیت کے متعلق بعض اہم اور نازک گوشے غیر شعوری طور پر منور ہو جاتے ہیں۔ اسلئے یہ نجی خطوط بھی اپنے اندر بڑی معنویت رکھتے ہیں۔

جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے بانی اور حضرت نانوتویؒ کے شاگردِ رشید و رفیقِ خاص سید العلماء حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ

ایک جامع کمالاتِ علمی وعملی شخصیت کے مالک تھے۔ کتاب ہٰذا کے پیش لفظ میں حضرت مولٰنا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی نے مختصر مگر نہایت جامع وبلیغ انداز میں حضرت مولانا امروہی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کراتے ہوئے اُن کے علمی کمالات پر بھی تبصرہ کیا ہے۔ مولانا مرحوم کے مکاتیب مختلف النوع موضوعات اور گوناگوں فکری میلانات کو اپنے جلو میں لئے ہوئے ہیں، انہی میں سے الحاج مولانا سید عبدالغنی پھلاودیؒ کے نام خطوط کی ایک وافر تعداد حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدیؒ نے مرتب کر کے شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ اس سلسلہ میں اُنھوں نے فارسی خطوط کا ترجمہ کیا اور تمام خطوط کو ترتیب دے کر اُن پر مناسب حواشی وتعلیقات کا اضافہ بھی فرمادیا۔ اراکین جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ نے بانیٔ درسگاہ کی اس یادگار کی اشاعت کو اپنے لئے باعثِ سعادت تصور کرتے ہوئے اس کا عزم کیا۔ اور کتابت کا کام شروع کرادیا گیا۔ جبکہ دوسری طرف اپنی علالت کے باوجود کتاب کے مرتب محترم حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدیؒ کتاب کے مقدمہ کو املا کراتے جارہے تھے، اسی اثنار میں کتابت کا کام مکمل ہوگیا، اور مقدمہ زیر تحریر ہی تھا کہ مقدمہ نگار نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ط

مرحوم اسلاف پر علمی کام کرنے والا خود یادگارِ سلف بن گیا۔ کیا معلوم تھا کہ یہ مہرِ تاباں عین اُس وقت غروب ہوگا جب وہ اپنے علمی منصب وشہرت کے نصف النہار پر ہوگا۔ اور اس تالیف کا اس کا خواب بھی شرمندۂ تعبیر نہ ہو پائیگا۔

حق تعالیٰ مرحوم کو اپنے اعلیٰ علیین میں نہایت پاکیزہ مقام پر متمکن فرمائے آمین !

مولانا فریدی مرحوم امروہہ کے ایک روشن خیال علمی خانوادہ کے چشم و چراغ، جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے طالب علم، دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل، زہد و تقویٰ کے پیکر، نہایت سادہ و شائستہ درویش منش انسان اور اُن تھک عمل کرنے والے شخص تھے۔ تقریباً تیس سال مدرسہ کی تدریسی خدمت انجام دی اور آخر وقت تک مدرسہ کے صدر مفتی رہے۔
ایک طرف مخلوق کا بے تحاشا رجوع اور دوسری طرف بصارتِ ظاہری ختم ہوجانے کے باوجود علمی و تصنیفی کاموں میں انہماک جس کے نتیجہ میں متعدد کتابوں کے مصنف و مؤلف و مرتب بنے۔ دعوت و تبلیغ میں مکمل شرکت و سرپرستی اور اسلاف کے دیار و آثار کی زیارت کے لئے پابندی سے سفر مرحوم کے معمولات میں شامل تھا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ نے خلافت و اجازت سے سرفراز فرمایا تھا۔ مدرسہ کی مجلس شوریٰ کے سرگرم، باعمل، صائب رائے معزز رکن تھے۔ مزاجاً کسی بھی کمزوری یا بددیانتی کو برداشت نہیں کرسکتے تھے اظہار رائے میں کسی مصلحت اندیشی یا تامل کو دخل نہ تھا۔

جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے مہتمم حضرت الحاج مولانا سید اعجاز حسنین مرحوم کے وصال کے بعد اس خاکسار کو مدرسہ کے اہتمام کا بارِ امانت سپرد کرنے کے سب سے بڑے محرک اور مؤثر ممبر مولانا فریدیؒ ہی تھے۔
میں اسلاف کی اس عظیم امانت کی ذمہ داری کو قبول کرنے کے لئے ہرگز تیار

نہیں تھا اور چھ ماہ تک بزرگوں، دوستوں اور ممبرانِ شوریٰ کے اصرار کے باوجود یہ مسئلہ تعویق میں رہا، لیکن جب مرحوم نے مجھے بار بار بُلا کر اس کے لئے مجبور کردیا تو عدم قبولیت کا میرے پاس چارہ نہ رہا تھا۔ اس کے بعد سے تو یہ حال ہوگیا تھا کہ اپنی علالت و مجبوریوں کے باوجود غریب خانہ پر تشریف لاتے اور کبھی یاد بھی فرماتے اور مسلسل مشورے دیتے رہتے۔ اور حق یہ ہے کہ انھوں نے دارالعلوم دیوبند کے دورِ طالب علمی سے لے کر مہتمم بننے تک، محبّت و دوستی کا حق ادا کردیا۔

اب یہ عالم ہے کہ جب کوئی مسئلہ سامنے آتا ہے اور نگاہیں اُن جیسے جری باہمّت شخص کو تلاش کرکے واپس آجاتی ہیں تو مرحوم کی یاد میں بجز دعا کے کچھ نہیں نکلتا۔ ایک عظیم انسان، ایک بہترین دوست، ایک مخلص و بیباک مشیر سے صرف احقر ہی محروم نہیں ہوگیا بلکہ مدرسہ کے وہ اساتذہ بھی جو اُن کے ساتھی یا شاگرد ہیں۔ اور شہر و اطراف کے اُن کے معتقدین سبھی کے لئے وہ ایک یادگار عالم بن کر رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی قبر کو نور سے منوّر فرماکر اُن کے درجات بلند فرمائے۔

آج جبکہ بانیٔ مدرسہ حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی رحؒ کی یہ تالیف شائع ہورہی ہے وہ ہم سے بہت دُور اور اپنے ممدوح کے نزدیک جاچکے ہیں، مدرسہ یہ کتاب شائع کرتے ہوئے خوشی محسوس کررہا ہے۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہٗ العالی نے اپنی بے پناہ

مصروفیت کے باوجود اس کتاب کے لئے پیش لفظ تحریر فرمایا جس نے بحیثیت مجموعی کتاب کی خصوصیت کو سند و اعتبار بخشا ہے۔ حضرت کی اس نوازش کے لئے شکریہ کے الفاظ قطعاً ناکافی ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے دارین عطا فرمائے اور موصوف کا سایہ تادیر قائم رکھے۔ آمین! مولانا فریدی مرحوم کے برادر زادے پروفیسر نثار احمد فاروقی نے جامع مکاتیب کے تحریر کردہ مقدمہ کو بہت مبسوط انداز میں مکمل فرمایا۔ یہاں اس امر کا اظہار بھی ضروری ہے کہ کتاب ہٰذا کی کتابت اور کاغذ کے تمام مصارف کا انتظام رفیق محترم الحاج مولانا سید مشہود حسن صاحب مدرس اعلیٰ مدرسہ امینیہ دہلی کی سعیٔ مسعود کے نتیجہ میں الحاج اسلام الدین صاحب قریشی قریش نگر دہلی اور الحاج سید مشاہد حسین صاحب محبوب بیڑی فیکٹری امروہہ نے فرمایا۔ جناب الحاج محمد یوسف قریشی نے برائے ایصالِ ثواب تمکین بیگم مرحومہ طباعت کی ذمہ داری قبول فرمائی — ان سبھی حضرات کے لئے دلی اظہارِ تشکر کے ساتھ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ان کی مساعیٔ جمیلہ کو قبول فرماکر اجرِ عظیم عطا فرمائے۔ آمین!

اُمید ہے اسلاف کی یادگار کے نمونے کے طور پر یہ کتاب اربابِ علم کی نگاہ میں وقیع و مقبول اور مرتب کی سعی مشکور ہوگی۔

حامد حسن غفرلہٗ
مہتمم جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

مکتوباتِ سید العلماء حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ

مرتبہ و مترجمہ

مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی امروہیؒ

از مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم
دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

اما بعد! حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب محدث امروہیؒ (م ۱۳۳۰ھ) اپنے عہد کے نامور علماء اور جلیل القدر اساتذہ و مدرسین، فقیہ و محدث، متکلم و مباحث، مقبول واعظ و مقرر اور جامع ظاہر و باطن اہل کمال میں سے تھے، وہ بانی دارالعلوم دیوبند، سرآمد روزگار و فخر دیار، ناشر علم دین حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے ممتاز ترین تلامذہ اور اس عہد کے کثیر التعداد اہل نظر کی نظر میں، ذہانت و استعدادِ علمی

اور اپنے اُستاد سے علمی و ذوقی مناسبت میں تفوق و امتیازِ خاص رکھتے تھے۔
"نُزْهَةُ الخواطر وبهجة المسامع والنواظر" (۱-۸) کے نامور مصنّف مولانا حکیم سید عبدالحی حسنیؒ جو اپنی مورخانہ احتیاط، جوہر شناسی اور مدح و تعریف میں جچے تُلے اور کم از کم الفاظ کے استعمال میں امتیازِ خاص رکھتے ہیں۔ اس کتاب کی آخری (آٹھویں) جلد میں مولانا کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔

"عالم جلیل و فقیہ کبیر مولانا احمد حسن اپنے وقت کے ممتاز علماء میں سے تھے، جو بیان و ایضاح کی قدرت و مہارت اور علم کلام میں تبحر میں امتیازِ خاص کے مالک تھے۔ اپنے معاصرین پر بہت سے علوم و فنون میں فوقیت لے گئے تھے۔ حُسنِ صورت و حسنِ سیرت کے مالک، شیریں گفتار، پُرکشش اخلاق و شمائل سے متصف، عمل کے میدان میں عالی ہمت اور صاحبِ عزیمت۔ درس و تدریس اور افادۂ خلائق میں ہمہ تن مصروف۔ میں نے امروہہ میں کئی بار آپ کی زیارت کا شرف حاصل کیا[۱]"

مولانا امروہیؒ کی علمی یادگاریں تو صاحبِ نظر اور ذی استعداد اہلِ علم کے استفادہ کی ہیں، اور اُن کی بھی بیکسر نافص علم میں زیادہ اشاعت کی نوبت نہیں آئی۔ لیکن اُن کے مکاتیب کا جو اُنھوں نے اپنے بعض معاصرین اور تلامذہ کو لکھے ایک بڑا ذخیرہ ہے جس سے اُردو خواں حضرات بھی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، اور اُن میں

---

[۱] نزہتہ الخواطر جلد ۸

اس عہد کے ایک مورخ اور اہلِ کمال اور داعیوں اور مربیوں کی نفسیات سے واقفیت کا شوق رکھنے والے اہلِ قلم و مصنفین اور اجمال و اشارات سے تفصیلات و نتائج اخذ کرنے والے باحثین کو وہ مفید مواد معلومات مل سکتے ہیں جو کسی ایک موضوع پر لکھی جانے والی بھاری بھرکم علمی کتاب میں ملنے مشکل ہیں اسلئے کہ (جیسا کہ ناقدینِ ادب کو معلوم ہے) ذاتی خطوط خلوت کی عکاسی کرتے ہیں، اور لکھنے والا ان آداب و رسمیات سے بے نیاز ہو کر جو ایک تصنیف کے لئے ضروری ہیں، اپنے احساسات و تاثرات خطوط میں منتقل کر دیتا ہے۔ اسلئے مشاہیر اہلِ کمال اور بہت سی عہد آفریں شخصیتوں کے اُن خطوط کو جو اُنھوں نے اپنے اعزّہ، مخصوص تلامذہ اور احبابِ خاص کو لکھے ہیں بڑی اہمیت دی گئی ہے اور اُن سے بعض ایسے حقائق و اسرار کا علم ہوا ہے جن کا طویل صحبت اور خصوصی قربت کے بغیر علم نہیں ہو سکتا تھا۔ ان میں ادبا، انشاپردازوں کے وہ خطوط شامل نہیں ہیں جن میں تکلّف سے کام لیا گیا ہے اور سجع و قوافی کی پابندی کے ساتھ اپنا حسنِ انشار اور زورِ قلم دکھایا گیا ہے اور ہر زبان میں اس کا وافر ذخیرہ ملتا ہے۔ اس کے بجائے اُن نجی خطوط کو اہمیت دی گئی ہے جو کسی صاحبِ علم و باکمال شخصیت نے اپنے والدین، اولاد، قریبی رشتہ داروں، بے تکلف احباب یا عزیز شاگردوں کو لکھے ہیں، خاص طور پر جبکہ ان کو اس کا کوئی اندیشہ تھا نہ خواہش کہ وہ طبع و شائع ہو کر ہر کس و ناکس کے

ہاتھ میں پہونچیں گے، اسلئے ان میں بعض اوقات اپنا دل نکال کر رکھ دیا گیا ہے اور محسوس ہوتا ہے کہ لکھنے والا خلوت میں بیٹھا ہوا ہے اور اپنے دوست یا عزیز سے باتیں کر رہا ہے۔

پیشِ نظر کتاب۔ حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے اُن مکاتیب کا مجموعہ ہے جو اُنھوں نے فارسی زبان میں اپنے ایک عزیز و معتمد شاگرد حاجی حافظ مولوی سید عبدالغنی صاحب کے نام مختلف اوقات میں لکھے ہیں۔ اس مجموعہ میں ایک سو اکیاون (۱۵۱) مکاتیب شامل ہیں۔ مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی مرحوم نے (جو حال ہی میں اُس عالم میں پہونچ گئے ہیں جہاں کاتب و مکتوب الیہ دونوں پہلے سے رونق افروز ہیں) ان خطوط کو مکتوب الیہ کے یہاں سے حاصل کیا، ان کا اُردو میں ترجمہ کیا اور جا بجا تشریحی نوٹس بڑھائے اور اُن شخصیتوں کا تعارف یا اُن اشارات کی توضیح فرمائی جو اُن مکاتیب میں اجمالاً یا اشارۃً آئے تھے، مولانا مرحوم کو حضرت مجدد الف ثانی اور اُن کے اخلاف، سلسلۂ ولی اللہی اور اس کے اساطین، بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور اُن کے تلامذہ و منتسبین، حضرت نانوتویؒ اور حضرت گنگوہیؒ کے مسلک و دبستانِ فکر سے دلچسپی و دلبستگی نہیں، محبت و عشق کا تعلق تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت خواجہ محمد معصوم کے مکاتیب کا مجموعہ (جو ابھی غیر مطبوعہ ہے) حضرت شاہ ولی اللہؒ پر عالمانہ مضمون جو ماہانہ

"الفرقان" کے شاہ ولی اللہ نمبر میں شائع ہوا ہے، اور متعدد چیزیں شائع ہوگئی ہیں، جن سے ان کے اس پورے سلسلۂ طلائی سے وابستگی اور تعلقِ خاطر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس سلسلہ کی کسی چیز کو دیکھ کر ان کا وہی حال ہوتا ہے جو فارسی کے ایک شاعر نے ایک مصرعہ میں بیان کیا ہے ع

اے گُل بتو خورسندم تو بوئے کسے داری

حضرت مولانا احمد حسن صاحبؒ کے یہ مکاتیب جو ایک ہی عزیز مکتوب الیہ (مولانا حافظ حاجی محمد عبد الغنی صاحب) کے نام ہیں، عام طور پر نجی نوعیت کے ہیں، جن میں اُن سے تعلقِ خاطر کا اظہار، افرادِ خاندان کی علالتوں کی اطلاع، موسم کا حال، ملاقات کا اشتیاق، سفروں کی روئیداد، رُویتِ ہلال اور اُس پر شہادت وغیرہ کا ذکر عام طور پر پایا جاتا ہے لیکن اس کے ساتھ کچھ ایسے اشارات بھی ملتے ہیں جن سے اس عہد کی علمی و دینی تاریخ، معاصرین اور اداروں کے باہمی تعلق، اُن کے اختلافات، اور بعض اہم شخصیتوں کی تاریخ وفات اور اُن کے بارے میں مکتوب نویس کے تاثرات پر روشنی پڑتی ہے۔

مثال کے طور پر مدرسہ دیوبند کے اس اختلاف کا کئی جگہ ذکر ہے جو مقامی ارکان اور اہلِ شہر اور حضرت گنگوہیؒ کے وابستگان اور ذمہ داران مدرسہ کے درمیان پیدا ہوگیا تھا، امروہہ میں شیعہ سنی کے تنازعہ اور اہلِ سنت اور قادیانیوں کے مناظرہ اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی آمد اور اُن کا تذکرہ آتا ہے۔ مدارسِ عربیہ کی فکر اور اُن کی

مالی پریشانیوں پر تعلقِ خاطر کا اظہار ہوتا ہے، مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی کی وفات پر تاریخ، نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین خاں کا ذکرِ خیر، مولانا قاری محمد طیب صاحب کی ولادت، اہلِ ندوہ کی امروہہ آمد اور مولانا سے ملاقات کا اچھے انداز میں ذکر، آسٹریا سے انگریزی میں ایک مکتوب کا آنا، جس میں توحید و رسالت کو بہ دلائلِ عقلیہ ثابت کرنے کی فرمائش کی گئی تھی، مولانا کا جواب لکھنا اور حضرت گنگوہیؒ کا بہ تفصیل سُننا اور پسند کرنا حضرت توکل شاہ صاحب کی وفات کی تاریخ، اور سب سے اہم خلافتِ عثمانیہ سے تعلق کا اظہار، اور بہ تقریب فتوحاتِ سلطانی مولانا کا استنبول خلیفہ کو مبارکباد کا تار بھیجنا، ایسے اشارات اور واقعات ہیں جن سے ایک مؤرخ اور سوانح نگار اہم نتائج اخذ کرسکتا ہے اور اس کو اس عہد کی دینی و تعلیمی تاریخ کے مرتب کرنے میں مفید اشارات مل سکتے ہیں۔

اِن خصوصیات کی بنا پر ان مکتوبات کی اشاعت کسی طرح بے موقعہ اور خالی از فائدہ نہیں سمجھی جاسکتی، اور اس سے تاریخ کا سنجیدہ اور گہرا ذوق رکھنے والے اور اقبال کے اس مصرعہ پر عمل کرنے والے کہ ؏

تو خود حدیثِ مفصل بخواں ازیں مجمل

قیمتی فائدہ اُٹھا سکتے ہیں، اسلئے اس کے ناشرین شکریہ و مبارکباد کے مستحق ہیں، اور یہ مجموعہ صرف سید العلماء حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب محدث امروہیؒ کی یادگار نہیں، مولانا مفتی نسیم احمد صاحب فریدی مرحوم

کی بھی ایک یادگار بن گیا ہے جنھوں نے حال ہی میں اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی اور اپنی زندگی کے آخری دور میں اپنی ساری معذوریوں کے باوجود جن میں سب سے اہم بصارت کا فقدان تھا، یہ مجموعہ مرتب فرمایا اور خود ہی فارسی سے اُردو میں ترجمہ کی زحمت گوارا کی۔ غفر اللہ لہٗ ورفع درجاتہ

ابوالحسن علی ندوی
(نزیلِ حال) مدن پورہ بمبئی
۱۷ جمادی الثانیہ ۱۴۰۹ھ
۲۶ جنوری ۱۹۸۹ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مقدمہ

تمہید

یہ کتاب جس میں سید العلما حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہی علیہ الرحمۃ کے ۱۵۱ مکتوبات شامل ہیں حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی علیہ الرحمۃ کی آخری تالیف ہے، اُنھوں نے یہ نادر اور قابل قدر خطوط حضرت مولانا حافظ عبد الغنی پھلاودی کے ذخیرے سے حاصل کئے تھے، اُنھیں احتیاط سے نقل کرایا، ترتیب دیا، اُن پر حواشی لکھوائے اور اپنی زندگی ہی میں اُن کی کتابت اور اس کی تصحیح بھی کرادی تھی، صرف اس پر مقدمہ لکھنا باقی تھا کہ رمضان ۱۴۰۸ھ / ۱۹۸۸ء سے حضرت مولانا فریدی کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا۔ وہ بینائی سے تو معذور تھے ہی اب تاب و تواں نے بھی جواب دیدیا۔ آخر ۵ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ (۱۸ اکتوبر ۱۹۸۸ء) کو اُن کا انتقال ہوگیا اور وہ اس کتاب کو چھپا ہوا نہ دیکھ سکے۔

اُنھوں نے مرض الموت کے زمانے میں انتقال سے ۲۰ - ۲۵ دن قبل اس کا مقدمہ املا کرانا شروع کیا تھا جسے اُن کے شاگرد و رفیق مولوی محب الحق ،

نے قلم بند کیا تھا لیکن وہ بھی ادھورا رہ گیا۔ اب اس کی تکمیل خاکسار راقم الحروف نے کی ہے اور اس کے لئے خاکہ یوں بنایا گیا ہے کہ یہ مقدمہ چار حصوں پر مشتمل ہے ۔

حِصّۂ اوّل میں بطور تبرک حضرت مولانا فریدیؒ کا املا کرایا ہوا مقدمہ درج کیا جارہا ہے، یہ اُن کی لکھائی ہوئی آخری تحریر ہے اس لئے متن میں کوئی حک و اضافہ نہیں کیا گیا۔ اگر ضروری ہوا تو بعض امور کی وضاحت حاشیہ میں کردی گئی ہے ۔

حِصّہ دوم میں سید العلماء حضرت مولانا احمد حسن علیہ الرحمۃ کی پاکیزہ زندگی اور اُن کی علمی و دینی خدمات کے بارے میں اختصار کے ساتھ وہ ضروری باتیں لکھ دی گئی ہیں جو مولانا فریدیؒ کے املا کراتے ہوئے مقدمہ میں نہیں آسکی تھیں، مگر بعض تفصیلات اُن کے اس مفصل مضمون میں موجود ہیں جو ماہنامہ "دارالعلوم" دیوبند کے نو۹ شماروں میں (دسمبر ۱۹۵۳ء سے ستمبر ۱۹۵۴ء تک) شائع ہوا تھا ۔

حضرت محدّث امروہیؒ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ تصانیف کے تعارف کے، علاوہ تقریر، درس اور فتاویٰ کے مختصر نمونے بھی تبرکاً درج کردیئے ہیں، نیز جن اہم مناظروں میں حضرت محدّثؒ نے شرکت کی اُن کا مختصر حال لکھا گیا ہے۔ اسی حصّے میں ان خطوط کے مشمولات کا ایک تحلیلی جائزہ بھی شامل ہے ۔

حِصّہ سوم میں حضرت مولانا عبدالغنی پھلاودیؒ کا جتنا حال دریافت ہوسکا درج کردیا ہے اور ان خطوط کے متن سے جو ضروری سوانحی اشارے ملے ہیں اُن سے بھی مدد لی گئی ہے ۔

حِصّۂ چہارم میں اس کتاب کے مرتب حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی

علیہ الرحمۃ کے سوانحی حالات، سیرۃ و اخلاق، علمی کمالات اور دینی خدمات پر چند صفحات بطور یادگار لکھے گئے ہیں۔ یہ برادرِ عزیز انیس احمد فاروقی کے اس مضمون سے ماخوذ ہیں جو رسالہ الفرقان لکھنؤ کے شمارۂ خصوصی میں چھپا تھا جو حضرت مولانا فریدیؒ کی یاد میں ۱۹۸۹ء میں شائع ہوا ہے۔ مولوی محب الحق صاحب کے نوشتہ مضمون سے بھی اس میں مدد لی گئی ہے۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْم

خاکسار
نثار احمد فاروقی

۲۵ ربیع الثانی ۱۴۱۰ھ
شعبۂ عربی
دہلی یونیورسٹی، دہلی

مقدمہ مکتوباتِ سید العلماء

نوشتہ: حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی علیہ الرحمۃ

(۱)

اس کتاب کا مقدمہ یا دیباچہ میرے سوا اگر دوسرا مبصر با قلم کار لکھتا تو بہتر تھا۔ میں مولانا نعمانی اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی زید مجدہما کو اس کام کی تکلیف دیتا تو وہ شاید انکار نہ فرماتے، لیکن آنکھوں کی معذوری کی وجہ سے کام میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی اور یہ حضرات بھی اپنے دوسرے مشاغل میں مشغول اور مسلسل بعض عوارض میں مبتلا رہے، ایسی صورت میں مجھے شرم آئی کہ میں ان دونوں حضرات میں سے کسی سے پیش لفظ کی درخواست کروں، اب جبکہ کتاب کتابت کی منزل سے گذر کر طباعت کے درجہ میں آئی تو میں نے طے کیا کہ خود ہی اس کام کو انجام دوں۔

مکتوبات میں دو شخصیتیں ہر حیثیت سے قابلِ لحاظ ہوا کرتی ہیں، ایک کاتب دوسرے مکتوب الیہ۔ اس مجموعے کے کاتب حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہی ہیں اور مکتوب الیہ حضرت مولانا الحاج الحافظ سید عبد الغنی پھلاودی ہیں۔ ان دونوں

عظیم شخصیتوں کے حالات، چاہے وہ مختصر ہی ہوں، جمع کرنا کوئی آسان کام نہیں تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے سہولتیں مہیا فرمادیں۔ "تذکرۂ بدرِ چشت" مؤلفہ خورشید مصطفےٰ رضوی سے خاندانی اور ابتدائی حالات سے آگاہی ہوئی۔ مولانا پھلاودیؒ کے خاندانی حالات کے لئے مولانا حکیم سید عبد المغنی صاحب نے سید ابراہیم ذوقؔ ثانی پھلاودی کے مرتب کئے ہوئے شجرے، اور حضرت مولانا پھلاودیؒ کی ایک خاص بیاض دی جس سے بہت رہنمائی حاصل ہوئی۔

اب میں پہلے حضرت محدث امروہیؒ کے مختصر حالات لکھ رہا ہوں۔ اب سے (۳۴) سال پہلے حضرت کے حالاتِ زندگی (۹) قسطوں میں، ایک مقالے کی شکل میں لکھے تھے جو رسالہ "دارالعلوم" دیوبند میں شائع ہوئے تھے[1]۔ بعد کو اور بھی مواد ملتا رہا جو اتنا ہی اور ہوگا۔

نام و نسب حضرت کا اسم گرامی سید احمد حسنؒ تھا اور والد ماجد کا نام اکبر حسین تھا۔ ابتدائی تعلیم کے زمانے میں حضرت کا

---

[1] ان قسطوں کی تفصیل یہ ہے

(۱) قسط اول ربیع الاول ۱۳۷۳ھ / دسمبر ۱۹۵۳ء جلد ۶ شمارہ ۳ صفحات ۳۲ تا ۳۸

(۲) ؍؍ دوم ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ / جنوری ۱۹۵۴ء جلد ۶ شمارہ ۴ صفحات ۳۸ تا ۴۱

(۳) ؍؍ سوم جمادی الاولیٰ ۱۳۷۳ھ / فروری ۱۹۵۴ء جلد ۶ شمارہ ۵ صفحات ۴۲ تا ۴۶

(۴) ؍؍ چہارم جمادی الثانیہ ۱۳۷۳ھ / مارچ ۱۹۵۴ء جلد ۶ شمارہ ۶ صفحات ۳۵ تا ۳۹

(۵) ؍؍ پنجم شعبان ۱۳۷۳ھ / مئی ۱۹۵۴ء جلد ۷ شمارہ ۲ صفحات ۴۵ تا ۴۸

(۶) ؍؍ ششم رمضان ۱۳۷۳ھ / جون ۱۹۵۴ء جلد ۷ شمارہ ۳ ۳۴ تا ۳۷

(بقیہ صفحہ پر)

نام احمد حسین تھا۔ حضرت شاہ عبداللہ عرف شاہ ابن ؒ (ف ۹۸۶ھ/۱۵۷۹ء) جو ساداتِ رضویہ میں سے تھے حضرت امروہیؒ کے مورثِ اعلیٰ تھے۔ جن کا تذکرہ ہندوستان کی مشہور تاریخوں میں ملتا ہے مثلاً منتخب التواریخ جو ملّا عبدالقادر بدایونیؒ کی نہایت قابلِ قدر تصنیف ہے اس میں تفصیل سے حضرت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ خود ملّا عبدالقادر بدایونیؒ خانقاہِ شاہ ابنؒ میں بڑی عقیدت و احترام کے ساتھ حاضر ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ اسرار یہ جو سید کمال سنبھلیؒ کی تالیف ہے اس میں بھی حضرت شاہ ابنؒ اور اُن کے بیٹوں پوتوں کا تذکرہ تفصیل سے ہے۔[۱]

شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ نے آپ کا تذکرہ اپنی کتاب اخبار الاخیار میں کیا ہے۔ اس میں ایک سطر یہ ہے:۔ "شاہ ابنؒ درویشے بود در امروہہ"[۲]

حضرت شاہ ابنؒ بڑے پابندِ شریعت تھے۔ ملّا عبدالقادر بدایونیؒ نے آپ کے متعلق لکھا ہے "دقیقۂ از دقائق سنت فرو نگذاشت" (دقائقِ سنت میں سے کوئی

(بقیہ صفحہ)

(۷) قسط ہفتم شوال ۱۳۷۳ھ/ جولائی ۱۹۵۴ء جلد ۷ شمارہ ۴ صفحات ۳۷ تا ۴۱

(۸) ״ ہشتم ذی قعدہ ۱۳۷۳ھ/ اگست ۱۹۵۴ء جلد ۷ شمارہ ۵ صفحات ۳۲ تا ۳۶

(۹) ״ نہم ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ/ ستمبر ۱۹۵۴ء جلد ۷ شمارہ ۶ صفحات ۲۸ تا ۳۲

۵۲۔ حضرت محدث امروہیؒ کی ولادت ۱۲۶۷ھ (۱۸۵۰ء- ۱۸۵۱ء) میں ہوئی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا) [۱] اسرار یہ ابھی تک نہیں چھپی ہے۔ اس کا ایک نسخہ ندوۃ العلماء میں اور دوسرا رامپور کے کتب خانہ میں ہے [۲] عبدالحق: اخبار الاخیار ص ۲۴۲ مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۳۲ھ (۱۹۱۴ء)

دقیقہ نہیں چھوڑتے تھے) اس کے علاوہ علامہ آزاد بلگرامی نے اپنی کتاب مآثر الکرام [۱] میں شاہ عبد اللطیف امروہیؒ جو حجاز میں رہتے تھے، کا ذکر کرتے ہوئے اُن کے جدّ امجد شاہ ابنؒ صاحبؒ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔

شجرۂ نسب

حضرت محدث امروہیؒ کا شجرۂ نسب حضرت شاہ ابنؒ تک حسب ذیل ہے۔

سید احمد حسن بن سید اکبر حسین بن سید نبی بخش بن سید محمد حسین بن پیر سید محمد حسن بن سید سیف اللہ بن سید ابو المعالی بن سید ابو المکارم بن سید ابو القاسم بن حضرت شاہ ابنؒ۔

ابتدائی تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن امروہہ میں حاصل کی، ابتدائی تعلیم کے تمام اساتذہ کا علم نہیں۔ مگر مولانا سید رافت علی (ساکن محلہ دربار کلاں) اور مولانا سید محمد حسین جعفریؒ (ساکن محلہ چاہ شور کے نام تذکرۃ الکرام (مؤلفہ محمود احمد عباسی) میں ملتے ہیں [۲]۔ ابتدائی تعلیم

---

[۱] مآثر الکرام (دفتر اول) مطبع مفید عام آگرہ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء ص ۱۶۶ تا ۱۷۰ (نسبش بہ شیخ عبد اللہ المعروف بہ شیخ ابن قدس سرہٗ می رسد کہ از مشاہیر اولیائے آں مقام است و در تاریخ پانزدہم ذی الحجہ ۹۷۷ھ سبع وسبعین وتسعمائۃ متوجہ عالم قدس گردید۔" شیخ عبد اللطیف کا انتقال ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء میں مکہ معظمہ میں ہوا۔ اُن کی اولاد میں مولوی سبحان علی تھے جنہوں نے ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں نمایاں حصہ لیا تھا [۲] حضرت محدث امروہیؒ کے اساتذہ میں مولانا رافت علیؒ مولانا کریم بخش بخشیؒ خلف مولانا امام الدین بخشیؒ (خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ) مولانا محمد حسین جعفریؒ (فن طب میں) حکیم امجد علی خاںؒ، مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ (قرأت میں) قاری عبد الرحمٰن پانی پتی اور مولانا عبد القیوم بھوپالی کے نام ملتے ہیں [۳] محمود احمد عباسی: تذکرۃ الکرام ص ۳۱۷ (طبع ۱۹۳۲ء)

حاصل کرنے کے بعد آپ نے علمِ طب کی بھی تحصیل کی۔ بعدہٗ حضرت مولانا نانوتوی[۵۱] کی خدمت میں میرٹھ پہونچے۔ حضرت مولانا نانوتویؒ اس زمانہ میں مطبع ہاشمی میں ملازم تھے۔ مطبع میں کتابوں کی تصحیح کے بعد جو وقت ملتا تھا اس میں دو چار ذہین طلبہ کو درس بھی دیا کرتے تھے۔ حضرت امروہیؒ حضرت نانوتویؒ کے خاص تلامذہ میں سے ہیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ[۵۲]، مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ[۵۳] اور حضرت امروہیؒ تینوں باکمال تلامذہ نے حضرت نانوتویؒ سے میرٹھ میں رہ کر پڑھا تھا۔ تمام علوم وفنون منطق وفلسفہ، ادب، معانی، بیان، فقہ، اصول فقہ، حدیث وتفسیر کی تعلیم دے کر آخر میں ان حضرات کو ایک یا دو سال کے لئے دیوبند بھی بھیجدیا تھا اور وہیں حضرت نانوتویؒ نے اُن کی دستاربندی کرائی تھی۔[۵۴]

---

[۵۱] مولانا محمد قاسم ۱۲۴۸ھ (۱۸۳۳ء) میں پیدا ہوئے۔ آپ کی عمر ۴۹ سال چار ماہ چار یوم ہوئی اور ایک روایت سے پونے اڑتالیس برس کی ہوئی اور یہ عمر اس تفصیل سے بسر ہوئی: نو سال والدین کے ناز ونعمت میں، آٹھ سال تعلیم وتربیت میں، آٹھ سال آزادی اور ذکر وشغل میں، ۲۴ سال ترقیِ اسلام اور رفاہِ مسلمین میں۔ ۱۲۶۹ھ/۱۸۵۲ء میں مولانا احمد علی محدث سہارنپوریؒ کے مطبع احمدی واقع دہلی میں بطور مصحح کام کیا۔ ۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں عملاً شریک رہے۔ ۱۲۶۳ء اور ۱۲۶۹ء میں منشی امتیاز علی کے مطبع مجتبائی میرٹھ میں بطور مصحح کام کرتے تھے اسی زمانہ میں طلبہ کو درس بھی دیتے تھے۔ ۴ جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء یوم پنجشنبہ بوقت ایک بجے دن قبل ظہر ضیق النفس کی بیماری سے دیوبند میں وفات پائی۔ "ہائے حرز انخوبی" مادۂ تاریخ وفات ہے۔ (مولانا فریدی:۔ مقدمہ مکتوباتِ اکابر طبع دیوبند ۱۹۸۰ء ودائرۂ معارفِ اسلامیہ (اردو) لاہور جلد ۱۹ ص ۴-۵۰)۔ [۵۲] ولادت ۱۲۶۸ھ ۱۸۵۱ء وفات ۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ/۲۰ نومبر ۱۹۲۰ء [۵۳] مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ بن عبدالرحمٰن (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

دارالعلوم دیوبند | دارالعلوم کے صدر مدرس اس زمانے میں حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ تھے۔ انھوں

نے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے بخاری شریف پڑھی تھی۔ اس لحاظ سے یہ تینوں مذکورہ اکابر جو حضرت نانوتویؒ کے خاص شاگرد تھے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب کے اُستاد بھائی بھی تھے۔ سندِ فراغ حاصل کرنے کے بعد مختلف اوقات میں ہندوستان کے چند مشہور محدثین سے بھی (جن کی سند اونچی تھی، مثلاً مولانا قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنیؒ[۱]) سندِ حدیث حاصل کی۔ یہ دونوں شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ[۲] کے نامی گرامی شاگرد تھے

(بقیہ صفحہ گزشتہ) طب میں حکیم محمود خاں کے شاگرد تھے۔ کانپور میں مطب کرتے تھے۔ مناظرہ میں مہارتِ تامہ تھی۔ ان کی متعدد کتابیں ہیں مثلاً التعلیق المحمود علی سنن ابی داؤد، حاشیہ علی تلخیص المفتاح، حاشیہ علیٰ سنن ابن ماجہ وغیرہ۔ اُنھوں نے ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء میں انتقال کیا (نزہتہ الخواطر ۸/۳۵۴-۳۵۵)

[۵] حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی دستار بندی ۱۹ ذی قعدہ ۱۲۹۰ھ/۹ جنوری ۱۸۷۴ء کو ہوئی تھی۔ گمان یہ ہے کہ اسی سال حضرت محدث امروہیؒ کو بھی دستارِ فضیلت ملی ہوگی۔

(حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] شاہ عبدالغنی مہاجر مدنیؒ بن شاہ ابو سعید مجددیؒ؛ ولادت ۲۵ شعبان ۱۲۳۵ھ ۸ جون ۱۸۲۰ء) آپ نے مکہ معظمہ جاکر شیخ محمد عابد سندھیؒ سے سندِ حدیث لی اور شاہ محمد اسحٰق محدثؒ سے تکمیل درس کیا۔ ۱۸۵۷ء کے بعد مدینہ منورہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ وہاں ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۹ء میں انتقال فرمایا۔ آپ سے مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے بھی درس لیا تھا (ملاحظہ ہو تذکرہ کاملینِ دہلی)

[۲] حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے نواسے اور جانشین، شیخ محمد افضل کے فرزند ولادت ۱۷۸۲ء تعلیم شاہ عبدالعزیز اور شاہ عبدالقادر سے حاصل کی اور سندِ حدیث شیخ عمر بن عبدالکریم مکیؒ سے لی۔ چالیس سال تک مدرسہ رحیمیہ دہلی میں درس دیا۔ ۱۲۴۰ھ میں حج کے لئے تشریف لیگئے ۱۸۲۶ء میں واپس ہوئے ۱۸۴۲ء میں مکہ معظمہ کیطرف ہجرت کی۔ چار سال اور چند ماہ حرم مقدس میں رہ کر ۱۲۶۲ھ میں انتقال کیا اور جنت المعلیٰ میں مدفون ہوئے۔ تصانیف: مشکوٰۃ المصابیح کا اُردو ترجمہ۔ فارسی رسالہ شعب الایمان۔ مائۃ مسائل وغیرہ۔ برائے مزید حالات ملاحظہ ہو۔ علمِ حدیث میں علماءِ پاک و ہند کا حصہ محمود احمد برکاتی: شاہ ولی اللہ اور اُن کا خاندان۔ محمد اسحٰق بھٹی: فقہائے ہند۔

حضرت محدّث امروہیؒ نے پہلا حج بھی نوجوانی کے عالم میں حضرت نانوتویؒ کے ہمراہ کیا تھا[1]، اس وجہ سے بھی حضرت شاہ عبدالغنیؒ کی نظرِ التفات حضرت امروہیؒ پر پڑی ہندوستان واپس آنے کے بعد حضرت نانوتویؒ نے اپنے تینوں شاگردوں کو جو معقول و منقول میں نمایاں حیثیت رکھتے تھے تین مختلف مدرسوں میں درس وتدریس کے لئے مقرر کر دیا۔ حضرت شیخ الہند دیوبند میں مدرس ہوئے، فخر العلماء مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ کو نگینہ اور حضرت امروہیؒ کو مراد آباد بھیجا[2]۔ وہاں حضرت نانوتویؒ کی حیات میں حضرت کے ارشاد وایماء پر سنہ ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء میں "مدرسۃ الغرباء" قائم ہوا جو اب مدرسہ شاہی کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت نانوتویؒ نے اپنے صاحبزادے حضرت حافظ محمد احمد کو تعلیم وتدریس کے لئے حضرت امروہیؒ کے پاس مراد آباد بھیجدیا[3]۔ جب حضرت محدّثؒ کی

---

[1] مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے تین حج کئے۔ پہلا سنہ ۱۲۷۷ھ میں دوسرا سنہ ۱۲۸۵ھ میں تیسرا سنہ ۱۲۹۴ھ میں کیا حضرت امروہیؒ غالباً تیسرے حج میں ساتھ تھے، جب اُن کی عمر ۲۵، ۲۶ سال رہی ہوگی [2] حضرت امروہیؒ سب سے پہلے خورجہ میں مدرس مقرر ہوئے۔ وہاں سے کچھ عرصہ کے لئے سنبھل کے مدرسہ جامع مسجد میں درس دیا پھر مدرسہ عبدالرب دہلی میں پہونچکر درس وتدریس کی خدمات انجام دیں۔ سنہ ۱۲۹۶ھ سے ذی قعدہ سنہ ۱۳۰۳ھ تک مدرسہ شاہی مراد آباد میں صدر مدرس رہے آخر میں اپنے وطن امروہہ کے مدرسہ جامع مسجد میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کیا [3] حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے صاحبزادے حافظ محمد احمد (ولادت سنہ ۱۲۷۹ھ / سنہ ۱۸۶۲ء، وفات ۳ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۴۷ھ / ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۲۸ء) چھ بہنوں کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ ابتدا عمر میں قرآن حفظ کیا، نو سال کی عمر میں نکاح ہوگیا تھا۔ رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ مولانا نانوتویؒ نے اُنھیں گلاؤٹھی کے مدرسہ میں پڑھنے کے لئے بھیجدیا، وہاں سے مدرسہ شاہی مراد آباد آئے اور حضرت مولانا احمد حسن محدّث امروہیؒ سے حدیث کی اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ بقیہ تعلیم مدرسہ دیوبند میں پوری کی اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے درس لیا۔ دورۂ حدیث گنگوہ جاکر پورا کیا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

طبیعت زیادہ ناساز ہوگئی تو حافظ محمد احمد کو دیوبند بلالیا۔ اس مدرسۃ الغربا کے پہلے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث حضرت امروہیؒ تھے۔ پہلے ہی سال اس مدرسہ میں طلبہ جوق درجوق آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ مدرسہ دیوبند و سہارن پور کے بعد ایک عظیم الشان مدرسہ بن گیا۔

حضرت نانوتویؒ کے وصال (۴ر جمادالاولیٰ ۱۲۹۷ھ/۱۵ اپریل ۱۸۸۰ء) کے بعد حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ[۱] سالانہ امتحان کے لئے ممتحن ہو کر مراد آباد تشریف لائے اور اپنے تاثرات جو اس مدرسہ کو دیکھ کر پیدا ہوئے تھے اُن کو قلم بند فرمایا۔ یہ تاثرات مدرسہ کی پہلی یا دوسری رُوداد میں درج ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ) اور مولانا گنگوہیؒ سے سند حاصل کی ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۰۲ھ تک تھانہ بھون کے عربی مدرسہ میں درس دیا۔ ۱۳۰۲ھ میں مدرسہ دیوبند میں مُدرس ہوگئے۔ ۱۳۱۳ھ میں مدرسہ دیوبند کے مہتمم مقرر ہوئے اور ان کے زمانے میں ہی مدرسہ دیوبند "دارالعلوم" بن گیا۔ حافظ صاحب کا انتقال حیدر آباد سے دیوبند آتے ہوئے ریل میں ہوا تھا۔ لاش حیدر آباد لے جاکر "خطۂ صالحین" میں دفن کی گئی۔

[۱] مولانا مملوک العلیؒ کے صاحبزادے مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ ۱۳ر صفر ۱۲۴۹ ہجری ۲ر جولائی ۱۸۳۳ء کو نانوتہ میں پیدا ہوئے ان کی تعلیم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ساتھ ہی مولانا مملوک العلی کی نگرانی میں ہوئی جو دہلی کالج میں عربی کے اُستاد تھے۔ حدیث کا درس شاہ عبد الغنی دہلویؒ سے بھی لیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت کی اور خلافت و اجازت پائی تھی۔ ابتداء میں اجمیر میں مدرس ہوئے، کچھ عرصہ بنارس میں اور سہارنپور میں بھی ڈپٹی انسپکٹر رہے۔ ۱۸۵۷ء کے ہنگامہ میں آپ بھی شبہ میں گرفتار ہوئے پھر رہا کر دیئے گئے۔ دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو چالیس روپیہ ماہوار پر مدرس مقرر ہوئے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ اور مولانا محمود حسن دیوبندیؒ بھی آپ کے ممتاز تلامذہ میں شامل ہیں۔ مولانا محمد قاسمؒ کے ساتھ دو بار سفر حج کیا۔

(حاشیہ جاری)

مولانا پھلاودیؒ بھی بغرض حصولِ تعلیم حضرت امروہیؒ کے پاس مرادآباد آگئے اور یہیں سے سندِ فراغت حاصل کی۔ مرادآباد آنے سے پہلے مولانا پھلاودیؒ نے حضرت نانوتویؒ سے بھی فیضِ تعلیم حاصل کیا۔ غالباً وہیں سے حضرت امروہیؒ کو حضرت پھلاودیؒ سے بھی تعلق ہوا جو بڑھتا رہا اور امروہہ میں آکر وہ تعلق اور زیادہ ہُوا۔ رات دن حضرت امروہیؒ کی خدمت میں رہتے تھے۔ وہ نہ صرف حضرت کے شاگرد تھے بلکہ ایک دوست اور مونس بھی تھے۔

مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امروہیؒ جو مکہ معظمہ میں بچپن میں اپنے بہنوئی کے یہاں رہ کر حافظِ قرآن ہوئے، اُن کے اُستاذ کا نام بھی عبدالرحمٰن تھا جو نگینہ ضلع بجنور کے رہنے والے تھے جن کے پوتے عبیدالرحمٰن تکی معلم حجاج تھے۔ حفظِ قرآن کے بعد حافظ عبدالرحمٰن امروہیؒ بمبئی آگئے۔ اُنکے والد یہاں بمبئی میں کیل حجاج تھے۔ مولویت کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے صرف ونحو پڑھ کر دیوبند میں داخلہ لیا۔ اس زمانے میں شاہ رفیع الدین عثمانیؒ[۱] (خلیفہ شاہ عبدالغنی مجددیؒ وحاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ) مہتمم مدرسہ عالیہ دیوبند تھے۔ اور صدر المدرسین حضرت مولانا محمد یعقوب

(بقیہ صفحہ ۲۵) ۲ ربیع الاول ۱۳۰۲ھ/ ۲۱ دسمبر ۱۸۸۴ء کو مرضِ ہیضہ میں انتقال کیا۔ نانوتہ (سہارنپور) میں دفن ہوئے۔ آپکی تصنیف "سوانحِ عمری مولانا محمد قاسم نانوتوی" ہے اور بیاض بھی شائع ہوچکی ہے (حاشیہ صفحہ ہٰذا) [۱] مہتمم دارالعلوم دیوبند، فرزند مولانا فریدالدین دیوبندیؒ رفیق سید احمد شہیدؒ۔ ان کے تین بھائی بلند بخت، فتح علی اور سید احمد جہاد بالاکوٹ میں شہید ہُوئے شاہ رفیع الدین ۱۲۵۰ھ/۱۸۳۴ء میں پیدا ہوئے۔ شاہ عبدالغنی مہاجر مدنیؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے کسبِ فیض کیا۔ ۱۳۰۸ھ/۱۸۹۰ء میں وفات پائی۔ مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی آپکے فرزند اور مفتی عتیق الرحمٰن پوتے تھے۔

نانوتویؒ تھے۔ دارالعلوم دیوبند کی رُودادوں میں مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب امروہیؒ کے نام کے آگے تساکن بمبئی لکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ نام ہندستان کے مشہور و معروف مفسر بیضاوی کا ہے۔

حضرت حافظ عبدالرحمٰن امروہیؒ (وفات ۱۳۶۷ھ) نے کل بیضاوی کا حاشیہ لکھا، اس کے ٹائٹل پر بھی مولانا کے نام کے آگے تساکن بمبئی لکھا ہوا ہے۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحبؒ حضرت محدث امروہیؒ کی وفات (۱۳۳۳ھ) کے بعد مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث ہوئے۔ حضرت نانوتویؒ کی وفات کے بعد دیوبند سے امیر شاہ خاں صاحب کے مشورے سے حافظ صاحب مرادآباد پہنچ گئے تھے اور وہیں حضرت امروہیؒ سے دورۂ حدیث پڑھا تھا۔ وہاں یہ وہ نہ صرف طالب علم تھے بلکہ معین المدرسین بھی تھے۔ آپ کے ہمراہ مولانا کھلاودیؒ اور مولانا خادم حسین صاحب مرادآبادی ثم امروہی بھی معین المدرسین ہوگئے۔

حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے مدرسہ مرادآباد کا امتحان لیا۔ اس روداد سے معلوم ہوا کہ حضرت حافظ صاحب بعض اعلیٰ کتابوں میں اول نمبر پاس ہوئے۔ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ نے جو معائنہ لکھا وہ روداد مدرسہ شاہی بابت ۱۲۹۷ھ/ ۱۸۸۰ء یا ۱۲۹۸ھ/ ۱۸۸۱ء میں شائع ہوا ہے۔ اس کی روز افزوں ترقی پر بہت خوشی کا اظہار کیا ہے۔ مدرسین اور طلبائے مدرسہ کی تحسین و تعریف فرمائی ہے۔ اگلے سال مولانا سید احمد ولی اللّٰہی دہلویؒ[1] بحیثیت ممتحن سالانہ مرادآباد تشریف لائے اور امتحان لے کر بہت خوش ہوئے۔ انھوں نے جو معائنہ لکھا

---

[1] یہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کی اولاد میں تھے۔ انھوں نے حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے مدرسہ رحیمیہ کا احیاء بھی کیا تھا۔ شاہ صاحب کی متعدد تصانیف بھی ان کی کوشش سے شائع ہوئیں۔ ۱۸۹۱ء تک گیارہ کتابیں چھاپ چکے تھے کل مطبوعات ۱۶ سے زیادہ ہیں (باقی صفحہ پر)

اُس کے ایک جملے کا مفہوم یہ ہے کہ "مراد آباد حضرات مدرسین کی برکت سے دارالعلم بن گیا ہے اور اس شہر مراد آباد میں علم دین کی اس قدر نقلیں ہیں کہ وہ دہلی میں نہیں پائی جاتیں"۔

خورجہ میں آمد مدرسہ شاہی مراد آباد سے حضرت محدث امروہیؒ، مولانا نانوتویؒ کے ایما پر خورجہ ضلع بلند شہر پہنچے۔ وہاں مدرسہ قاسم العلوم یا مدرسہ قاسمیہ میں سلسلۂ درس قائم کیا۔ وہاں پر مولانا محمد یعقوبؒ صاحب بھی رفیق مدرس رہے کچھ عرصہ مولانا فخر الحسن صاحب بھی حضرت امروہیؒ کے ساتھ مدرس رہے۔ اندازہ یہ ہے کہ مدرسہ کی مالی حالت بگڑ جانے کی وجہ سے حضرتؒ کو منشی حمید الدین تجوّد سنبھلیؒ نے سنبھل بُلالیا۔ یہاں جامع مسجد سنبھل کے قریب ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی، یا وہ پہلے ہی سے غیر ترقی یافتہ شکل میں موجود تھا۔ سنبھل ایک سال سے زیادہ نہ رہے ہوں گے کہ خان صاحب عبد اللہ خاں خورجوی منت سماجت کرکے اور منشی تجوّد سنبھلی کو راضی کرکے حضرت امروہیؒ کو پھر خورجہ لے گئے۔ وہاں سے ایک سال کے اندر استعفا دے کر مدرسہ عبد الرب دہلی میں سلسلۂ ملازمت قائم کیا۔ غالباً حضرت مولانا نانوتویؒ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) حضرت شاہ رفیع الدینؒ (ف ۱۸۵۶ء) کی صاحبزادی امۃ اللہ زوجہ سید نجم الدین تھیں اُن سے دو صاحبزادے ہوئے ایک سید نصیر الدین دہلوی جنھوں نے معرکۂ بالاکوٹ کے بعد تحریک جہاد میں نئی رُوح پھونکی تھی۔ اُنھوں نے ۱۸۴۰ء میں وفات پائی دوسرے بیٹے مولوی معز الدین تھے جو مولوی سید احمد ولی اللّٰہی کے والد بزرگوار ہیں۔
دیکھئے تفصیل محمود احمد برکاتی: شاہ ولی اللہ اور ان کا خاندان ص ۱۸۷ - ۱۸۸ طبع لاہور ۱۹۷۶ء)

[1] مولوی حمید الدین تجوّد، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے شاگرد رفیق اور ظہور الدین عشق سنبھلیؒ کے والد بزرگوار ہیں۔ دیوبند کے فاضل تھے اور سنبھل میں مدرسہ قائم کیا تھا۔

کی اجازت بھی دہلی کے لئے شامل رہی ہوگی۔ وہاں تقریبًا ایک سال رہکر دہلی ہی میں مولانا خلیل الرحمٰن صاحب امروہیؒ کو صحاح ستہ کی اجازت دی ہے اور اس پر حضرت نانوتویؒ نے بھی تصدیقی کلمات تحریر فرمائے ہیں۔ اس میں اپنے شاگرد رشید کو "مدظلہ العالی" لکھا ہے۔

مُرادآباد میں

دہلی سے حضرت محدث امروہیؒ، مولانا نانوتویؒ کے اشارے پر مراد آباد آگئے۔ وہاں مولانا سید عالم نگینوی ثم مرادآبادی کی رحلت ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۸ء کے بعد ضرورت تھی کہ ایک بڑا مدرسہ قائم کیا جائے۔ مولانا محمد قاسم کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ :۔

"مولانا سید عالم علی کی شخصیت علمی لحاظ سے اتنی عظیم تھی کہ ان کا قائم مقام ایک بڑا مدرسہ ہی ہوسکتا ہے"

چنانچہ ۱۲۹۶ھ میں شاہی مسجد مراد آباد کے اندر ایک مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی اور اس کا نام "مدرسۃ الغرباء" رکھا گیا۔ اس مدرسہ کے پہلے جلسہ میں جو چندے کے لئے منعقد کیا گیا تھا ایک بہشتی نے سب سے پہلے چندہ دیا جو چار آنے یا آٹھ آنے کا تھا۔ اس کو رسالہ "البلاغ"، بمبئی کے تعلیمی نمبر میں ایک مقالہ میں ظاہر کیا گیا ہے جس میں مدرسہ کی مختصر روداد آگئی ہے۔

شوال ۱۳۰۳ھ / جولائی ۱۸۸۶ء تک حضرت امروہیؒ مدرسہ شاہی مرادآباد کے صدر المدرسین اور شیخ الحدیث رہے اس کے بعد وہاں کے بعض ممبران کی باتوں سے ناراض ہوکر استعفا دے دیا۔

میرٹھ وغیرہ سے آپ کے پاس پیغام آئے کہ وہاں بھی کسی مدرسہ کو اپنے فیض سے سرفراز فرمادیں۔ لیکن حضرت نے قبول نہ فرمایا اور نہ کسی مدرسہ میں اپنے تقرر کی درخواست دی۔

مدرسہ اسلامیہ امروہہ | اہلِ امروہہ نے مشورہ کرکے حضرتؒ کو امروہہ کے مدرسہ میں رہنے پر مجبور کردیا۔ یہ مدرسہ پہلے حضرت نانوتویؒ کے ایما سے قائم ہوا تھا لیکن اس وقت نصاب محدود تھا۔ حفظ قرآن شریف اور ناظرہ قرآن شریف کے ساتھ کچھ فارسی کی کتابیں پڑھائی جاتی تھیں اور کچھ حساب سکھایا جاتا تھا۔ یہ مدرسہ پہلے امروہہ کے کسی اور محلہ میں قائم ہوا تھا پھر رفتہ رفتہ جامع مسجد میں آگیا۔ پہلے اس کا نام "تاج المدارس" تھا۔ پھر جب حضرت محدث امروہیؒ اس مدرسہ میں آگئے تو "مدرسہ اسلامیہ امروہہ" اس کا مختصر نام رہا، پورے شہر میں اس شان کا کوئی مدرسہ پہلے ہی نہ تھا۔ مولانا امروہیؒ کے تعلق کے بعد یہ مدرسہ بامِ ثریا پر پہنچ گیا پہلے ہی سال عربی کے طلبہ امروہہ اور امروہہ کے قرب وجوار اور دُور دراز سے جوق درجوق آنے لگے۔

حضرت شیخ الہندؒ بھی مدرسۂ عالیہ دیوبند میں داخلہ لینے والے بعض طلبہ سے یہ فرمادیتے تھے کہ تم میر احمد حسن امروہیؒ کے پاس جاؤ وہاں تمہیں تشفی بخش جواب ملیں گے۔ بہت سے طلبہ اس طرح بھی دارالعلوم دیوبند سے چل کر مدرسۂ امروہہ میں داخل ہوئے۔

علاوہ ہندوستان کے ہر صوبہ کے، کابل، تاشقند، سمرقند، بخارا اور اس سے بھی آگے رہنے والے تشنگانِ علم امروہہ آکر سیراب ہوئے۔ افسوس ہے کہ وہ رجسٹر جس میں قیام مدرسہ سے لیکر ۱۳۲۹ھ تک فارغ التحصیل طلبہ کا تذکرہ اور ان کا پتہ درج تھا ہماری بدقسمتی سے جل گیا، ہم ایک بڑی اور اہم تاریخی دستاویز سے محروم ہوگئے۔

خاص تلامذہ | ذیل میں حضرت امروہیؒ کے مشہور تلامذہ کی فہرست مختصر طور پر پیش کرتا ہوں۔

(۱) حضرت مولانا سید رضا حسن صاحب امروہیؒ بن سید اصغر حسین، برادر زادہ و داماد حضرت امروہیؒ (ولادت ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء)

(۲) مولانا حکیم امین الدین خاں شاہ آبادی:- (ولادت ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء) جو آخر میں مدرسہ طبیہ قرول باغ دہلی میں وائس پرنسپل رہے اور وہیں نفیسی کی بہترین شرح دلنشین انداز میں لکھی جو اب نایاب ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ طبی درس کا سلسلہ قائم رکھا۔ معقولات میں آپ کو بہت دخل حاصل تھا۔ جب تعطیلات میں امروہہ آتے تھے تو مدرسہ کے سرحدی طلبہ کو معقولات کا درس دیا کرتے تھے [۱]

(۳) بابائے طب حکیم فرید احمد عباسی:- یہ بھی طبیہ کالج دہلی کے نمایاں اُستاذ تھے اور پرنسپل رہاؤس فزیشین بھی رہے۔

(۴) مولانا سید علی زینبی بن سید احمد حسین:- ۲۴ رمضان ۱۲۹۴ھ ۱۳ اکتوبر ۱۸۷۷ء کو امروہہ میں پیدا ہوئے۔ ہیئت، عروض، ادب، فرائض وغیرہ میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ آپ مدرسہ فرقانیہ کے علاوہ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی صدر مدرس رہے، پھر لکھنؤ یونیورسٹی میں عربی فارسی کے اُستاذ مقرر ہوئے۔

---

[۱] آپ ۱۳۰۸ھ / ۱۸۹۰ء میں حضرت محدثؒ سے درس لے رہے تھے بیاض (قلمی) میں آپ کے قلم سے ایک تحریر ۱۱ شعبان ۱۳۰۸ھ کی لکھی ہوئی ہے۔ اس میں "طالب علم مدرسہ اسلامیہ امروہہ" لکھا ہے۔ آپ نے ۱۳۶۲ھ / ۱۹۴۳ء میں وفات پائی۔

وہاں کثیر تعداد میں طلبہ نے آپ سے فیضِ علم حاصل کیا۔ بعض مجتہدینِ لکھنؤ بھی آپ کے شاگرد تھے۔

(۵) مولانا حکیم رشید احمد خاں صاحب: آپ کو حکومت کی جانب سے شفاء الملک کا خطاب ملا تھا۔ واقعی بہت لائق و فائق نباض اور حاذق طبیب تھے۔ اُن کے چھوٹے بھائی حکیم ذکی احمد خاں مالک جیّد پریس دہلی بھی غالباً مدرسہ امروہہ کے فارغ التحصیل طلبہ میں سے تھے۔ جن کے صاحبزادے محمد احمد خاں سلمہٗ جید برقی پریس کو بڑی محنت، سرگرمی دیانت اور لگن سے چلا رہے ہیں۔

(۶) مولانا اسمٰعیل سنبھلی

(۷) مولانا اسمٰعیل انصاری امروہیؒ

(۸) مولانا انوار الحق عباسی امروہیؒ بن مولوی عبد الحق عباسی: ولادت ۱۲۹۶ھ / ۱۸۷۹ء مصنف "توضیح المسائل" وغیرہ۔ ۱۹۳۲ء میں حیات تھے

(۹) مولانا عبد الغفور سیوہاروی [1]

(۱۰) مولانا ظہور علی بجھرایونی[2]: مولانا مفتی عبد الرحمٰن صاحب، مولانا حکیم قاری فضل الرحمٰن صاحب اور دوسرے بڑے علماء آپ کے شاگرد ہیں۔

(۱۱) مولانا قمر الدین سہنپوری

(۱۲) مولانا فضل حق سہنپوری

(۱۳) مولانا ظہور الحسن ناظم سہنپوری۔ جو مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ سیوہاروی کے ماموں تھے۔

---

[1] انھوں نے حضرت محدث امروہیؒ کے حلقۂ درس کی بعض تقریریں بھی قلم بند کی ہیں جن کا مجموعہ حضرت مولانا زبیرؒ کے ذخیرے میں محفوظ ہے۔ درس بیضاوی شریف کی بعض تقریریں مولوی محمد جان نے بھی لکھی ہیں۔

[2] بیاض (قلمی) میں بعض فتاویٰ آپ نے نقل کئے ہیں

(۱۴) مولوی حکیم ظہور الحق صدیقی امروہی : جو حضرت شاہ عبدالہادیؒ کی اولاد میں تھے۔

(۱۵) مولوی حکیم اسرار الحق صدیقی ہادوی امروہیؒ : ۔(وفات ۱۳ رمضان ۱۳۵۰ھ/۱۹۳۱ء)

(۱۶) حضرت مولانا شاہ سلیمان احمد صاحب ہادوی : محلہ قریشی امروہہ۔ (سجادہ نشین پنجم حضرت خواجہ شاہ عبدالہادی چشتی (ف ۱۱۹۰ھ) وحضرت خواجہ شاہ عبدالباری چشتیؒ (ف ۱۲۲۶ھ) قدس سرہم) ولادت ۲۴ جمادی الثانی ۱۲۹۲ھ ۱۸۷۵ء : وفات ۲۳ رجب ۱۳۸۱ھ/یکم جنوری ۱۹۶۲ء۔ "آہ چراغ بزم چشت" مادۂ تاریخ وفات ہے ۔

(۱۷) حکیم سردار احمد۔ ساکن محلہ کٹکوئی امروہہ

(۱۸) مولانا محمد فاروق انبیٹھوی ۔

(۱۹) مولانا حکیم محمد عمر شیرکوٹی۔ آپ شیرکوٹ کے اچھے طبیب ، اور خوش لباس انسان تھے ۔

(۲۰) مولانا سید بدر الحسن :۔ فارغ ہونے کے بعد قادیانی ہوگئے۔ پھر حضرت محدث امروہیؒ کی روحانیت سے متاثر ہوئے اور تائب ہوگئے ۔

(۲۱) مولانا سید معظم حسنین صاحب بن سید اعزاز حسنین : از اولاد حضرت شاہ ولایتؒ مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں مہتمم بھی رہے ۔

(۲۲) مولانا شفیق احمد امروہیؒ ساکن محلہ قریشی :۔ بریلی کے ہائی اسکول میں عربی کے استاد تھے ۔ پنشن لے کر امروہہ آ گئے تھے ۔ تقریباً ۱۵ سال قبل انتقال ہوا ۔

(۲۳) استاد القرار مولانا قاری ضیار الدین الٰہ آبادی۔
(۲۴) مولانا ظفر یاب خانصاحب ضلع بجنور
(۲۵) مولانا خان زماں صاحب پشاوری
(۲۶) مولانا عبدالمغنی انصاری ساکن محلہ ملانہ:۔ (تذکرۃ الکرام صفحہ ۴۴۴)
(۲۷) مولانا حکیم مختار احمد صاحب امروہی ثم بریلوی۔ ساکن محلہ گھیر مناف از اولاد شیخ ابوالمناف

(۲۸) مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی محشی بیضاوی:۔ ولادت ۱۲۷۷ھ وفات ۲۳ جمادی الآخرہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۳ مئی ۱۹۴۸ء

(۲۹) مولانا شیخ خادم حسین بن شیخ حسین بخش:۔ ادبیات فارسی میں مہارت تامہ تھی۔ مدرسہ شاہی مرادآباد میں پھر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں مدرس رہے۔ ۱۴ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ/ ۲۷ مئی ۱۹۳۴ء کو تقریباً ۱۰۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

(۳۰) مولانا محمد نعمت اللہ امروہی:۔ بن شیخ امان اللہ، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے بیعت تھے، مدرسہ جامع مسجد کے مدرس اور نائب مہتمم بھی رہے۔

(۳۱) مولانا شاہ محمد مخدوم ہادی نقشبندی:۔ مولانا شاہ سلیمان احمد صاحب کے برادر خورد ولادت ۱۳۰۲ھ/ ۱۸۸۵ء مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ سے فارغ التحصیل تھے۔ ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۸۹ھ/ ۹ ستمبر ۱۹۶۹ء کو وفات پائی [۱]

---

[۱] ۔ ان کے علاوہ حضرت کے تلامذہ میں محمد یحییٰ شاہ جہاں پوری، محمود حسن سہوانی، عبدالحق پیلی بھیتی، قاری عبدالباری گڑھ مکتیسری، خادم حسین امروہی (بقیہ صفحہ آئندہ پر)

حضرت محدّث امروہیؒ کی جامعیت | حضرت محدث امروہیؒ ایک بلند پایہ محدّث تو تھے ہی تفسیر و فقہ میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ تمام فنون حکمیہ اور فنونِ معقولہ پر نظر تھی اور فنِ طب سے بھی واقف تھے مگر باقاعدہ اس کا مظاہرہ مطب کی صورت میں نہیں کیا۔ ہمیشہ تشنگانِ علومِ دینیہ کو سیراب کرنے کی طرف متوجہ رہے۔ یہاں پر ہم درسِ حدیث و فقہ کے دو نمونے پیش کرتے ہیں۔

(۱) تقریر درسِ ترمذی شریف کا ایک نمونہ

بَاب مَاجَاءَ اِذَا اُقِیمَتِ الصَّلوٰۃُ فَلَا صَلوٰۃَ اِلَّا الْمَکْتُوبَۃ

نکرہ تحتِ نفی واقع ہوا ہے جس سے عموم سمجھ میں آتا ہے یعنی کوئی صلوٰۃ نہیں جب اقامت کی جاوے، مگر وہی نماز جس کی اقامت کی گئی ہے۔ تو جن صاحبوں نے یہ سمجھا کر رکعتی الفجر بھی جائز نہیں، اُن کے مذہب میں تو کوئی قصور نہیں لیکن حنفیہ کو اس کا جواب دینا ہوگا کہ صریح حدیث موجود ہے کہ کوئی صلوٰۃ نہیں پھر حنفیہ نے جو دو رکعت فجر (سنّت) کو علیحدہ مکان میں پڑھنے کا حکم دیا اُس کا کیا سبب؟ تو یا تو یہ جواب دیا جاوے کہ (حاشیہ بخاری میں) مولانا احمد علی صاحب نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) مظہر الحق چاٹگامی، حکیم محمد رفیع کے نام ملتے ہیں۔ آپ سے فنِ طب کی تحصیل کرنے والوں میں آپ کے برادرِ علاتی، افسر الاطبا حکیم حامد حسن، بابائے طب حکیم فرید احمد عباسی، حکیم اسرار الحق صدیقی، حکیم سید محمود الحسن امروہی، حکیم ظہور الحق صدیقی اور حکیم مختار احمد صدیقی شامل ہیں۔ (نزہۃ الخواطر ۸/ ۲۴۳-۲۴۴)

لکھا ہے کہ میں نے اپنے اُستاد مولانا محمد اسحٰق محدث دہلویؒ سے سنا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ بیہقی نے روایت کیا ہے کہ اسی حدیث میں استثناء رکعتی الفجر کا موجود ہے۔ دلیل نقلی تو یہ کافی ہے اور بپاسِ خاطر شوافع مان لیا جاوے کہ یہ جو بخاری کے حاشیہ پر موجود ہے (بیہقی کی روایت) پایۂ صحت کو نہیں پہنچی تو خاص حدیث میں اگر غور کیجئے اور تدبّر تو جواب نکل آتا ہے۔

آپ نے إذا کا لفظ فرمایا ہے اور اِذا دو حال سے خالی نہیں یا مکانی یا زمانی۔ اگر زمانی مراد ہو تب تو چاہیئے کہ مثلاً ہم کو یقینی معلوم ہے کہ ظہر کی اقامت فلاں وقت ہوتی ہے، (کعبہ شریف (مسجد الحرام) یا جامع مسجد دہلی میں تو یہاں پر ہم کو سنن و نوافل کا پڑھنا ممنوع ہو۔ حالانکہ یہ کسی کا مذہب نہیں۔ یا مثلاً مسجد میں اقامت ہوئی تو معذور کو یا جو اس مسجد سے علیحدہ نماز پڑھ رہا ہو اُس کو (نماز پڑھنا) ہرگز جائز نہ ہو۔ تو چونکہ زمانہ پر حمل کرنا محال کو مستلزم ہے تو وہ تو مراد ہو نہیں سکتا، تو اب متعین ہو گیا کہ (إذا) مکانی ہے تو اصل حدیث یہ قرار پائے گا کہ جس مکان میں اقامتِ صلوٰۃ ہو وہاں پر صلوٰۃ (جائز ہے) نہ کوئی اور نماز جائز ہے۔ امام صاحب بھی یہی فرماتے ہیں کہ بیشک اس جلسہ اور مکان میں جائز نہیں۔ اگر کوئی سنن پڑھے تو علیحدہ بابِ مسجد پر یا فصیلِ مسجد پر (یا) اگر اقامت اندر ہو تو باہر اور باہر ہو اندر پڑھے اور یہی وجہ ہے کہ اس بارے میں فقہاء مخالف ہیں۔ کوئی تو اس بات کا قائل ہوا کہ باب پر پڑھنا چاہیئے۔ اس نے تو اس بات پر نظر کی کہ "مرورِ رجل" مصلّی کے سامنے جائز نہیں۔ اگرچہ وہ باہر نماز پڑھتا ہو، اور کوئی اس بات کا قائل ہوا کہ باہر پڑھ لے اگر اقامت اندر ہوئی ہو اور اندر پڑھ لے، اگر اقامت باہر ہوئی ہو تو اس نے اس بات پر نظر کی کہ قاریِ قرآن ایک آیتِ سجدہ

چند بار اندر چلتے ہوئے پڑھے اس پر ایک سجدہ لازم آئے گا۔ اور اگر باہر
آجاوے اور اسی آیت کو پڑھے تو دوبارہ سجدہ لازم آئے گا۔ چونکہ جلسہ
مختلف ہوگیا تو اس نے اس بات پر نظر کی۔ دونوں کا حکم علیحدہ ہے، وہ مکان
اور ہے اور یہ اور ہے ۔ اختلاف چھوٹی مسجد ہونے کے باعث ہے ۔ وہ حکم
پہلا چھوٹی مسجد کا تھا اور یہ بڑی مسجد کا۔ لیکن کوئی کہہ سکتا ہے کہ سُننِ ظہر میں بھی
یہی حکم ہونا چاہیئے ۔ (تو اس کا جواب یہ ہے) کہ اس کے (ظہر کے) بعد ایسا وقت
نہیں جس کے بارے میں نہی وارد ہو جیسا کہ بعد فجر کے نہی وارد ہے تو اس کو
اس پر قیاس نہیں کرسکتے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم [1]

---

[1] یہاں تک یہ مقدمہ حضرت مولانا نسیم احمد فریدی علیہ الرحمۃ کا املا کرایا ہوا
ہے۔ اس حصّے کے کل حواشی راقم الحروف نے لکھے ہیں اور اس سے آگے کی تمام
عبارت بھی راقم کے قلم سے ہے ۔

(نثار احمد فاروقی)

(نوشتہ نثار احمد فاروقی)

مقدمہ مکتوبات

(حصّہ دوم)

(۲) درس تفسیرِ قرآن کا نمونہ

(۱) جنابِ باری فرماتے ہیں:۔ فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ط

اس پر یہ شبہ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ جملہ خبریہ جس وقت جناب باری کے کلام میں پایا جاتا ہے محتمل کذب کو تو ہوا ہی نہیں کرتا ہے، صادق ہی ہوا کرتا ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ قیامت کے دن ایسے ویسے لوگوں کے تو کیا کہنے انبیاء علیہم السّلام بھی نفسی نفسی پکاریں گے اور کہیں گے کہ اس کی بے نیازی کی کوئی انتہا نہیں، دیکھئے ہمارے واسطے کیا حکم ہو؟

یہ کلام فلا خوفٌ عَلیھم ولا ھُم یحزنُون کے کیسا مخالف معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم! اس کے جواب میں یوں خیال آتا ہے کہ ایک تو صورت فلا خوفٌ لہم کی ہے اس کی صورت یوں خیال فرمائیے کہ جیسے کوئی شخص کسی جُرم میں ماخوذ نہ ہو اور اُسے حاکم یوں کہہ دے کہ مجھے اس کے خوف کرنے سے کچھ مطلب نہیں ہم ہرگز تجھ سے مطالبہ نہیں کریں گے۔ ایسی جگہ تو فَلَا خَوْفٌ لَھُم صادق آتا ہے اور ایک صورت فلا (خوف) علیھم کی ہے۔ اس کا حاصل اتنا ہوتا ہے کہ اس مجرم کو تو بے شک خوف ہے کہ دیکھئے کیا سزا تجویز ہو۔ لیکن جو شخص قانون دانِ سرکار ہوں اُن کو

ہرگز خوف نہیں ہوگا، بلکہ جو کچھ قانون کے موافق ہوگا جان لیں گے کہ یہی ہوتا ہے، خوف کا کوئی مقام نہیں۔

یہاں پر بھی جناب باری نے عَلَیْھِمْ فرمایا ہے لَھُمْ نہیں فرمایا جس کا مطلب اتنا ہے کہ جو قانون داں ...... ہیں اُن پر کسی قسم کا خوف وحزن نہیں اور وہ فرشتے وغیرہ ہیں۔ گو اُن لوگوں کو ہو، پس جس وقت میں دونوں میں یہ فرق ہوگیا اب کسی قسم کا تعارض نہیں رہا۔ یہ بات کہ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کا لفظ کیوں فرمایا اور وَلَا ھُمْ یَھتمُّوْن کا لفظ کیوں نہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہے کہ حُزن اُس کا نام ہے کہ جو فوتِ مطلوب پر غم وغیرہ ہو اور ھَمّ اس کا نام ہے کہ کوئی قصور ہوا ہو اور پھر حاکم کے سامنے یہ غم پیدا ہو کہ دیکھیے کیا سزا ملے گی۔ جب یہ فرق معلوم ہوگیا تو کہہ سکتے ہیں کہ وہاں پر بھی فوتِ مطلوب بعض ہونے کا کہ جو اس پر غم پیدا ہو، ہاں خوفِ سزا پر غم والم پیدا ہوگا لہٰذا حُزن کو اختیار نہ فرمایا۔ اس کی وجہ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کو جملہ فعلیہ کے ساتھ ...... کیا اور فَلَاخَوْفٌ جملہ اسمیہ کے ساتھ جواب دو سمجھ میں آتے ہیں اوّل تو کہ اس کی اور خاص .... اس کی مطابقت کی کوئی ضرورت نہیں۔ علاوہ اس کے جملہ فعلیہ جو ہوتا ہے تجدد پر دلالت کیا کرتا ہے اور جملہ اسمیہ دوام اور استمرار پر۔ یہاں پر جناب باری فَلَاخَوْفٌ عَلَیْھِمْ فرما کر اس جانب اشارہ کرتے ہیں کہ قانون شناسانِ دفترِ خداوندی کے جو لوگ ہیں اُن پر ہمیشہ ہمیشہ خوف نہیں ہوگا۔ اور اُن لوگوں کو گھڑی گھڑی یہ صورت پیش نہیں آنے کی کہ فوتِ مطلب پر حُزن نہیں ہونے کا۔ واللہ اعلم۔

(بیاضِ احمدی ص ۱۹ - ۲۱)

(ب) **تصانیف** | (۱) افاداتِ احمدیہ (حصۂ اول): حضرت محدث امروہیؒ کی تالیف افاداتِ احمدیہ (حصۂ اول) ۱۳۳۳ھ میں آپ کی وفات کے تین سال بعد حضرت کے صاحبزادے مولانا سید محمد (عرف بنے میاں) نے مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کی نگرانی میں دتی پرنٹنگ ورکس دہلی سے شائع کرائی تھی۔ یہ ۶×۱۲ کا ۴۲ صفحات پر مشتمل رسالہ تھا (مسطر ۲۳ سطری)

"افاداتِ احمدیہ" میں مندرجہ ذیل نو مضامین شامل تھے۔

(۱) دعوت الاسلام ۔ (یہ مناظرۂ نگینہ کی تقریر ہے)
(۲) العجالۃ فی اثبات التوحید والرسالۃ ۔ (اثباتِ توحید عقلی دلائل سے)
(۳) ہدیۂ احمدیہ فی سنیۃ الخطبۃ بالعربیۃ ۔ (خطبۂ جمعہ کا عربی میں جواز)
(۴) الدلیل الاباہر علی صحۃ القولین فی شق القمر (شق القمر کے بارے میں حضرت امام ربانیؒ اور شاہ ولی اللہؒ کے اقوال میں تطبیق)
(۵) التحبیر فی اثبات التقدیر (تقدیر کا مسئلہ)
(۶) ابطال التناسخ (تناسخ یعنی آواگون کا ابطال)
(۷) القول الاعلیٰ فی رویۃ اللہ تعالیٰ ۔ (دیدارِ خداوندی کے موضوع پر)
(۸) القول المختصر فی ابطال جسمیۃ الرب الاکبر (خدا کسی مادی جسم میں ظاہر نہیں ہوسکتا)
(۹) تفویض العلم الی الباری فی حق الذراری ۔ (مشرکین کی عاقبت کے موضوع پر)

آخری خط فارسی میں ہے جو مولوی سراج الدین کے مکتوب کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ نمبر ۳، ۵، ۷، ۸ سوالات یا استفتار کا جواب معلوم ہوتے ہیں۔

---

[1] یہ حکیم محمد بنیاد علی کے نام ایک خط ہے جو اُن کے مکتوب کے جواب میں لکھا گیا ہے۔

۲۔ افاداتِ احمدیہ (حصّہ دوم)

افاداتِ احمدیہ حصہ دوم کی تالیف ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء میں ہوئی، اس کا قلمی نسخہ حضرت مولانا عبدالغنی پھلاودیؒ کے ذخیرے میں موجود ہے۔ اسے محمد یحییٰ شاہجہاں پوری نے حضرت امروہیؒ کی حیات ہی میں ترتیب دیا تھا۔ سائز ۶×۱۱ مسطرہ ۱۵ سطری اوراق ۹۵۔ خط نستعلیق، صاف کاغذ بادامی نسخہ اچھی حالت میں ہے۔ اس کی کتابت ۶ جمادی الثانیہ ۱۳۱۶ھ بروز پنجشنبہ احمد علی کے قلم سے تمام ہوئی۔ مولانا عبدالغنی پھلاودیؒ نے تاریخ تصنیف اس طرح لکھی ہے

سزد اے حافظِ دل خستہ بہر سالِ تاریخش
مکاتیب محمد را اشارات و شفا گفتن

۱۲ ھ ۹۰

کہ بد سرمایۂ تحقیق شاں اقوالِ زبد و عرد
ز تقویم کہن بس خانہائے این و آں رفتن
ز علمِ من لدن مضموں شگفتن گر ہوس داری
بہ علمِ احمدی بنگر زبس تازہ گہر سفتن

۱۲ ھ ۹۰

کہ انجا علمِ حقانی بفضل و لطفِ یزدانی
ز فرط آرش و معنی فزوں از حیطۂ گفتن

اور اس نسخے کی کتابت کے آغاز کی تاریخ مولانا پھلاودیؒ نے یوں لکھی ہے۔

کتابے طرفہ تردیدم، زجائے خویش برجستم
افادا تش ہمی خواند از ہاتف شنیدستم
بدل تاریخ رقمش ریختند از عالمِ بالا
بہر دو صفحہ قرطاس حافظا نقش بربستم

+ ۱۶۰ — ۱۴ ۱۳ ھ

افاداتِ احمدیہ (قلمی) کے دیباچہ میں محمد یحییٰ شاہجہاں پوری نے حضرت محدث امروہیؒ کی شان میں لکھے ہوئے اپنے چند اشعار بھی درج کیے ہیں، یہ الفاظ و معانی کے اعتبار سے ایسے دل کش ہیں کہ اُن کا انتخاب دینا ضروری معلوم ہوتا ہے ۔

ختم شد سرِّ حقیقت بردلِ دانائے او
مرجعِ قدوسیاں شد مسکن و ماوائے او
نائبِ ختمِ نبوت مصدرِ علم و عمل
مطلعِ انوارِ وحدت دیدۂ بینائے او
ذوکمال و ذوفنون و چشمۂ فضل و کرم
می شود سیراب ہر کس از لبِ دریائے او
یک زمانہ از کمالش دستِ حسرت می گزد
کیست در اقصائے عالم ہمسر و ہمتائے او
نقل ما از مے فروغے، عقل را رونق ازو
نکتہ ہائے جانفزا پیدا ز یک ایمائے او
ذاتِ پاکش روز و شب مشغولِ درسِ علمِ دین
آفریں صد آفریں بر ہمتِ والائے او
سحر گویم یا کہ میناقصۂ تقریر را ❊ میکند سرشار و بیخود نشۂ صہبائے او

سرگروہ اولیاء نورِ مجسّم سر بسر
صد ہزاراں جاں فدا بر طلعتِ زیبائے اُو
گلشنِ مقصودِ عالم، ثمرۂ نخلِ اُمید
سروِ بستانِ شریعت قامتِ زیبائے او
عالمے بسیتم کہ با صد آرزو ہا ئے دلی
طوطیائے چشم ساز د خاکِ زیر پائے اُو
من کہ باشم لب کشا در مدحتِ مولائے خویش
طاقتِ انساں نہ باشد چوں کند املائے اُو

دیباچہ میں وہ لکھتے ہیں کہ جس زمانہ میں حضرت محدّث امروہیؒ مدرسہ اسلامیہ واقع خورجہ ضلع بلند شہر میں درس دے رہے تھے مولوی محمد حسن سنبھلی[۱] نے جمادالاولیٰ ۱۲۹۰ھ (جون ۱۸۷۳ء) میں ایک خط بھیجا اور اس میں "مسئلہ امکان و امتناع نظیر حضرت بشیر و نذیر صلے اللہ علیہ وسلم" کی تحقیق چاہی، لیکن محمد حسن سنبھلی کے خط کا انداز مناظرانہ تھا، حضرت نے اُسے تضیعِ اوقات سمجھ کر جواب نہ دیا، اور معذرت کرلی۔ مولوی محمد حسن نے اس معذرت سے یہ نتیجہ نکالا کہ حضرت امروہیؒ تابِ مقاومت نہ لاسکے۔ حضرت امروہیؒ نے مجبور ہو کر اُن سے تحریری مناظرہ شروع کیا۔ دونوں فریقوں کے درمیان اس موضوع پر جن خطوط کا تبادلہ ہوا وہ

---

[۱] مولانا محمد حسن بن ظہور حسن بن شمس علی اسرائیلی سنبھلی نے کتب درسیہ امروہہ میں مولانا سدید الدین دہلوی سے پڑھیں۔ معقولات کا خاص ذوق رکھتے تھے، ان کی متعدد کتابیں چھپی ہیں، چند یہ ہیں۔ (۱) شرح مختصر ایساغوجی (۲) شرح میزان منطق (۳) القول الوسیط (۴) شرح سلّم (۵) نظم الفرائد (۶) تعلیقات علی ہدایۃ الفقہ وغیرہ۔ اُنھوں نے جمعہ کے دن ۱۳ صفر ۱۳۳۵ھ/۱۰ دسمبر ۱۹۱۶ء کو انتقال کیا۔ (نزہۃ الخواطر ۸/۴۱۸ - ۴۱۹)

محمد مجتبیٰ شاہ جہاں پوری نے افاداتِ احمدیہ کے اس حصۂ دوم میں جمع کر دیئے ہیں۔

مولوی محمد حسن سنبھلی نے جو فارسی خطوط حضرت محدث امروہیؒ کو لکھے ہیں ان کی عبارت میں تصنع اور تکلف ظاہر ہے۔ ایسا گمان ہوتا ہے کہ اپنی قابلیت کا سکہ بٹھانے کے لئے انھوں نے ثقیل الفاظ کا استعمال کیا ہے۔ اس کے برعکس حضرت محدث امروہیؒ کے خطوں کی زبان سادہ اور بے تکلف ہے۔ نمونہ خط ملاحظہ ہو۔

مولوی محمد حسن سنبھلی:۔

"انجہ ربط و اتحاد فیما بین در سابق بظہور رسیدہ و ایتلافی سالف کہ در تہ دل نشستہ ظاہر و متجلی است، اما احیائے ارض موت بدون تجدد امثال ملاقات متصور نبود بلکہ بغیر استدامت و استمرار ابتہاج مواصلت ظاہر نشود لاکن چوں دریں خصوص وجود تغشیہ اغشیہ ہیولانی و غواشی حواشی جسمانی از تمشیت کارخانہ امضائے اضمار و تبقیت مجاری امرار اعصار مانع تکثر افراد وصال آمد ....."

مولانا احمد حسن محدث امروہیؒ

والانامہ کہ انتخاب صراح و قاموس است رسید، بر مضامینش اطلاع دست داد ملتمس ہائے فقیر اگر بسمع قبول نیامد، دعوئ خویش بادلائل زیب رقم فرمایند ہر چہ بخاطر فاتر خواہد رسید گذارش خواہم نمود جواب مختصر سادہ نبشتم کہ از خدمت طلبا فرصتم نیست"

اس مناظرۂ تحریری میں حضرت محدثؒ نے مولوی محمد حسن کو دعوت دی کہ پہلے وہ

اپنے دعوے کے ثبوت میں دلائل امکان دیں۔ حضرت محدّث امروہیؒ نے لکھا کہ نصوص قطعیہ عموم قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔ مولانا سنبھلی نے کہا کہ امکان پر کوئی نص قطعی نہیں ہے۔ عموم قدرت تا بممکنات ہے، اُنھوں نے عبارت آرائی سے زیادہ سروکار رکھا اور اِدھر اُدھر کے ذیلی مباحث میں اُلجھاتے رہے۔ کوئی خاص اور اہم دلیل نفس موضوع پر نہ لائے۔ اس کے علاوہ ان کے خطوں میں لہجے کی شوخی بھی بڑھتی گئی۔ ایک خط میں لکھا کہ "محض طیِ کتب بکاری نیآید شعور و تمیز ہم می باید"

حضرت محدثؒ نے جواب میں فرمایا کہ یہ انداز گفتگو مناسب نہیں (ورق ۳۱) مولوی محمد حسن نے طنزاً "متبحر" بھی لکھا تھا۔ مولانا امروہیؒ نے لکھا میں نے معقولات کے چند چھوٹے رسالے پڑھے ہیں اور تھوڑی سی مناسبت معقولات سے ہے۔ "آں محروم زہراب یونانیاں نا بگلو کشیدہ اند و آں ہم از دست کرنا بنگے ثانی ارسطو و افلاطون و بوعلی سینا باید گفت تبحر بہ شان و الا می زیبد[1]"

مولوی محمد حسن نے لفظی گرفت بھی شروع کر دی تھی۔ مولانا احمد حسن امروہیؒ نے ایک جگہ سہواً "شغب" کی جگہ "شغف" لکھ دیا تو اس پر فوراً اعتراض کیا اور کہا کہ متناقضین کی جگہ متقابلین کا محل ہے وغیرہ (ورق ۴۲ الف)

یہاں اتنی گنجائش نہیں کہ افادات احمدیہ (حصہ دوم) کے مباحث کی تلخیص کی جائے یا اُن کا جائزہ لیا جائے۔ یہ مناظرہ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اور مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ کے درمیان بھی ہوا تھا اور اس موضوع پر مرزا غالبؔ

---

[1] یہ مولانا فضل حق خیرآبادی اور اُن کے خانوادے کی طرف اشارہ ہے

نے بھی ایک مثنوی لکھی تھی جو ان کی کلیات فارسی میں موجود ہے۔
مولوی محمد حسن نے آخر میں معذرت کر لی تھی اور لکھا تھا: "از آئندہ ایں عاصی را خادم وخود را مخدوم پندار ند وسینۂ خود را از شائبۂ غل وتکدر پاک دار ند۔"
حضرت محدث امروہیؒ نے اس مناظرہ کا آخری خط ۱۶ رشوال ۱۲۹۰ھ کو لکھا۔

"دیروز کہ روز شنبہ بود صلح نامہ از طرفِ اوشاں رسید
مورثِ مسرت ہا گردید۔ مولانا ایں چہ ارشاد است کہ از آئندہ
ایں عاصی را خادم ..... صاف دارند من ہیچمداں بر تبۂ خدام
عالی ہم نمی رسم تا بمرتبۂ سامی چہ رسد بہ نسبت ایں ناکارہ ایں
چنیں کلمات تحریر فرمودن بے وجہ نادم ومحجوب ساختن است
بالیقین دانند کہ دریں تحریر و تقریر ہیچ غبارے بدامانِ جانم نرسیدہ است۔" (ورق ۸۸ ب)

۳- ازالۃ الوسواس | حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے رسالہ "تحذیر الناس عن انکار اثر ابن عباس" پر جو اعتراض ہوئے ان کے جواب میں مولانا احمد حسن محدث امروہیؒ نے رسالہ "ازالۃ الوسواس" لکھا یہ ۲۳ اوراق پر مشتمل ہے۔ سائز ۶ × ۱۱ مسطر ۱۵۔ ترقیمہ میں کاتب کا نام نہیں ہے مگر اس کا خط بھی وہی ہے جو "افاداتِ احمدیہ حنفیہ" دوم کا ہے۔ اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ مولوی امجد علی نے نقل کیا ہے۔ تاریخ اتمام کتابت ۲ ربیع الثانی ۱۲۹۲ھ درج ہے۔
اس کا قلمی نسخہ بھی حضرت مولانا کچھلاودیؒ کے کتب خانہ سے حاصل ہوا ہے۔
"تحذیر الناس" میں حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے مروی ایک روایت کی عقلی ونقلی تشریح اور زمینوں کے سات طبقے ہونے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے پر دلیلیں دی گئی ہیں۔ اس پر مولانا نانوتویؒ نے رسالہ

"اجوبۂ اربعین" بھی لکھا تھا جو علمائے رامپور کے اعتراضات کے جواب میں تھا۔

۴۔ رسالۂ المعلومات الالٰہیہ | یہ دو ورقوں کا مختصر رسالہ عربی زبان میں ہے اسے حضرت مولانا پھلاودیؒ نے اپنے قلم سے نقل کیا ہے اور ترقیمہ میں لکھا ہے۔

" رسالہ معلومات الٰہیہ کہ بس متنِ متین است مسودۂ پارینہ اش مولوی عبدالحیٔ صاحب بریلوی کہ یکے از مریدان حاجی صاحب قبلہ سلمہ اللہ تعالیٰ ہستند بمن دادہ بودند۔ من نقلش بر داشتم"

حررہ الحافظ الکبیر الشہیر بعبد الغنی الفہلاودی غفر اللہ ذنوبہ وستر عیوبہ ۔ ۱۹ جمادالاولیٰ روز پنجشنبہ ۱۳۱۷ھ نبشتہ شد۔

اس رسالہ کا موضوع توحید وجودی ہے۔

(ت) فتاویٰ | حضرت محدث امروہیؒ کے پاس شہر اور مضافات سے تو فتاویٰ اور استفتا آتے ہی تھے ہندوستان کے دور دراز علاقوں سے بھی استفتا وصول ہوتے تھے اور آپ اُن کا جواب تمام عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ اپنے اُستاذ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے انداز میں کبھی اُردو میں کبھی فارسی میں تحریر فرماتے تھے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بیرونِ ہند سے بھی بعض سوالات آتے تھے۔ ان مکتوبات میں ہے کہ ایک سوال یورپ کے ملک آسٹریا سے انگریزی میں آیا تھا حضرت نے اس کا جواب لکھا اور ظاہر ہے کہ انگریزی میں ترجمہ کرا کر بھیجا ہوگا۔

آپ کے فتاویٰ باضابطہ مرتب نہ ہوسکے مگر حضرت مولانا پھلاودیؒ کے کتب خانہ میں ایک قلمی مجموعہ ہے جس میں آپ کے چند خطوط اور بعض فتاویٰ

جمع کئے گئے ہیں۔ ایک بیاض قلمی جو آپ کے اِن فوائد درس پر مشتمل ہے جنھیں بعض شاگردوں نے قلم بند کر لیا تھا، اس میں بعض فتاویٰ موجود ہیں۔ مدرسہ عالیہ فرقانیہ رامپور میں خود حضرت امروہیؒ کے قلم سے لکھے ہوئے بعض فتاویٰ محفوظ ہیں۔ ان میں سے چند فتاویٰ اس مجموعہ میں بھی پائے جاتے ہیں جو کتب خانہ کھیلاودہ میں ہے یا اس بیاض میں ہیں جو حضرت مولانا فریدیؒ کے ذخیرے میں ہے۔

آپ کے فتاویٰ میں عقلی و نقلی دلیلیں کیسی وضاحت سے دی جاتی ہیں۔ اس کے نمونہ کے طور پر ایک فتوے کی صرف تلخیص یہاں پیش کرتا ہوں

فتویٰ بابت جنّتی دروازہ کسی شخص نے سوال کیا کہ ایک دروازہ بنام جنتی دروازہ[۱] نام زد ہے جس کی نسبت اکثر عام لوگ یہ عقیدہ بیان کرتے ہیں کہ یہ دروازہ فلانے مزار بزرگ کا دروازہ ہے

---

[۱] پاک پتن (ضلع ساہیوال پاکستان) میں حضرت بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ کے مزار مبارک کا جنوبی دروازہ "جنتی دروازہ" کہلاتا ہے اسکی حقیقت یہ ہے کہ حضرت بابا صاحب کو اسی حجرے میں دفن کیا گیا تھا جہاں وہ عبادت کرتے تھے۔ قبر کے لئے پکی اینٹوں کی ضرورت ہوئی تو حجرے کی جنوبی دیوار سے اینٹیں نکالی گئیں۔ حضرت نظام الدین اولیاؒ دہلی سے تشریف لے گئے تو انھوں نے جنوبی سمت میں ایک نیا دروازہ بنوادیا۔ عوام میں یہ جنتی دروازہ مشہور ہوگیا اور لوگ یہ سمجھنے لگے کہ اس دروازہ سے گزر جانا ہی سبب دخول جنت ہوجاتا ہے۔ حضرت امروہیؒ نے جس احتیاط اور توازن کے ساتھ اپنی دلائل شرعیہ بیان کی ہیں وہ اُن کے علمی تبحر اور احترام شریعت کے علاوہ اولیاء اللہ سے محبت پر بھی دلالت کرتی ہیں۔

اور اُنھوں نے بعد اپنے انتقال کے اپنے خاص خلیفہ کو الہاماً یہ ہدایت فرمائی ہے۔ کہ میرے[1] اس دروازے سے جو شخص بہ نیتِ زیارت ایک دفعہ بھی نکل جائیگا اس پر نارِ دوزخ حرام ہوجائے گی۔ پس اہلِ اسلام کو فقط اس بنا پر شہرت پر اس کی زیارت یا اس سے برکت حاصل کرنا۔ بہ نیتِ خلاصی اُس سے گزرنا اور سال تمام اُس کے عُرس[2] مثل بزرگانِ دین کے کرنا از روئے شریعت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم جائز ہے یا نہیں اور برتقدیر عدم جواز ایسے افعال کے مرتکب پر شرع سے کیا حکم عائد ہوگا؟

حضرت محدث امروہیؒ نے اس سوال کا جو جواب تحریر فرمایا ہے اسکی تلخیص یوں ہے۔

"کرامات الاولیاء حق" ایک مسئلہ مسلمۂ اہلِ حق ہے اولیائے کرام و مقربانِ درگاہِ خداوندی کی کرامات کو حق سمجھنا اور اُن کے ساتھ باصدقِ قلب و اخلاص دلی عقیدت و محبت رکھنی اور اُن میں سے ہر بڑے چھوٹے کی تعظیم و تکریم اپنے ذمہ سمجھنی مقتضائے ایمان ہے۔ فرماتے ہیں: مَن أحبَّ لِلّٰہِ وَأبغض لِلّٰہِ فقد استکمل ایمانہ عام اہلِ اسلام کے ساتھ جب لوجہ اللہ محبت رکھنی از جملۂ کمالِ ایمان ہے۔ ان خاصانِ خداوندی کے ساتھ محبت اور عقیدت رکھنا بدرجۂ اولیٰ واز جملہ آثارِ کمالِ ایمان ہوگا لاریب ...... یہ حضرات تا بمقامِ مشاہدہ واصل ہوئے .... بالخصوص حضرت فرید شکر گنج کہ یگانۂ وقت تھے و فرید زماں۔

---

[1] ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ خود صاحب مزار نے بذریعہ الہام ہدایت کی ہو
[2] اس دروازے کا کوئی عُرس بھی نہیں ہوتا ہے اور نہ کسی قسم کی کوئی رسم انجام دی جاتی ہے۔

ان بزرگوں سے خوارقِ عادات کا صادر ہونا بے شبہ مستبعد نہیں ہے لیکن ہر شے کا حُسن وجمال اس وقت تک محفوظ رہتا ہے کہ وہ شے اپنے اندازے پر رہے اور مرتبۂ مقررہ سے متجاوز نہ ہو ورنہ وہ شے جو حَسن تھی قبیح اور محمود تھی مذموم ہوجاوے گی۔ ...... یہ حسن وخوبی اس وقت تک محفوظ ہے کہ یہ عقیدت ومحبت اپنے مرتبہ تک رہے اور وے حضرات اپنے اپنے مرتبہ تک یعنی منصبِ ولایت اور مرتبۂ عبودیت سے متجاوز نہ ہوں۔ یہ نہ ہو کہ افراطِ محبت میں ان حضرات کو مرتبۂ الوہیت صراحۃً ثابت کیا جاوے یا مرتبہ نبوت ورسالت یا وہ کرامات اور وہ خوارقِ عادات اُن کی حضراتِ عالیہ سے صادر سمجھیں جن سے ان حضرات کا فاعلِ مختار یا کارخانۂ قدرتِ اللہ میں دخیل ہونا ثابت ہو...... آستانۂ حرم کعبہ و دروازۂ حرم محاری ......
ایک انوارِ الوہیت کا مورد، دوسرا تجلّیاتِ رسالت کا مظہر اس کو اگر جزوِ اول ایمان یعنی لا الٰہ الا اللہ سے وابستگی تو اس کو جزوِ ثانی محمد رسول اللہ سے پیوستگی، وہ دونوں آستانے عالیہ و دربائے مقدسہ لائق اس کے نہ ہوں اور نہ ہوئے کہ اُن کے داخل ہونے والے کو خواہ مخواہ مستحقِ دخولِ جنت سمجھا جاوے ......
لہذا اس اعتقادِ خام کا ایک الہام قرار دیا گیا ہے

اور کتبِ عقائد میں یہ مسئلہ جزئیہ موجود کہ الہام از جملہ حجج شرعیہ نہیں اور جس قدر بھی حجت ہو سکتا ہے خود حق ملہم علیہ حجت ہو سکتا ہے نہ بحق غیر۔ اور وہ بھی بشرط صحت الہام اور صحت الہام مطابقتِ اصولِ شرعیہ پر موقوف۔ اگر مطابق اصولِ شرعیہ ہو معتبر ورنہ الہام خود غلط اور نامعتبر ہے مبنیٰ کسی اعتقادِ صحیح شرعی اور عقیدۂ صحیح کا کیونکر ہو، مع ہذا اعتقادیات کہ اخبار احاد و احادیثِ ضعاف سے نیز ثابت نہیں کر سکتے چہ جائیکہ ایسے الہامات سے ...... اگر اس الہام کو صحیح مانا جائے تو مبنیٰ و منشاء اس کرامت خاصہ کا وہ برکات ہیں جو کسی مقرب کے مرقدِ مقدس سے والبتہ ہیں۔ بمطلب یہ ہے کہ مقرب کے مزارِ قدس کی حاضری اور اس کے مزار پر انوار کی زیارت سببِ دخول جنت ہے حتیٰ کہ دروازۂ مزار میں داخل ہوتے ہی داخل ہونے والا مستحق دخولِ جنت ہو جاتا ہے، ایسے خیالاتِ خام کو اعتقادیات میں شامل کرنا عین جہالت پر مبنی ہے، ایسے اعتقادات کسی طرح جائز نہیں " [1]

فتاویٰ احمدیہ قلمی | حضرت محدث امروہیؒ کے قلم سے لکھے ہوئے چند فتاویٰ کتب خانہ مدرسہ فرقانیہ رام پور میں بھی محفوظ ہیں (مخطوطہ نمبر ۲۵) ان میں سے بعض اس بیاض میں بھی ہیں جو مولانا فریدیؒ کے ذخیرۂ ذاتی سے تعلق رکھتی ہے۔ ایک مجموعہ مخطوطہ نمبر (۱۶۲) ایسا ہے جس میں مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ولادت ۱۲۴۴ھ ۱۸۲۹ء وفات ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۵ء) چند فتاویٰ حضرت امروہیؒ نے اپنے قلم سے لکھ کر جمع کیے ہیں (تعداد صفحات ۲۹) ایک اور مجموعہ میں (مخطوطہ ۱۶۱) مولانا احمد حسن امروہیؒ کے قلم سے حضرت گنگوہیؒ کی بعض تقاریر قلم بند ہوئی ہیں۔ (صفحات ۱۸) کتب خانہ کھیلا دوہ سے جو مواد ملا ان میں ایک مجموعہ (قلمی) ۱۰۸ صفحات پر

---

[1] اس فتویٰ کا مکمل متن بیاضِ احمدی (قلمی) میں موجود ہے یہ خود حضرت محدث امروہیؒ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے جو مدرسہ فرقانیہ رامپور کے کتب خانہ میں بھی پایا جاتا ہے۔

مشتمل ہے۔اس کے مشمولات یہ ہیں ۔

(۱) اقتباس المصابیح فی سنۃ التراویح ۔ص ۱ تا ۱۰ بصورتِ خط بنام مولوی قطب الدین ۔

(۲) فتویٰ درباب "جنتی دروازہ" ص ۱۰ تا ۱۷

(۳) خط بنام مولوی سراج الدین ۔ ص ۱۸ تا ۲۶

(۴) العجالۃ فی اثبات التوحید والرسالۃ (بطور خط) ص ۲۶ تا ۴۸

(اس کے آخر میں ایک فارسی قطعۂ تاریخ نوشتہ مولانا بھلا ودی ہے جس میں "لَا نِدَّ لَہٗ وَلَا نظیر" سے تاریخ ۱۳۱۷ھ برآمد ہوتی ہے ۔)

(۵) خط مولوی عبدالرحمٰن خورجوی بنام مولانا احمد حسن محدثؒ ص ۴۹ تا ۵۳ درتحقیق مسئلہ سجدۂ تحیۃ ۔جواب ازطرف محدث امروہیؒ ص ۵۴ تا ۵۸

(۶) استفتار درباره عرس وجواب آں ۔ص ۵۹ تا ۷۹

(۷) استفتار دربارۂ امکان کذب باری تعالیٰ ص ۸۰ تا ۸۹

(۸) سوالات ازجانب شیعہ وجوابِ آں ص ۹۰ تا ۱۰۸

(۹) فتویٰ اباحتِ ربٰو فی بلاد الہند ص ۱۰۹ تا ۱۱۴

(۱۰) (اس فتوے پر دوسرے علمار کے بھی دستخط ہیں)

(۱۰) فتویٰ درنکاح فیما بین سُنی وشیعہ ص ۱۱۴ تا ۱۱۸

(اس پر مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور مولانا لطف اللہ علی گڑھیؒ وغیرہ علمار کے بھی دستخط ہیں)

(۱۱) رقعاتِ محدث امروہیؒ درفارسی ص ۱۱۸ تا ۱۲۵

(۱۲) خط بنام پادری جارج بیلی ۔ درجواب بعض سوالات ص ۱۲۵ تا ۱۲۹

(۱۳) خط بنام سید محمد خادم حسین ص ۱۲۹ تا ۱۳۳

(ج) مناظرے | (۱) مناظرۂ گلاوٹھی

۱۳۱۷ھ - ۱۳۱۸ھ/ ۱۹۰۰-۱۸۹۹ء میں ایک مناظرہ گلاوٹھی ضلع بلند شہر میں ہوا تھا۔ مولانا حکیم سید سراج احمد میرٹھی، اہل تقلید کی جانب سے اور مولوی حمید اللہ متوطن سراوہ ضلع میرٹھ غیر مقلدین کے نمائندہ تھے اس میں مولانا محمد انور شاہ کشمیری نے مقلدوں کی جانب سے اور مولوی عبدالوہاب نابینا دہلوی نے اہلحدیث کی طرف سے حصہ لیا تھا۔

اس مناظرہ کی ۳۴ صفحات پر مشتمل روداد "السراج الانور لفاقدی الحیاء والبصر الملقب بکشف الغشاوۃ عن ابصار اہل الغباوۃ فی اسکات مجتہد السرؤ" نامی پریس میرٹھ سے شائع ہو چکی ہے (رجب ۱۳۱۸ھ/اکتوبر ۱۹۰۰ء)

موضوعِ مناظرہ مسئلہ فاتحہ خلف الامام تھا۔ اوّل تو اس موضوع پر مولانا سراج احمد اور مولوی حمید اللہ کے درمیان مراسلت ہوتی رہی، پھر محرم ۱۸ھ اپریل ۱۹۰۰ء میں اہل حدیث نے زبانی مناظرے کی دعوت دی۔ آخر یہ طے ہوا کہ فریقین اپنے علماء کو بلالیں۔ پنجم ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ/ ۲۹ جولائی ۱۹۰۰ء روز یکشنبہ مناظرے کی تاریخ طے کی گئی۔ مناظرہ سراوہ میں ہونا تھا لیکن

کسی نے حکام ضلع کو گمنام خطوط لکھے کہ فساد کا اندیشہ ہے اور دیوبند، امروہہ، مراد آباد وغیرہ سے آنے والے حضرات کو یہ جھوٹی اطلاع بھیجدی کہ مناظرہ صرف مولوی سراج احمد اور مولوی حمید اللہ کے درمیان ہے اور کسی کو بولنے کی اجازت نہیں ہے فساد کا بھی اندیشہ ہے۔ اس لئے آپ حضرات شریک نہ ہوں۔ آخر حکیم عزیز الدین نے ذمہ داری لی کہ مناظرہ گلاوٹھی میں ہوگا۔

اس میں شرکت کے لئے مولانا انور شاہ کشمیری، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی مولانا خلیل احمد سہارنپوری، مفتی عزیز الرحمٰن عثمانی، مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ اور مولانا حافظ عبد الرحمٰن امروہیؒ بھی تشریف لائے۔ مناظرہ مولانا انور شاہ کشمیری اور مولوی عبد الوہاب نابینا کے درمیان ہوا۔ رودادِ مناظرہ سے یہ اندازہ تو نہیں ہوتا کہ حضرت محدث امروہیؒ نے اس میں براہِ راست حصّہ لیا، مگر مناظرہ سے اگلے دن منشی سید محمد مہربان علی کے دولت کدہ پران سب علماء اور باشندگان گلاوٹھی کے سامنے حضرت امروہیؒ کا وعظ ہوا۔ اس میں آپ نے فاتحہ خلف الامام کے موضوع پر بھی عالمانہ انداز میں روشنی ڈالی۔ تقریر کا وہ حصہ مولانا سراج احمد کا قلم بند کیا ہوا، اسی رودادِ مناظرہ میں درج ہوا ہے[۵]۔ اس کا مختصر سا نمونہ درج کیا جاتا ہے:

"لَا صَلٰوۃَ لِمَن لَّمْ یَقْرَأْ بِاُمِّ الْقُرْاٰن" کا مفہوم صرف اس قدر ہے کہ ہر مصلّی کو قرأتِ فاتحہ کی ضرورت ہے۔ رہا یہ امر کہ ہر مصلّی کو بالذات قرأت کی ضرورت ہے یا کوئی دوسرا قرأت کرے تو مقتدی بری الذمہ ہو سکتا ہے یا نہیں، اس امر سے حدیث موصوف ساکت ہے چنانچہ

---

[۵] السراج الانور ص ۱۰۱ تا ۱۰۷

حدیث مَن کَانَ لَہٗ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ ؔ
نے اس مضمون کی اچھی طرح تشریح فرمادی کہ قرأۃ امام بعینہٖ
قراۃ مقتدی ہے۔ ہر مصلّی کو قرأۃ کی بالذات ضرورت نہیں
...... حدیث شریف میں وارد ہے اِذَا صَلّی احدکم فلیجعل
تلقاء وجھہ شیئًا۔ یعنی جب کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے
مُنہ کے سامنے کوئی شئے کھڑی کرلے (سترہ)۔
حدیث مذکورسے بوضاحت معلوم ہوتا ہے کہ ہر مصلّی
کو سترہ کی ضرورت ہے امام ہو یا منفرد ہو یا مقتدی بمگر حضرت
عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ سترۃ الامام
سترۃ المقتدی (یعنی سترہ امام کا بعینہٖ سترہ مقتدی کا ہے) اور
اس امر میں کسی کو اختلاف نہیں ہے"

۲۔ **مناظرہ نگینہ** | یہ مناظرہ ۵ جون ۱۹۰۴ء سے ۷ جون ۱۹۰۴ تک
علماء اسلام اور آریہ سماجی پنڈتوں کے درمیان نگینہ
ضلع بجنور میں ہوا۔ اس کی مکمل رُوداد "رکوب السفینہ فی مناظرۃ النگینہ" نوشتہ
حکیم ارتضیٰ علی نگینوی مطبع اہل حدیث امرتسر سے ۱۹۰۴ء ہی میں شائع ہوئی تھی۔
جو ۲۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ اُس کے آخر میں قطعات تاریخ بھی ہیں جن میں ایک
قطعہ (ص ۱۹۳) پر مولوی عبدالغنی پھلاودیؒ کے قلم سے ہے۔ اس مناظرے میں مولانا
سید احمد حسن محدث امروہیؒ بھی تشریف لے گئے تھے مصنف رکوب السفینہ نے لکھا ہے

"جب مولانا احمد حسن صاحب امروہی مدظلہ العالی نے مذہب اسلام
کی خوبیاں بیان کرنا شروع کیں تو تمام پنڈال پر ایک سکتے کا عالم

تھا۔ حاضرین کی نگاہیں مولانا موصوف کی طرف لگ رہی تھیں اور چاروں طرف سے سبحان اللہ کے نعروں کی آوازیں آرہی تھیں"۔[۵۱]

حضرت محدث امروہیؒ کی تقریر ۱۲ جون ۱۹۰۴ء کو ۸ بجکر ۱۵ منٹ پر شروع ہوئی اور ۱۰ بجکر کچھ منٹ پر ختم ہوئی۔ اس کا پورا متن رکوب السفینۃ میں دیا گیا ہے (ص ۴۲ تا ۱۴۸) تقریر کا مختصر سا اقتباس بطور نمونہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔

"صاحبو! بات یوں ہے کہ ہم اور آپ اور تمام بنی آدم تین حال سے خالی نہیں، بعض وہ جو راہِ مستقیم پر یعنی اسی راہ اور اسی سڑک پر جو ہمارے مقصودِ اصلی تک موصل ہو اور ہم کو تا بہ مقصود پہنچادے مضبوطی کے ساتھ قائم ہیں اور مستعدی کے ساتھ اُس پر چل رہے ہیں اور کسی حال اپنے قدم کو اس راستے سے نہیں ہٹاتے اور بعض وہ کہ سڑکِ مقصود اور راہِ مطلوب کو چھوڑ کر بالکل بے راہ ہو گئے ہیں اور بعضے وہ کہ گو وہ سڑکِ مقصود پر چل رہے ہیں مگر نہ باایں استقامت و مستعدی و نہ باستقلال و ثبات قدمی بلکہ گرتے پڑتے، ٹھوکریں کھاتے راہِ مقصود کو طے کرتے ہیں"[۵۲]

۲۔ مناظرۂ رام پور

مناظرہ رام پور قادیانیوں سے ہوا تھا۔ اس کی مختصر روداد یہ ہے کہ امروہہ کے ایک صاحب حکیم محمد احسن قادیانی ہو گئے تھے، اس فرقے کی اہم شخصیات میں اُن کا شمار تھا۔ محمد حسن نے اپنے محلے کے چند افراد کو بھی اپنا ہم عقیدہ بنا لیا۔ حکیم آلِ محمد جو مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

---

[۵۱] ارتضیٰ علی: رکوب السفینۃ فی مناظرۃ النگینۃ (ص ۲۷-۲۸)
[۵۲] رکوب السفینۃ ص ۱۴۳

سے بیعت تھے۔ وہ بھی اس قریب میں آگئے۔ اسی طرح سید بدرالحسن حضرت محدثؒ کے شاگرد تھے انھوں نے بھی حکیم محمد احسن کی ہم نوائی شروع کر دی حضرت محدث نے اس فتنہ کو سر اُٹھاتے دیکھا تو بے چین ہوگئے اور ہر محاذ پر جہاد شروع کر دیا علمائے شہر نے مناظرہ کرنا چاہا تو محمد احسن نے کہا کہ "احمد حسن میرے مقابلہ پر آئے"۔ حضرت محدثؒ نے پیغام بھیجا کہ حضرت مرزا کو بلایئے، صرف راہ میرے ذمہ، یا مجھ کو لے چلئے میں خود اپنے صرف کا متکفل ہوں گا۔ بسم اللہ آپ دونوں مل کر مجھ سے مناظرہ کر لیجئے۔ یا میرے طلبہ سے مناظرہ کیجئے ان کی مغلوبی میری مغلوبی"۔

اس زمانے میں حضرت محدثؒ ہر جمعہ کو جامع مسجد میں وعظ فرماتے اور موضوع اکثر ردِّ قادیانیت ہوتا تھا۔ ۲۸ فروری ۱۹۰۳ء (جمعہ) کے وعظ میں حضرت نے علی الاعلان فرمایا۔

"مرزا صاحب کو کوئی صاحب لوجہ اللہ غیرت دلائیں، کب تک خلوت خانہ میں چوڑیاں پہنے بیٹھے رہوگے، میدان میں آؤ اور اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کا تماشا دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم سے دجّالِ اُمت کی سرکوبی کے واسطے موجود ہیں"

ایسے وعظوں کا شہر میں بھی بہت اثر ہوا۔ حضرت محدثؒ نے اپنے شاگرد رشید سید بدرالحسن کو بلایا، یا وہ خود آئے تو اُن سے فرمایا۔ "مولوی بدرالحسن تم ہمارے روحانی طبیب ہو۔ ہمیں غرور ہو چلا تھا کہ ہمارا شاگرد اور ہمارے پاس بیٹھنے والا باطل میں گرفتار نہیں ہو سکتا۔ تم نے ہمارا غرور توڑ دیا"۔

نہ معلوم حضرت نے کس جذبہ سے یہ الفاظ فرمائے کہ مولوی بدرالحسن زار زار رونے لگے اور قدموں پر سر رکھ دیا۔ یہ اپنے عقیدۂ باطل سے تائب ہوگئے تھے اور

مناظرۂ رامپور میں حضرتؒ کے ساتھ موجود تھے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک رسالہ دافع البلاء کے نام سے لکھا تھا اُس میں حضرت محدث امروہیؒ کے بارے میں لکھا:

"...... اگر مولوی احمد حسن صاحب کسی طرح باز نہیں آتے تو اب وقت آگیا ہے کہ آسمانی فیصلے سے اُن کو پتہ لگ جائے یعنی اگر وہ درحقیقت مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں اور میرے الہامات کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں، نہ خدا کا کلام، تو سہل طریق یہ ہے کہ جسطرح میں نے خدا تعالیٰ سے الہام پاکر" اِنّہٗ اٰوی القریۃ لولا الاکرام لھلک المقام وہ اِنّہٗ اٰوی الامروھا لکھ دیں......

...... پس جس حالت میں میری دُعا قبول کرکے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ میں قادیان کو اس تباہی (وبائے طاعون) سے محفوظ رکھوں گا خصوصاً ایسی تباہی سے کہ لوگ کتّوں کی طرح طاعون کی وجہ سے مریں......

...... اسی طرح مولوی احمد حسن صاحب کو چاہیئے کہ اپنے خدا سے جس طرح ہوسکے امروہہ کی نسبت دعا قبول کرالیں کہ وہ طاعون سے پاک رہے گا۔"[۱]

خلاصہ یہ تھا کہ قادیان طاعون سے محفوظ رہیگا اور جو کوئی مرزا کو سچّا نبی ماننے گا اس کا شہر بھی محفوظ رہے گا۔ جو مرزا کی تکذیب کریگا اُس کی بستی میں طاعون پھیلے گا۔ اُس زمانے میں جگہ جگہ یہ وبا پھیل رہی تھی اور عوام خوف زدہ تھے۔ اس نفسیات کا مرزا نے فائدہ اٹھانا چاہا۔ مولانا امرتسری نے اپنے رسالے "الہاماتِ مرزا" میں

[۱] رسالہ دافع البلاء ص ۱۵ تا ۱۸ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان تالیف اپریل ۱۹۰۲ء

ان سب دعوؤں کی قلعی کھول دی ہے۔ اسی سال دسمبر (۱۹۰۲ء) قادیان بھی طاعون کی لپیٹ میں آگیا اور قادیانیوں کا سالانہ اجتماع موقوف کرنا پڑا۔ قادیان کی آبادی ۲۸۰۰ تھی۔ اس میں سے اپریل سنہ ۱۹۰۴ء تک ۳۱۳ آدمی طاعون سے مرچکے تھے۔ بہت سے اِدھر اُدھر بھاگ گئے تھے۔ قادیان ویران پڑا تھا۔

رام پور میں مولانا محمد علی جوہر کے بڑے بھائی ذوالفقار علی گوہر قادیانی ہوگئے تھے[۱] اُن کے چچازاد بھائی احمد علی خاں شوق (مؤلف تذکرۂ کاملانِ رامپور) سے اُن کا مباحثہ ہوا کرتا تھا۔ نواب حامد علی خاں والیٔ رامپور کو اس بحث و مباحثہ کا حال معلوم ہوا تو اُنھوں نے دونوں فریقوں کے علماء کو ریاست کے خرچ پر آنے، اور مناظرہ کرنے کی دعوت دی ۔ ۱۵ رجون مناظرہ کی تاریخ طے ہوئی۔ مسلمانوں کی طرف سے حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت حافظ محمد احمد نانوتویؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ، مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ وغیرہ کو مدعو کیا گیا۔
قادیانیوں کی نمائندگی حکیم محمد احسن امروہوی، خواجہ کمال الدین، مولوی سرور شاہ، مبارک علی، قاسم علی، محمد علی، یعقوب علی، روشن علی، محمد یعقوب خاں کررہے تھے۔
حضرت امروہیؒ نے اپنے ایک مکتوب (نمبر) مورخہ ۱۹ جمادالاولیٰ ۱۳۲۷ھ مطابق ۹ رجون ۱۹۰۹ء موسومہ مولانا عبدالغنی پھلاودیؒ میں اسی مناظرے کا

---

[۱] یہ عجیب اتفاق ہے کہ اس صدی میں ہندوستانی مسلمانوں کی تین بڑی شخصیات کے بھائی قادیانی ہوگئے تھے یعنی مولانا ابوالکلام کے بھائی ابوالنصر غلام یٰسین آہ، محمد علی جوہر کے بھائی ذوالفقار علی گوہر اور شاعرِ مشرق علامہ اقبال کے بھائی شیخ عطا محمد۔

ذکر کیا ہے حضرت امروہیؒ ۱۱؍جون ۱۹۰۹ء (جمعہ) کو رام پور تشریف لے گئے منگل ۱۵؍جون ۱۹۰۹ء) سے مناظرہ شروع ہوا۔ مسئلہ وفاتِ مسیحؑ موضوع مناظرہ تھا۔ مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے قادیانیوں کے دانت کھٹے کر دیئے۔ قادیانی مناظرہ چھوڑ کر بھاگ گئے اور مرزا کی نبوّت کا ثبوت نہ دے سکے۔

اس مناظرے کی خبریں رامپور کے مشہور اخبار "دبدبۂ سکندری" کے دو شماروں میں چھپی تھیں۔ اس کے فائل "رضا لائبریری" رامپور میں محفوظ ہیں۔

اس محفلِ مناظرہ میں حضرت محدّث امروہیؒ نے نہایت عمدہ تقریر فرمائی تھی مناظرہ کا فیصلہ ۲۲؍جون ۱۹۰۹ء کے "دبدبۂ سکندری" میں چھپا جس پر تمام علماء کے دستخط ہیں۔

وفات:- حضرت محدّث امروہیؒ نے مرضِ طاعون میں مبتلا ہو کر ۲۹ ربیع الاوّل ۱۳۳۰ھ (۱۸؍مارچ ۱۹۱۲ء) منگل کی شب میں ۱۱ بجے اپنے وطن امروہہ میں انتقال فرمایا۔ "شہیدِ اعظم" مادۂ تاریخِ وفات ہے۔ نمازِ جنازہ حافظ محمد احمد صاحب (فرزند قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ) نے پڑھائی اور جامع مسجد امروہہ کے صحن میں جانبِ جنوب دفن ہوئے۔ یہیں آپ کے شاگرد حضرت حافظ عبدالرحمٰن صدیقیؒ بھی مدفون ہیں۔[1]

حضرت محدّث امروہیؒ کے تین نکاح ہوئے۔ پہلی زوجہ آپ کے عمِ محترم حکیم سید مہدی حسن کی دختر تھیں جن کے بطن سے دو دختران اور آپ کے اکلوتے فرزند سید محمد عرف بنے میاں ہوئے۔ زوجۂ اولیٰ کے انتقال کے بعد نکاحِ ثانی مولانا آلِ حسن مودودی (متوفی ۱۳۰۶ھ) مصنف "تحفۃ التواریخ" کی دختر سے ہوا۔

---

[1] بحوالہ تذکرۂ بدرِ چشتیہ مؤلفہ خورشید مصطفیٰ رضوی

جن سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ تیسرا نکاح سید احمد حسن کی دختر (داماد غفورالحسن کی بیوہ بڑی بہن) سے کیا تھا، ان سے بھی کوئی اولاد نہ تھی۔

حضرت کے دوسرے داماد مولوی رضا حسن تھے۔ مولوی سید محمد عرف بنّے میاں متوفی ذی الحجہ ۱۳۹۸ھ/ نومبر ۱۹۷۸ء) کے آٹھ فرزندان میں سے ڈاکٹر وقار احمد صاحب رضوی (کراچی یونیورسٹی) اور مشہور شاعر زبیر رضوی (دہلی) ہیں۔

حضرت کا حلیہ مبارک[۱] "میانہ قد، دوہرا جسم، خوبصورت و حسین چہرہ، داڑھی پر آخر میں وسمہ و مہندی کا خضاب لگاتے تھے اُن کا حُسن مشہور تھا۔ حضرت مولانا تھانوی نے کسی موقعہ پر فرمایا ہے کہ ایک صاحب (غالباً الٰہ آباد کے) جب کسی ذی کمال کے متعلق تعریفی کلمات ادا کرتے تھے تو یہ کہا کرتے تھے کہ "میں فلاں شخص کے فلاں کمال کی رجسٹری کرتا ہوں"۔ مثلاً شاہ محمد سلیمان پھلواری مرحوم مثنوی مولانا رُوم بہت عمدہ انداز میں پڑھتے تھے، اُن کے متعلق کہتے تھے کہ "میں اُن کی خوش الحانی کی رجسٹری کرتا ہوں"۔ حضرت محدّث امروہی کے متعلق وہ صاحب کہا کرتے تھے، "میں اُن کے حسن کی رجسٹری کرتا ہوں"۔ دینی عظمت و شوکت کے ساتھ ساتھ سراپا حُسن اور مجسّم محبوبیت تھے۔ اُن کے بعض دیکھنے والے اُن کے حُسن و جمال اور فضل و کمال کو یاد کر کر کے آبدیدہ ہوجاتے ہیں۔۔۔۔۔

لباس عمدہ اور نفیس پہنتے تھے مگر بعض اوقات سفر میں معمولی کپڑے زیب تن فرمانے میں بھی عار نہ تھی۔ معمولی سے معمولی کپڑا بھی حضرت کے جسم مبارک پر زیب دیتا تھا۔ عمامہ ایک خاص طرز پر باندھتے تھے جو بہت ہی خوشنما معلوم ہوتا تھا۔ عینک لگاتے تھے۔

---

[۱] مولانا نسیم احمد فریدی: حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہی، رسالہ دارالعلوم دیوبند شوال ۱۳۷۳ھ/ جولائی ۱۹۵۴ء

سیرت اور اخلاق آپ اخلاقِ حسنہ کے نمونہ تھے۔ اتباعِ سنت کا خاص اہتمام تھا۔ ہاں دین کی حمایت میں غصہ اور جلال نمودار ہوجاتا تھا۔ تواضع، مہمان نوازی، شفقت علی الخلق اور صلہ رحمی میں فرد تھے۔ علم کا وقار اور دین کی عظمت قائم رکھنے کے لئے خودداری کے ساتھ رہتے تھے۔ اپنے شاگردوں سے انتہائی شفقت سے پیش آتے تھے ...... عوام الناس سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، مریضوں کی عیادت کے لئے جاتے تھے۔ شہر میں وعظ کے لئے جب کوئی بلاتا تھا بلا تکلف اس کے گھر پر پہنچکر وعظ فرماتے۔ اولیاء اللہ سے خاص عقیدت اور والہانہ محبت تھی۔ اپنے وطن کے بزرگانِ دین کے مزارات پر کبھی کبھی برائے فاتحہ حاضر ہوتے تھے۔ زندہ اہلِ ذکر اور صاحبِ حال بزرگوں سے اچھے روابط تھے، انگریز اور اس کی تہذیب کے سخت مخالف تھے۔ درس میں بعض اوقات فرماتے کہ کونسا وقت آئے گا کہ میرے ہاتھ میں تلوار ہوگی اور ان کیری آنکھوں والوں (انگریزوں) سے جہاد کروں گا [۱]

مکتوبات سید العلماء کے بعض اہم مشمولات حضرت محدث امروہی کے اوقات کا بیشتر حصہ طلبہ کی تعلیم و تربیت میں صرف ہوتا تھا اسلئے خطوط کے جوابات عموماً جمعہ کے دن تحریر فرماتے تھے اکثر خطوں میں تاخیرِ جواب کی معذرت بھی کی ہے مگر مولانا پھلاودی کو انھوں نے بہت پابندی سے خطوط لکھے ہیں۔

ان خطوط کا گہرا مطالعہ کرنے پر بہت سی ضمنی معلومات بھی حاصل ہوتی ہیں، جن سے قاسم العلوم مولانا نانوتوی، مولانا محدث امروہی اور مولانا پھلاودی کے

---

[۱] حوالہ ماسبق شوال ۱۳۷۳ھ

سوانح نگار کو مدد مل سکتی ہے مثلاً خط نمبر ا سے معلوم ہوتا ہے کہ مدرسہ خورجہ نے حضرت محدّث کو ۲۵ روپیہ تنخواہ کی پیش کش کی تھی جبکہ انھیں مدرسہ امروہہ سے صرف ۱۵ روپیہ ماہانہ ملتے تھے۔

(خط نمبر۲) مولانا قاسم العلوم کے رسالہ "تحذیر الناس" پر اعتراضات کا رد حضرت امروہی نے "ازالۃ الوسواس" کے نام سے لکھا تھا۔[۱]

(خط نمبر۳) محمد حسن سنبھلی نے تقریری مناظرہ کی دعوت دی۔ (حضرت محدّث امروہی نے اوّلاً اُسے ٹالا پھر دونوں کے درمیان تحریری مناظرہ ہوا۔[۲]

"مقاصد العارفین"[۳]، مصنفہ حضرت شاہ عضد الدین چشتی امروہی، مولانا پھلاودی کو برائے مقابلہ دی گئی۔

خط نمبر۹: والد ماجد[۴] اور چچا[۵] کا تذکرہ باصطلاح احیا رکیا ہے۔

خط نمبر۲۳: میں ان کتابوں کا ذکر ہے جن کا درس حضرت امروہی کے ذمہ تھا۔ ان میں بخاری، مشکوٰۃ، موطا، توضیح وتلویح وابن ماجہ کے نام ملتے ہیں۔

(خط نمبر۳۵): حضرت محدّث امروہی کی آنکھوں میں گوہری (گوہانجنی) نکلتی رہتی تھی اس کا کئی خطوط میں ذکر ہے۔ اس خط سے اُن کی مالی حالت کا بھی اندازہ ہوتا ہے حضرت محدّث کا پرانا مکان تھا اُس کے دروازے کی دیواریں گرنے لگیں تو بالاخانہ بھی جو ان دیواروں پر قائم تھا منہدم کرانا پڑا۔ حضرت اُس بالاخانے میں رہتے تھے۔ اُس کی تعمیر نو مجبوری شروع کی گئی تو ستّر روپیہ قرض ہو چکا تھا اور کل خرچ

---

[۱] اس کا خطی نسخہ بھی پھلاودہ میں موجود ہے [۲] یہ مناظرہ افاداتِ احمدیہ حصّہ دوم (قلمی) میں آگیا ہے [۳] مقاصد العارفین تصوف کے مسائل پر اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے یہ عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ ٹونک (راجستھان) سے شائع ہو چکی ہے [۴] سید اکبر حسین صاحب [۵] غالباً مہدی حسن صاحب مراد ہیں۔

دوسَو روپے سے زائد کا تھا۔ کہیں سے قرضِ حسنہ بھی میسر نہ تھا۔
(خط نمبر ۳۷)؛ مدرسہ شاہی مرادآباد کی انتظامی حالت بھی ۱۳۰۳ھ میں درست نہ تھی۔ وہاں سے تن خواہ بھی وقت پر نہ ملتی تھی اسلئے حضرت محدثؒ نے مدرسے ترکِ تعلق کا ارادہ فرمالیا تھا۔
حضرت پھلاودیؒ بھی مدرسہ شاہی سے دل برداشتہ ہوگئے تھے، مگر مولانا محدثؒ نے انھیں تاکید سے لکھا۔

"غم وغصہ کوئی کرعازم مرادآباد ہوجائیں اور قدمِ اقامت کو محکم طریقہ پر رکھ کر خدمتِ علم میں مصروف رہیں۔ اور جہاں تک ہوسکے مدرسہ و کارخانہ (مدرسہ شاہی) کی تائید میں سفر فرمائیں کہ یہ اللہ کا کام ہے میرے دل کی خوشی اس میں ہے کہ میرے احباب میری قائم مقامی میں مدرسہ اور کارخانہ اسلامی کی تائید میں کوشش کریں۔ ...... جب تک اہل مدرسہ آپ کو نہ چھوڑیں آپ بھی مدرسہ کو نہ چھوڑیں" (خط نمبر ۳۸)

۹ رذی قعدہ ۱۳۰۳ھ کے خط (نمبر ۳۹) سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵ طلبہ کو لے کر حضرت امروہیؒ نے مدرسہ جامع مسجد امروہہ میں درس شروع کر دیا تھا اور خط نمبر ۴۰ سے معلوم ہوا کہ آپ کی ملازمت کا آغاز ۱۴ رذی قعدہ سے ہوا تھا۔ تن خواہ تیس روپیہ ماہوار مقرر ہوئی تھی۔ جامع مسجد کا حوض ۱۳۰۸ھ میں تعمیر ہوا[1] (خط نمبر ۴۲)

---

[1] اس حوض میں فوارہ ۱۳۰۸ھ میں نصب کیا گیا اس کا قطعۂ تاریخ مولانا پھلاودیؒ نے یوں لکھا

چوں طرح نمود ایں بنا را | کس را ہبر طریقۂ چشت
تاریخ بنائش کلکِ حافظ | فوارۂ باغ جود بنوشت
| ۱۳۰۸ھ

خط نمبر ۴۶ سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت محدثؒ اپنے شاگرد حضرت مولانا پھلاودیؒ کا کتنا احترام فرماتے تھے۔ لکھتے ہیں:-

"اتفاق وقت سے آپ نے مجھ سے سبق لیا ہے لیکن بفضلہ تعالیٰ آپکو علماً و عملاً اپنے سے زیادہ فائق سمجھتا ہوں۔ وذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء"

(خط ۱۱۱ و ۱۱۵) سے بھی تعلق قلبی کا اندازہ ہوتا ہے۔

شوال ۱۳۱۳ھ کے خط ۴۸ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس سال مدرسہ میں ذی استعداد طلبہ کثیر تعداد میں تھے۔ حضرت محدثؒ بخاری، مسلم اور ترمذی کا درس دے رہے تھے۔ ترمذی کی جماعت میں ۲۵ طلبہ شریک تھے ؎۱

خط نمبر ۴۹ میں امروہہ کے شیعہ سنی تنازعہ کا ذکر ہے اور سب شیخین کے موضوع پر حضرت محدثؒ نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے کہ سب شیخین کفر صریح نہیں کفر التزامی ہے۔ اسی خط سے حکیم ضیاء الدین انصاری رامپوری کی تاریخ وفات یکم شوال ۱۳۱۳ھ/۱۶ مارچ ۱۸۹۶ء معلوم ہوتی ہے۔

(خط ۵۱، ۵۲) سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۳۱۴ھ/۱۸۹۶ء میں مدرسہ کی مالی حالت خستہ تھی۔ کئی ماہ سے مدرسین کو تنخواہیں نہیں ملی تھیں اور مدرسہ سات سو روپیہ کا

؎۱ غالباً یہی وہ زمانہ ہے جب راقم الحروف کے نانا حضرت شاہ سلیمان احمد چشتی (سجادہ نشین حضرت شاہ عبدالہادیؒ) حکیم اسرار الحق صاحب اور حکیم ظہور الحق صدیقی بھی شریک درس تھے۔ حکیم ظہور الحق کا تذکرہ حضرت محدثؒ کے ان خطوں میں بار بار آیا ہے اور ایک آدھ خط میں حکیم اسرار الحق کا بھی تذکرہ ہوا ہے۔ ؎۲ یہ رام پور منہیاران ضلع سہارنپور کے باشندے تھے۔

مقروض تھا۔

(خط نمبر ۵۳) حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے بخت یاور خاں صاحب کے ہاتھ ایک خط حضرت محدثؒ کے نام اور ایک مولانا پھلاودیؒ کے نام لکھ کر دیا۔ حضرت محدثؒ کو اپنا کرتا اور تمام سلاسل کا شجرہ بھی بھیجا۔ خاں صاحب سے فرمایا کہ "احمد حسن کے سپرد تم کو کیا جاتا ہے، وہی تعلیم کریگا"

اسی طرح (خط نمبر ۶۳) سے بھی حضرت حاجی صاحبؒ کے التفاتِ خاص کا اندازہ ہوتا ہے۔

(خط نمبر ۵۴) سے حضرت قاری عبدالرحمٰن پانی پتی کے انتقال کی تاریخ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ/ اگست ۱۸۹۶ء کا علم ہوتا ہے اور حضرت محدثؒ نے انھیں اپنا استاد لکھا ہے۔

جمادالاولیٰ ۱۳۱۴ھ/ اکتوبر ۱۸۹۶ء میں نواب مشتاق حسین وقار الملک کے بیٹے اور اہلیہ کا انتقال ہوا۔

(خط نمبر ۵۹) حضرت محدثؒ کے صاحبزادے سید محمد عرف بنّے میاں مرضِ چیچک میں مبتلا ہوئے (۱۳۱۴ھ/ ۱۸۹۶ء)

(خط نمبر ۶۵) میں سائیں توکل شاہ انبالوی کے انتقال کی خبر دی گئی ہے اُنھوں نے ۴ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ (۳ اگست ۱۸۹۷ء) کو رحلت کی۔ اسی خط سے حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امروہی کے صاحبزادے عبدالقیوم کی ولادت (۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۷ء) کی اطلاع ملتی ہے۔ ان کا نام حضرت محدثؒ نے رکھا تھا۔ یہ شاعر بھی ہوئے، شفق تخلص تھا۔

۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۷ء میں بھی مدرسہ کی مالی حالت نازک تھی۔ چار سو روپیہ قرض ہوگیا تھا۔

(خط نمبر ۶۶) اسی سال مولانا قاری محمد طیب صاحب دیوبندی فرزند حافظ محمد احمد صاحب

کی ولادت ہوئی ۔ (خط ۶۸)

حضرت مولانا پھلاودیؒ کا تعلق حضرت محدثؒ کے گھرانے سے کتنا گہرا تھا اس کا اندازہ (خط ۷۳) سے بھی ہوسکتا ہے ۔ اُنھیں امروہہ آنے کی دعوت دیتے ہوئے حضرت محدثؒ لکھتے ہیں ۔

" والدہ سید محمد باوجود ضعف و مرض کے آں عزیز کی میزبانی و راحت رسانی کو ملحوظ خاطر رکھتی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ حافظ صاحب جب ہم دونوں کو اپنے ماں باپ کی جگہ سمجھتے ہیں اور ہم بھی اُن کو فرزند عزیز کی مثل جانتے ہیں تو قیام امروہہ کے سلسلے میں حافظ صاحب کا تکلف کرنا اور تامل کرنا مناسب نہیں ہے ۔"

اسی خط سے مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ اور مولانا محمد یحییٰ سہسوانیؒ کے انتقال (۱۳۱۵ھ ۱۸۹۷ء) کی اطلاع بھی ملتی ہے ۔

۱۳۱۶ھ / ۱۸۹۸ء میں فارسی کے مدرس مولوی ظفر یاب خاں رخصت لیکر اپنے وطن (بجنور) چلے گئے اور اُن کی جگہ مولوی خلیل الرحمٰن مدرس مقرر ہوئے ۔ (خط ۷۷) خط ۸۲ و ۸۶) میں مولانا نسیم احمد فریدیؒ کے دادا مولوی بشیر احمد صاحب فریدی ڈپٹی کلکٹر کا تذکرہ ملتا ہے ۔ ان سے حضرت محدثؒ کے مخلصانہ روابط تھے ۔ مولوی بشیر احمد صاحب کو ایک سیاہ کمبل مطلوب تھا اس کے لئے پانچ روپیہ کا منی آرڈر حضرت محدثؒ نے بھیجا ہے (جنوری ۱۸۹۹ء)

اپریل ۱۸۹۹ء میں ندوۃ العلماء کا ایک وفد مولوی مشتاق حسین وقار الملک کی طلبی پر امروہہ آیا تھا ۔ زیادہ تر محلہ کمبوہان اور محلہ قریشیان کے حضرات نے چندہ دیا جو گیارہ سو روپیہ ہوا ۔ اہلِ ندوہ (اس وفد میں غالباً مولانا سید سلیمان ندوی بھی

شریک تھے) حضرت محدثؒ سے بھی ملے تھے (خط ۸۸)

۱۰ محرم ۱۳۱۷ھ (۲۲ مئی ۱۸۹۹ء) کے خط سے علم ہوتا ہے کہ مولانا پھلاودیؒ کے صاحبزادے نے سید محمد میاں (فرزند حضرت محدثؒ امروہی) کے لئے ہرن کے بچے خرید کرائے تھے (خط ۸۹)

(خط ۹۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محدث کے پاس ملک آسٹریا (یورپ) سے ایک چٹھی انگریزی میں آئی تھی حضرت نے اس کا جواب لکھا (اگست ۱۸۹۹ء) اور توحید و رسالت کو بدلائل عقلیہ ثابت کیا۔

(خط ۹۳) میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی علالت کی اطلاع دی ہے (۱۳۱۷ھ)

(خط ۹۴) میں حضرت حاجی صاحبؒ کی وفات کی اطلاع ہے جو ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۱۷ھ چہارشنبہ کی صبح کو واقع ہوئی۔ مدرسہ جامع مسجد امروہہ میں ایصال ثواب کے لئے تقریباً سو قرآن ختم ہوئے۔

(خط ۹۷) سے علم ہوا کہ ۱۳۱۷ھ / ۱۹۰۰ء میں مدرسہ دیوبند کے مدرس مولانا عبد العلی فریدی کے مستعفی ہونے کے بعد عہدۂ مدرسی کی پیش کش حضرت محدث امروہیؒ کو ہوئی تھی۔ تنخواہ ساٹھ روپے ماہوار تھی، مگر حضرت محدث امروہیؒ نے مدرسہ امروہہ کے "بھاری نقصان" کے اندیشے کو سامنے رکھ کر اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

(خط نمبر ۹۸) مدرسہ جامع مسجد کے مدرس حافظ محمد حسین صدیقی نے ۲۲ صفر ۱۳۱۸ھ (۲۳ جون ۱۹۰۰ء) کو انتقال کیا۔

(خط ۹۹) ۱۳۱۸ھ میں مقلدین وغیر مقلدین کے درمیان گلاؤٹھی میں مناظرہ ہوا،

حضرت محدثؒ نے بھی اس میں شرکت فرمائی ۔
(خط ۱۰۱) مولانا فضلِ حق خیرآبادیؒ کے پوتے اور مولانا عبدالحق خیرآبادی کی رحلت کی اطلاع ہے ۔ (جمادالاولیٰ ۱۳۱۸ھ) حضرت محدث نے لکھا ہے کہ:-
"مولوی فضلِ حق کے عقب میں غالباً اب کوئی اولادِ نرینہ نہیں" مولانا فریدیؒ علیہ الرحمۃ نے اس پر حاشیہ لکھ کر مولوی فضلِ حق کے اعقاب کی خبر دی ہے ۔
۱۳۱۸ھ ہی میں مولانا قاری محمد طیب کی والدہ کا انتقال ہوا ۔ (خط ۱۰۵) ربیع الاول ۱۳۱۹ھ میں حافظ عبدالغنی پھلاودیؒ کی والدہ نے رحلت فرمائی (خط ۱۱۰)
(خط ۱۱۱) میں حضرت محدثؒ نے لکھا ۔
" مجھ کو کو لکھتے ہوئے حجاب آتا ہے مگر باللہ العظیم میں غفورالحسن[ل] و رضا حسین بلکہ لختِ جگر سید محمد طال عمرہ سے تم کو کم نہیں سمجھتا"
(۱۱۵) " خدا کی قسم کہ میں نے ہمیشہ آں عزیز کو بمنزلہ اولاد کے سمجھا ہے اور جتنی کہ میں آں عزیز سے امیدیں وابستہ رکھتا ہوں وہ اُن امیدوں سے زیادہ ہیں جو اپنے لختِ جگر سید محمد سلمہ سے رکھتا ہوں "
۱۲ شوال ۱۳۱۹ھ
(خط ۱۱۶) حضرت محدث نے فتنۂ قادیانیت کا بھی خوب مقابلہ کیا ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو چیلنج کیا اور لکھا کہ:-
" میدان میں آؤ اور اللہ برتر کی قدرت کا تماشہ دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم دجالِ اُمت کی سرکوبی کے لئے موجود ہیں "

[ل] ۔ غفورالحسن ابن سید احمد حسن از اولادِ شاہ نورالدینؒ ۔ آپ حضرت محدث امروہیؒ کے داماد تھے

اُس زمانے میں حضرت محدث امروہیؒ نے قادیانیت کی رد میں متعدد تقریریں کیں جن کا شہر پر اچھا اثر ہوا۔

(خط ۱۲۱ نیز ۱۲۹) مولانا پھلاودیؒ مدرسہ امروہہ کی امداد کرتے رہتے تھے طلبہ کے لئے کتابوں کی ضرورت بھی تھی۔ حضرت محدث نے کم از کم دوبار اُن کے عطیہ سے کتابیں خرید کر مدرسہ میں داخل کیں۔

(خط ۱۲۷) اُنھیں مدرسہ کی مالی امداد کی فکر رہتی تھی، مولانا پھلاودی کو لکھا ہے
"مصارفِ خیر میں جو منجانب اہلِ قصبہ ہوں بشرطِ گنجائش اس مدرسۂ غریب کے طلبہ نیز یاد رہیں"

(خط ۱۳۹) ۱۹۰۸ء میں یہ حالت تھی کہ قحط پڑا ہوا تھا، مدرسہ کی آمدنی سو روپیہ ماہوار کم ہو گئی تھی۔ مئی ۱۹۰۸ء سے حضرت محدثؒ نے اپنی تن خواہ لینا چھوڑ دیا تھا اور یہ ارادہ کیا تھا کہ آئندہ مدرسہ کی خدمت بلا معاوضہ کریں گے۔ اتفاق سے اُسی زمانہ میں مہمانوں کی آمد بھی زیادہ رہی اور گھر کے مصارف لگ بھگ دوگنے ہو گئے۔ حضرت محدثؒ کی اہلیہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ گھر کا نظام درہم برہم تھا۔ آپ نے ۱۹ر جولائی ۱۹۰۸ء کو اپنے خاندان کی ایک بیوہ سے نکاح ثانی فرما لیا تھا۔

(خط ۱۳۹) حضرت محدث کے بڑے بھائی میر اصغر حسین (پدر بزرگوار مولانا سید رضا حسن) نے ۵ رجب ۱۳۲۶ھ (۴ اگست ۱۹۰۸ء) دوشنبہ کو انتقال فرمایا۔

(خط ۱۴۱) حیدر آباد کی موسیٰ ندی میں طغیانی آئی۔ حضرت کے علاتی بھائی افسر الاطباء حکیم حامد حسن کا بھی مالی نقصان ہوا۔ اسی سال حامد حسن کی والدہ نے ۶ شوال کو رحلت کی۔

حضرت نے مدرسہ امروہہ کے حالات سے مجبور ہو کر مدرسہ شاہی مراد آباد

میں ۷۵، روپیہ ماہوار پر ملازمت قبول کرلی، مگر امروہہ کے با اثر حضرات کا ایک وفد مراد آباد گیا۔ تین دن تک یہ وفد مراد آباد میں رہا اور منت سماجت کر کے حضرت کو امروہہ واپس لے آیا۔

(خط ۱۴۲، ۱۴۶، ۱۴۷) مدرسہ امروہہ کی مالی حالت کے علاوہ انتظامی حالت بھی بگڑ رہی تھی، حضرت محدث مدرسہ کو کس طرح سنبھالے ہوئے تھے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے۔

''میں ہی مدرس ہوں اور میں ہی مہتمم، میں ہی سپاہی (چپراسی) ہوں اور میں ہی محرر۔ سب کام کا دیکھنا اور سب کی نگرانی میرے ذمہ ہے''

(خط ۱۴۶)

(خط ۱۴۳، ۱۴۴) رام پور میں قادیانی مناظرہ کی کچھ رُوداد ان خطوط سے معلوم ہوتی ہے۔

غرض یہ خطوط چونکہ ایک بہت ہی مخلص اور عزیز شاگرد کو لکھے گئے ہیں جس سے برسوں کی رفاقت اور رابطہ تھا۔ اور ان مکتوبات سے حضرت کی خانگی زندگی اور معمولات و مشاغل پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس لئے ان کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اگر اللہ نے کسی کو توفیق عطا فرمائی کہ وہ حضرت محدث امروہیؒ کے مفصل سوانح حیاتؒ لکھے تو سب سے زیادہ مدد ان خطوط سے ہی ملے گی۔

۳۔ حضرت مولانا الحاج الحافظ سید عبد الغنی پھلاودیؒ

قطب الوقت حضرت مولانا حافظ حاجی سید عبد الغنی پھلاودیؒ ابن حاجی سید محمد ایوب پھلاودیؒ اپنے زمانے کے عجیب و غریب بزرگ تھے۔ اُن کے واقعات سے براہ راست اور تحریروں سے ان کے کمالات خاصہ کا کچھ نہ کچھ اندازہ اور انکشاف ہوجاتا ہے جو درجاتِ ولایت اور مقاماتِ رفیعہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو بخشے تھے وہ اللہ تعالیٰ ہی کے علم میں ہیں۔ وہ ایک طرف سید ھے سادے صوفی منش درویش تھے، نہ لباس میں کوئی نمائش نہ تکلم میں کوئی تکلف ـــ علوم قاسمیہ اُن پر چھائے ہوئے تھے، دوسری طرف وہ فارسی و اُردو کے شاعر بھی تھے۔ حافظ تخلص تھا۔ اُن کی بیاضوں سے اُن کی نظم و نثر کی بلاغت و فصاحت کا اندازہ ہوتا ہے۔ تاریخ گوئی میں بھی خاص ملکہ حاصل تھا۔

مولانا پھلاودیؒ نے ابتدائی تعلیم حاجی حافظ محمد لیسین صاحب سے حاصل کی تھی جو کھنولی میں رہتے تھے وہیں اُن کا انتقال ہوا۔ پھر فارسی کی ابتدائی تعلیم پاکر غالباً میرٹھ آگئے۔ اس زمانے میں حضرت مولانا نانوتویؒ قاسم العلوم والمعارف میرٹھ میں مطبع مجتبائی کے اندر تصحیح کا کام انجام دیتے تھے اور چند طلبہ بھی اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ براہ راست دن رات پڑھاکر اُن کو کہیں سے کہیں پہنچادیتے تھے۔ رأس الاذکیا حضرت مولانا محدث امروہیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، حضرت مولانا فخر الحسن گنگوہیؒ بھی اُنھیں طلبہ میں سے تھے جنھوں نے حضرت قاسم العلوم کے زیر سایہ زانوئے تلمذ طے کرکے تفسیر، حدیث، فقہ، اصول، ادب، ہیئت، تاریخ، منطق و فلسفہ بڑی دلچسپی اور محنت سے پڑھا، پھر ان حضرات کو دار العلوم دیوبند (جو اس وقت مدرسۂ عالیہ کہلاتا تھا) میں داخل کرا کے دورۂ حدیث کی تکمیل ہوجانے پر سندِ فراغ مدرسہ دیوبند سے دلوائی۔ پورا نصاب درس حاصل کرنے میں ان حضرات کو جو وقت لگا

وہ اُن کی استعداد علمی کی نسبت سے بہت کم ہے۔ یہ پتہ نہ چلا کہ حضرت امروہیؒ کے میرٹھ پہونچنے کے بعد مولانا پھلاودیؒ میرٹھ آئے یا اُن کے آنے سے پہلے آ گئے تھے۔

حضرت محدث امروہیؒ نے ۱۳۰۳ھ (۸۶-۱۸۸۵ء) میں مدرسۃ الغربا مراد آباد سے علیحدہ ہونے کے بعد مولانا پھلاودیؒ کو جو خط تحریر فرمایا اُس میں "دوازدہ سالہ یک جاہم نوالہ ہم پیالہ" رہ کر اس مدت کو "دوازدہ سالہ" شمار کیا ہے۔ اس تحریر سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ۱۳۰۳ھ میں اجتماعی رہن سہن کے بعد جُدا ہوئے ہیں۔ مگر یہ بات بھی نہیں کھلتی کہ مولانا امروہیؒ میرٹھ کب آئے۔ اور جب مولانا پھلاودیؒ میرٹھ آئے تو وہ کیا پڑھ رہے تھے۔؟

روداد سے یہ امر مسلم ہے کہ مدرسہ عالیہ دیوبند ۱۲۸۳ھ ۱۸۶۶ء کے آغاز میں قائم ہوا۔ غالباً ۱۲۸۳ھ یا ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) کے آغاز میں حضرت امروہیؒ مدرسہ عالیہ دیوبند میں داخل ہوئے ہوں گے۔ ۱۲۸۵ھ ۱۸۶۹ء میں مولانا حکیم محمد صدیق صاحب مراد آبادی، حضرت قاسم العلوم کے پاس میرٹھ پہنچے ہیں تو وہاں سے اُنھوں نے اپنے نانا کو لکھا ہے کہ مولانا نانوتویؒ ایک پریس میں رہتے ہیں، غالباً وہ ہاشمی پریس ہی ہوگا۔

مولانا پھلاودیؒ کا اس زمانے تک پتہ نہیں چلتا کہ وہ پھلاودہ سے میرٹھ آ چکے ہیں۔ حضرت نانوتویؒ نے پہلا حج ۱۲۹۰ھ (۱۸۷۳ء) میں ادا کیا۔ سفرِ حج سے پہلے طلبہ کی جماعت جو حضرت نانوتویؒ سے درس لینے آئی تھی اُن میں حکیم محمد صدیق مراد آبادی بھی تھے۔ اسی زمانہ میں مولانا پھلاودیؒ بھی باقاعدہ داخلِ درسِ قاسم العلوم ہو گئے ہوں گے۔ یہ کچھ ایسا بعید بھی نہیں ہے۔

مولانا نانوتویؒ نے حج کو جاتے وقت اپنی جماعتِ طلبہ کو اپنے شاگردِ رشید حضرت امروہیؒ کے سپرد کر دیا۔ اسی زمانے میں مولانا پھلاودی سے تعلقات استوار ہوتے چلے گئے۔

خاندانی حالات حضرت مولانا حافظ سید عبدالغنی قصبہ پھلاودہ تحصیل موانہ ضلع میرٹھ کے باشندے تھے۔ آپ کا خاندان سادات رضویہ کا ایک مشہور و معروف خاندان ہے۔ آپ کی پیدائش ۳ ذی قعدہ ۱۲۶۸ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۸۵۲ء بروز جمعہ ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام محمد عبدالغنی ہے۔ حضرت نانوتویؒ کے بہت سے خطوط آپ کے نام ہیں، جن سے آپ کے اور حضرت نانوتویؒ کے علمی و روحانی روابط کا اندازہ ہوتا ہے۔ آپ نے اپنی تمام عمر تکمیل سلوک، تزکیۂ نفس اور تعلیم و تدوینِ علوم دینیہ میں گذاری۔ آخر عمر میں بصارت جاتی رہی تھی مگر تمام علوم و فنون متداولہ مستحضر تھے۔

حضرت نانوتویؒ کے تلمیذ رشید رأس الاذکیا حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ، خورجہ، سنبھل، دہلی وغیرہ میں تعلیم دینے کے بعد ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں مدرسہ شاہی مراد آباد کے سب سے پہلے صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ جب جمادی الاولیٰ ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) میں حضرت نانوتویؒ کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی مفسر امروہیؒ جنھوں نے ترمذی شریف مدرسہ چھتہ دیوبند میں حضرت نانوتویؒ سے پڑھی تھی اور جو دار العلوم دیوبند کے فرزندانِ قدیم سے تھے مدرسہ شاہی مراد آباد چلے گئے اور وہاں حضرت امروہیؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہو گئے تھے، اور

ؔ مولانا فریدیؒ نے فوائد قاسمیہ کے مقدمہ میں ۱۹ اگست ۱۸۵۲ء لکھا ہے مگر جمعہ ۲۰ اگست کو واقع ہوا تھا۔

سنہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب امروہیؒ کو مدرسۂ شاہی سے سندِ فراغ ملی۔ حضرت حافظ سید عبدالغنی کھپلاودیؒ کو بھی اسی سنہ میں مدرسۂ شاہی سے سندِ فراغ ملی [1]

جب سنہ ۱۳۰۳ھ (۱۸۸۶ء) میں مدرسۂ شاہی سے ترکِ تعلق کرکے حضرت امروہیؒ نے اپنے وطن امروہہ میں مدرسۂ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد قائم کیا تو مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی اور مولانا حافظ سید عبدالغنی صاحب کھپلاودی دونوں اس مدرسہ کے مدرس مقرر ہوئے۔ کئی سال تک اس مدرسہ میں حضرت کھپلاودی نے درس دیا۔ حضرت کھپلاودی کے قیامِ امروہہ کے زمانے میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کا ایک مکتوب گرامی مدرسۂ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے پتے پر حضرت کھپلاودی کے نام آیا ہے۔ اس مکتوب میں حضرت حاجی صاحبؒ نے مدرسۂ اسلامیہ کے حق میں دعائے خیر تحریر فرمائی ہے۔ حضرت حاجی صاحبؒ لکھتے ہیں:-

از فقیر امداد اللہ عفی عنہ

بخدمت سراپا برکت عزیزم مولوی عبدالغنی صاحب مدرس مدرسہ امروہہ۔ رزقنی اللہ تعالیٰ محبتہ ومعرفتہ۔ بعد سلام مسنون و دعائے

---

[1] حضرت حافظ عبدالغنی کھپلاودی کو حضرت امروہیؒ نے جو سندِ حدیث اپنے قلم سے لکھ کر مرحمت فرمائی تھی وہ ابھی تک کھپلاودہ میں محفوظ ہے اس کا عکس یہاں پیش کیا جارہا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ حضرت کھپلاودی نے تفسیر میں جلالین و بیضاوی اور حدیث میں صحاح ستہ کے علاوہ مشکوٰۃ اور مؤطا کی قرأت و سماعت کی تھی۔

خیر و برکت کے واضح رائے سعادت ہو کہ آپ کا نامہ مرقومہ ۲۰ رشعبان ۱۳۰۵ھ (۱ارمئی ۱۸۸۸ء) قدسی وارد ہوا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ اپنے فضل و کرم سے آپ کے مدرسہ کی مدد و اعانت کرتا رہیگا۔ اور سب سرمایوں سے باقی اور لازوال سرمایہ توکل ہے جس چیز کا یا جس کا اللہ جل جلالہٗ خود کفیل ہوا تو اس کا کیا کہنا ہے۔ آپ لوگ نظر حضرت حق کی رحمت پر رکھ کر اس کے بندوں کو با خلاص تعلیم و تلقین فرمایئے۔ میں بھی دعا کرتا ہوں، آپ بھی دُعا فرمایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مستطیع فرما کر شرفِ زیارت سے حرمین شریفین کی مشرف فرماوے۔ السّلامُ علیکم و علیٰ من لدیکم[۱]

۲۱ رذی قعدہ ۱۳۰۵ھ)

حضرت قطب الاقطاب شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ مہاجر مکی علیہ الرحمۃ نے مولانا عبدالغنی پھلاودیؒ کو اپنی خلافت سے بھی سرفراز فرمایا تھا اور اُنھیں یہ خلافت نامہ اپنے قلم سے لکھ کر عنایت کیا تھا۔

از مکہ معظمہ یکم ربیع الثانی ۱۳۱۱ھ

حق حق حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

---

[۱] حضرت پھلاودیؒ کے حالات پر مشتمل یہ حصہ یہاں تک حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی قدس سرہٗ کا املا کرایا ہوا ہے، اس پر بعض حواشی بندہ خاکسار نثار احمد فاروقی نے لکھے ہیں بعد کی کل عبارت بھی اسی کے قلم سے ہے۔ واللہ الموفق۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ
سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ وَعَلیٰ آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِینَ !

اما بعد - می گوید فقیر حقیر محمد امداد اللہ چشتی کہ برادر طریقت و طالب معرفت عزیزم حافظ مولوی عبد الغنی صاحب زید معرفتہ در صحبت عزیزم مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ بودہ از فیاض حقیقی فیض بر داشتند و نسبت انتقالی و استعداد تعلیم و تلقین طریق سلوک حق حاصل کردند۔ چونکہ فقیر و مولانا مرحوم در طریقہ متحد و در نسبت کنفس واحد است۔ پس فقیر ہم اجازت اذکار و اشغال و مراقبات کہ در رسالہ ضیاء القلوب نوشتہ ام، اجازت عام باجازت کہ دادمرا بزرگان طرق اربعہ چشتیہ و قادریہ و نقشبندیہ و سہروردیہ رحمہم اللہ و رزقنا اللہ من برکاتہم وکمالاتہم و فیوضہم دادم و نیز اگر کدام طالب صادق نام حق آید اول از و بیعت گرفتہ حسب استعداد و قابلیت او تلقین ذکر وغیرہ کردہ دہند و از آداب سلوک ہم اطلاع نمایند و توجہ برحال او مرعی دارند و بر تحصیل مسائل فقہیہ ضروریہ و بر تصحیح عقاید اہل سنت و جماعت تاکید فرمایند و رغبت و تحریض بر اتباع شرع شریف و سنت نمایند کہ بدون ایں وصول مطلب غیر ممکن است۔ وَاللہ ولی الفضل والارشاد و نسئلہ بارک اللہ لنا و لکم و نفعنا اللہ و ایاکم التوفیق والامداد

مُہر

وفات | حضرت مولانا حافظ عبدالغنی پھلاودیؒ نے، ربیع الثانی ۱۳۵۲ھ (۱۱ راگست ۱۹۳۲ء) بروزچہارشنبہ ۸۴ سال کی عمر میں وفات پائی۔
آپ کے ایک صاحبزادے سید محمد قاسم تھے جن کا تاریخی نام خورشید حسنین تھا، اُن کے فرزند حضرت مولانا حکیم سید عبدالمغنی پھلاودی ہیں جن کی عنایت سے ۹۲۹ھ یہ نوادر مولانا فریدیؒ کو حاصل ہو گئے۔

مولانا پھلاودی امروہہ میں چند سال مقیم رہے اور مدرسہ عربیہ میں درس دیتے رہے، پھر وہ اپنے وطن پھلاودہ تشریف لے گئے اور جب تک حضرت محدّث امروہی زندہ رہے اُن سے خط وکتابت کا رابطہ بنا رہا۔ حضرت امروہیؒ کے یہ خطوط اُردو میں بھی ہیں اور فارسی میں بھی۔ حضرت پھلاودیؒ نے ایک ایک خط محفوظ رکھا۔ اسی طرح حضرت قاسم العلوم کے معارف جو "فرائدِ قاسمیہ" کے نام سے شائع ہو چکے ہیں اور حضرت محدث امروہیؒ کی تقاریر درس۔

حضرت محدث امروہیؒ کے ان خطوط کی تعداد ۱۵۱ ہے ان میں ۵۲ خطوط فارسی میں اور ۹۹ اُردو میں ہیں۔ ان مکتوبات کو دریافت کرنا، انھیں گوشۂ گمنامی سے نکال کر نقل کرنا، فارسی خطوط کا اُردو ترجمہ کرنا، اُنھیں ترتیب دے کر اُن پر ضروری حواشی تحریر کرنا اور کتابت کے بعد تصحیح کرنا، یہ سب کام بصارت سے اپنی معذوری کے باوجود حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی قدس اللہ سرّہٗ نے انجام دیئے، اور یہ مولانا فریدی مرحوم کا آخری علمی کارنامہ تھا۔ جس میں وہ تادمِ آخر مشغول رہے۔ اپنے وصال سے چند روز پیشتر اُنھوں نے "مکتوباتِ سیّدالعلماءؒ" کا مقدمہ بھی محض اپنی یادداشت سے املا کرایا تھا اور اس وقت مرض الموت میں مبتلا تھے، اتنی مہلت نہ تھی کہ کتابوں کی طرف رجوع کرتے یا مقدمہ کی عبارت میں

ترمیم و اضافہ فرماتے۔ اب یہ کتاب اُن کی وفات کے بعد شائع ہو رہی ہے اور علمی دُنیا کو سرزمین امروہہ کی دو نادر الوجود شخصیات (حضرت محدث امروہی اور مولانا فریدیؒ) کی یاد دلاتی رہے گی۔

مناسب ہوگا کہ یہاں اختصار کے ساتھ مولانا فریدیؒ کے حالات بھی لکھ دیئے جائیں۔ یہ برادرِ عزیز انیس احمد فاروقی سلمہ کے اس مضمون سے ماخوذ ہیں جو رسالہ الفرقان (لکھنؤ) کے فریدی نمبر میں شائع ہوا ہے۔ اس پر کچھ اضافے مولانا محب الحق دربھنگوی کے مضمون سے کیے گئے ہیں۔
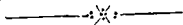
۴۔ حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی امروہی قدس سرہٗ

ان خطوط کے مرتب و مترجم حضرت مولانا مفتی نسیم احمد فریدی قدس سرہٗ کا سلسلۂ نسب ۲۳ واسطوں سے شیخ الاسلام حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکرؒ سے اور ۴۶ واسطوں سے حضرت امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے منسلک ہوتا ہے۔ آپ کا ننھیالی سلسلہ حضرت مخدوم ابو الفتح سید عبد اللہ عرف شاہ ابن بدر چشتی علیہ الرحمۃ کے واسطے سے حضرت علی رضا تک پہنچتا ہے۔

مولانا فریدیؒ کی ولادت ۶ ستمبر ۱۹۱۱ء (۱۲ رمضان ۱۳۲۹ھ) کو امروہہ میں ہوئی۔ ۱۹۱۴ء میں والد مولوی حسین احمد فریدیؒ اور ۱۹۱۵ء میں دادا مولوی بشیر احمد فریدیؒ کا انتقال ہوگیا۔ آپ کی والدہ اور بہنوں نے پرورش کی۔ بچپن سے ہی لہو و لعب سے نفور اور تحصیل علم کے خوائق رہے۔ ۱۹۲۷ء میں ہندی اور ۱۹۲۸ء میں انگریزی مڈل پاس کیا۔ مدرسہ نور المدارس امروہہ میں داخل ہوکر منشی، منشی کامل، مولوی اور اعلیٰ قابل امتحانات میں کامیابی حاصل کی۔ فارسی آپ نے زیادہ تر منشی عبد الرب شکیب[1] سے پڑھی۔ بچپن سے ہی شعر گوئی کا ذوق بھی تھا، امداد تخلص کرتے تھے۔

---

[1] منشی عبد الرب صدیقی شکیب امروہی ابن شبیر علی صدیقی ساکن محلہ چاہ غوری شیش محل امروہہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں فارسی کے جید استاذ مولانا ظفریاب خاں صاحب بجنوریؒ کے تلامذہ میں سے تھے۔ فارسی زبان اور ادب پر کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کے بہت سے شاگرد تھے۔ فارسی اور اردو کے قادر الکلام شاعر تھے۔ ابو الحسن ساکت امروہی تلمیذِ خاص نظام رامپوری اسے تلمذ حاصل تھا۔ ریاست سروہی (راجستھان) میں ملازم بھی رہے تھے۔ آپ نے ۲۶ مئی ۱۹۳۹ء کو وفات پائی۔

منشی عزیز احمد عزیز امروہی[۱] (شاگرد مضطر خیرآبادی) سے ابتدا میں اصلاح لی، کچھ مشورۂ سخن منشی عبدالرب شکیب سے کیا۔ اُنھوں نے فریدی تخلص تجویز کیا۔ علومِ مشرقیہ کے امتحانات دینے کے بعد تقریباً ایک سال تک مدرسہ عربیہ چلّہ امروہہ میں درس دیا پھر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں داخلہ لے لیا۔ یہاں حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی مفسر بیضاوی (ف ۱۹۴۸ء) مولانا انوارالحق عباسی اور مولانا سید رضا حسن (برادر زادہ و داماد حضرت محدث امروہیؒ) سے حدیث، تفسیر، فقہ وغیرہ کی کتابیں بیضاوی و ترمذی تک پڑھیں۔ ۱۳۵۵ھ میں دارالعلوم دیوبند تشریف لے گئے، وہاں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، مولانا اعزاز علی امروہیؒ، میاں اصغر حسین دیوبندیؒ، مفتی محمد سہول بھاگلپوریؒ، مولانا مفتی ریاض الدین افضل گڑھی، مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ اور مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ وغیرہ علماء کے حلقۂ درس میں شریک ہو کر ۱۳۵۷ھ میں سندِ فضیلت حاصل کی۔ قاری حفظ الرحمٰن پرتاپ گڑھی سے تجوید سیکھی۔ ۱۹۳۶ء میں لاہور جا کر مولانا عبیداللہ سندھیؒ کے داماد مولانا احمد علی مفسر لاہوریؒ[۲] (متوفی ۱۹۶۲ء) کے حلقۂ درسِ قرآن تین ماہ تک شریک رہے اور سند حاصل کی۔ اسی زمانے میں شاعرِ مشرق علّامہ اقبال سے بھی ملاقات ہوئی۔

---

[۱] منشی عزیز احمد عزیز امروہی ڈسٹرکٹ بورڈ مڈل اسکول میں مولانا فریدی کے اُستاد تھے بڑا بازار امروہہ میں بھتّی کی مسجد کے پیچھے آپ کا مکان تھا۔ مولانا فریدی نے اعلیٰ قابل کے امتحان میں آپ سے استفادہ کیا تھا۔ ۱۹۷۰ء/ ۱۹۷۱ء میں انتقال کیا۔ مولانا فریدی نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

[۲] حالات کے لئے ملاحظہ ہو، (اعجازالحق قدوسی: "اقبال اور علمائے پاک و ہند"۔ اقبال اکادمی ۱۹۷۷ء ص ۳۹۹ تا ۴۰۹۔

لاہور سے مولانا فریدی پھر دیوبند آئے اور شیخ الادب مولانا اعزاز علی امروہیؒ سے ادب عربی کی کتابیں مثلاً سبع معلقات، حماسہ، دیوان المتنبی وغیرہ کا درس لیا۔ مولانا حکیم محمد عمر قاسمی سے فنِ طب میں شرح اسباب پڑھی۔

۱۹۳۸ء میں مدرسۂ اشفاقیہ بریلی میں صدر مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوا، وہاں چار سال تک بخاری شریف وغیرہ کا درس دیا۔ ۱۹۴۲ء میں بعض خانگی حالات سے مجبور ہو کر یہ ملازمت چھوڑ دی اور امروہہ آکر مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں مدرس ہو گئے۔ یہاں درس و تدریس کے ساتھ مُدیر دار الافتاء کے عہدے پر بھی فائز رہے اور آپ شہر کے مفتی تھے۔ ۱۹۶۷ء سے ۱۹۷۳ء تک شیخ الحدیث رہے۔ بصارت سے معذور ہو جانے کے سبب مدرسہ سے قطع تعلق کر لیا مگر طلبہ کو اپنی مسجد میں برابر درس دیتے رہے۔ ۱۹۴۵ء سے اپنے آخر وقت تک جماعت تبلیغ کے امیر رہے۔ ۱۹۸۱ء میں آپ کو صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے مشرقی زبانوں کا سب سے بڑا قومی اعزاز "سندِ امتیاز" عطا ہوا۔

۱۹۴۸ء میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ سے بیعت ہوئے بعد کو شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے تجدید بیعت کی۔ مولانا فریدیؒ کو حافظ مقبول حسنؒ (خلیفہ مولانا محمد الیاس کاندھلویؒ) مولانا فتح محمد میواتیؒ (خلیفہ حضرت شاہ عبد القادر رائے پوریؒ) اور شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ سے خلافت و اجازتِ بیعت حاصل تھی مگر تمام عمر میں کسی شخص کو بیعت نہیں کیا۔

مولانا فریدیؒ پابندِ صوم و صلوٰۃ، متبعِ سنت و شریعت، شب زندہ دار، صالح متقی، باحیا، خلیق و ملنسار، مہذب، نرم دل، حساس، نازک مزاج، سنجیدہ، بردبار اور علم دوست انسان تھے۔ طبیعت میں عاجزی و انکساری، مسکینی و فروتنی، خلوص و

مروّت، ایثار و سلوک، شفقت و ترحّم، سخاوت، قناعت، توکل اور استغنا تھا لباس وطعام میں کسی طرح کا کوئی تکلف نہ تھا۔ اکثر پھٹے ہوئے کپڑے اور ٹوٹی ہوئی جوتیاں پہن لیتے تھے۔ راستے میں ہمیشہ نظریں جھکا کر چلتے تھے اور راہگیروں کو کثرت سے سلام کرتے تھے۔ کھانا نہایت سادہ کھاتے تھے۔ مرغن اور پُرتکلف غذائیں بالکل مرغوب نہیں تھیں کھٹی اور چٹ پٹی چیزیں شوق سے کھاتے تھے۔ چٹنی اور چاول زیادہ پسند تھے۔ آپ کی آمدنی قلیل تھی مگر اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ اپنے دو مجذوب بھائیوں اور تین بھتیجوں پر خرچ کر دیتے تھے۔ جب تک بصارت رہی اپنے دو بڑے بھائیوں کی ہر خدمت اپنے ہاتھوں سے کرتے تھے۔ اسی وجہ سے شادی نہیں کی اور تمام عمر ترک و تجرید کی حالت میں بڑی پاکبازی سے گذاری۔ آپ کے لیل و نہار خدمتِ دین اور علمِ دین کے لئے وقف ہو گئے تھے۔ آپ کی زندگی ایک عظیم مجاہدِ دین اور ایک فقیہ صوفی، خدا مست درویش کی زندگی تھی۔

۱۳۸۱ھ (۱۹۶۱ء) میں آپ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ زوالِ بصارت کے بعد محلہ جھنڈا شہید کی مسجد ہی میں رہتے تھے اور املا کرا کر مضامین لکھواتے تھے، پڑھوا کر کتابیں سنتے تھے۔ صبح سے رات گئے تک اُن کی خدمت میں آنے والوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ کوئی اپنے مسائل و معاملات میں مشورہ کرتا تھا، کوئی دعا کی درخواست کرتا تھا کوئی محض چند لمحے آپ کی بابرکت صحبت میں گذارنے کی نیت سے آتا تھا۔ ہر شخص سے بڑے اخلاق اور تواضع سے ملتے تھے اور اکثر نماز کی تاکید فرماتے تھے۔ جھوٹ اور غیبت سے نفرت تھی۔

مساجد اور مدارس کا قیام اور علومِ دین کی اشاعت آپ کا مقصدِ زندگی بن گیا تھا۔ شہروں اور دیہات میں اکثر مدارس اور مساجد کا سنگِ بنیاد رکھا۔ علمی تحقیق کیلئے

بھی آپ دور دراز علاقوں تک سفر کرنے جاتے تھے ۔ اور غیر معروف کتب خانوں سے نوادر نکال کر لاتے تھے ۔ زیرِ نظر کتاب (مکتوبات سید العلماء) اس ذوق و جستجو کا ایک نمونہ ہے ۔

آپ کی تصانیف جو شائع ہو چکی ہیں اُن کی تفصیل یہ ہے ۔

(۱) مجمع البیان :- ایک مختصر سا آٹھ ورق کا کتابچہ جس میں سیرتِ نبویؐ اور شمائل کے موضوع پر اقتباسات جمع کر کے اپنے بچپن میں چھپوایا تھا جب اُن کی عمر ۱۳-۱۴ سال سے زائد نہ تھی ۔

(۲) تجلیاتِ ربانی :- (دو جلدیں) حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ کے مکتوبات کی تلخیص اور اُردو ترجمہ ۔ جلد اول میں چالیس صفحات کا مقدمہ بھی لکھا ہے ۔ یہ دونوں جلدیں مکتبہ الفرقان لکھنؤ نے شائع کیں، اس کے ایڈیشن بلا اجازت پاکستان میں بھی چھپے ہیں ۔ (صفحات ۴۴۴)

(۳) مکتوباتِ خواجہ محمد معصوم سرہندی :- حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندیؒ کے فارسی مکتوبات تین جلدوں میں ہیں ۔ اُردو میں پہلی بار ان کی تلخیص اور ترجمہ ایک جلد میں پیش کیا ہے ۔ آخر میں ۶۴ مکتوب الیہم کے مختصر مگر جامع حالات دیئے ہیں ۔ شائع کردہ مکتبہ الفرقان لکھنؤ ۔ یہ بھی پاکستان میں چھاپ لی گئی ہے ۔ (صفحات ۳۰۰)

(۴) تذکرۂ خواجہ باقی باللہ، صاحبزادگان اور اُن کے خلفاء :- حضرت مجددؒ کے پیر و مرشد خواجہ باقی باللہ اور مؤخر الذکر کے صاحبزادگان خواجہ کلاںؒ و خواجہ خوردؒ نیز ممتاز خلفاء مثلاً شیخ تاج الدین سنبھلیؒ، خواجہ حسام الدینؒ، خواجہ الہ دادؒ وغیرہ کے حالات دیئے ہیں اور حضرت خواجہ خوردؒ کے ایک نادر مجموعہ ملفوظات کا تعارف بھی کرایا ہے ۔ شائع کردہ مکتبہ الفرقان لکھنؤ (صفحات ۱۲۸)

(۵) تذکرۂ حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ :۔ مختصر سوانح حیات مکتبہ الفرقان لکھنؤ (صفحات ۶۴)

(۶) وصایا حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ :۔ ایک نادر عربی مخطوطہ کا اُردو ترجمہ اور تعارف، مکتبہ الفرقان لکھنؤ (صفحات ۵۲)

(۷) مکتوباتِ اکابر دیوبند :۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ وغیرہ بزرگوں کے خطوط مع مقدمہ و حواشی۔ شائع کردہ معراج بکڈپو دیوبند (صفحات ۱۳۶)

(۸) ہندوستان کا پہلا سفرنامہ حجاز :۔ حضرت حاجی رفیع الدین فاروقی مراد آبادیؒ شاگرد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا سفرنامہ حج (۱۲۰۱ھ / ۱۲۰۳ھ) اُردو ترجمہ اور مقدمہ شائع کردہ الفرقان لکھنؤ۔

(۹) فرائدِ قاسمیہ :۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی نادر غیر مطبوعہ تحریریں جمع کردہ حضرت حاجی سید عبدالغنی پھلاودیؒ، عکسی ایڈیشن مع مقدمہ، جید برقی پریس دہلی (۱۹۸۰) صفحات ۲۴۲ -

(۱۰) تذکرۂ خلفائے شاہ عبدالرزاق جھنجھانویؒ :۔ شائع کردہ مدرسہ نور محمدیہ جھنجھانہ ضلع مظفر نگر۔

(۱۱) مکتوباتِ سید العلماء :۔ حضرت مولانا احمد حسن محدث امروہیؒ کے ۱۵۱ خطوط بنام حافظ عبدالغنی پھلاودیؒ۔ ۲۰۵ خطوط کا فارسی سے اُردو میں ترجمہ کیا ہے شائع کردہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ (۱۹۹۰ء)

(۱۲) مکتوباتِ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ :۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے ۳۱۳ نادر مکتوبات جو دو مجموعوں پر مشتمل ہیں۔ پہلا مجموعہ جسے شاہ عبدالرحمٰن پھلتی نے

اور اُن کے والد شاہ محمد عاشق پھلتیؒ نے فراہم کیا تھا اور مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوریؒ کے کتب خانہ میں محفوظ تھا۔ دوسرا مجموعہ نسخۂ جامعۂ عثمانیہ حیدر آباد (آندھرا) دونوں مجموعوں کا علیحدہ علیحدہ اُردو ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔ یہ سب چار جلدوں میں آیا ہے (زیر طبع) انڈین انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک اسٹڈیز تغلق آباد نئی دہلی سے یہ جلدیں إن شاء اللہ ۱۹۹۰ء میں شائع ہو جائیں گی۔

(۱۳) قافلۂ اہلِ دل :- حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے خلیفہ حضرت شاہ غلام علی نقشبندی دہلویؒ کے حالات و ملفوظات اور خلفاء کے حالات۔ مکتبہ الفرقان لکھنؤ ۱۹۸۹ء

(۱۴) حضرت شاہ ابو سعید حسنیؒ اور سلسلۂ ولی اللّٰہی کا ایک گم نام درویش :- حضرت شاہ ابو سعید حسنی رائے بریلویؒ کے مختصر حالات :- الفرقان لکھنؤ ۱۹۸۹ء

(۱۵) شاہ عبد الرحیم و شاہ ابو الرضا دہلویؒ :- حضرت شاہ عبد الرحیم دہلوی (والد حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ) اور اُن کے بھائی شاہ ابو الرضاؒ کے حالات۔ اول الذکر کے حالات عربی مجلہ ثقافۃ الہند نئی دہلی میں بھی شائع ہو چکے ہیں۔ ۱۹۸۹ء

(۱۶) سراج الہند شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ :- حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلویؒ کے حالات و ملفوظات پر ایک مکمل اور مستند دستاویز۔ اس کا عربی ترجمہ مجلۂ ثقافۃ الہند میں بھی شائع ہو چکا ہے۔ یہ مضمون الفرقان میں چھپا تھا اور کتابی صورت میں زیر طبع ہے۔

(۱۷) کاروانِ اہلِ فضل و کمال :- حضرت شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ اور اُن کے شاگردوں کا تذکرہ جو الفرقان میں بالاقساط شائع ہو چکا ہے۔ (زیر طبع)

(۱۸) نواب مصطفٰے خان شیفتہ کا سفر نامۂ حج :- ترغیب السالک الیٰ احسن المسالک المعروف بہ "رہ آورد" (فارسی) کی تلخیص اور ترجمہ جو رسالۂ الفرقان لکھنؤ میں شائع ہوا۔

(۱۹) زیارت حرمین :- حضرت مولانا فریدیؒ کے سفرِ حج کی وجد آفریں داستان جو الفرقان لکھنؤ میں پانچ قسطوں میں شائع ہوئی تھی۔

(۲۰) مجموعۂ کلام :- حضرت مولانا فریدیؒ کا منظوم کلام، نعتیں اور منقبتیں۔ تین سو صفحات کے بقدر ہوں گی جو مختلف رسائل میں منتشر ہیں۔ انھیں بھی یکجا ہو کر شائع ہونا ہے۔ ان شاء اللہ۔

حضرت مولانا فریدیؒ کے بیشتر مضامین ماہنامہ "الفرقان" میں شائع ہوئے جو پہلے بریلی سے شائع ہوتا تھا اور اب لکھنؤ سے چھپتا ہے۔ اس میں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۸۰ء تک انھوں نے تقریباً ۳۴ مضامین لکھے جن کے صفحات کی مجموعی تعداد ۲۰۶۵ ہوتی ہے۔ ان مضامین میں سے چند کتابی صورت میں بھی آچکے ہیں۔ اوپر دی ہوئی فہرست میں ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۸، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹ نمبر کی کتابیں پہلے الفرقان میں قسط وار شائع ہوتی رہی ہیں۔

اس کے علاوہ مولانا فریدیؒ کے مضامین القاسم دیوبند، الحرم میرٹھ، الرحیم کراچی، تذکرۂ دیوبند، دارالعلوم دیوبند، تاج لاہور، مدرّس اور فائد امروہہ وغیرہ رسائل میں شائع ہوتے رہے۔

مطالعہ اور تصنیف و تالیف حضرت مولانا فریدیؒ کا سب سے بڑا مشغلۂ حیات تھا۔ آپ کا خط بھی صاف اور پاکیزہ نستعلیق تھا۔ پچاس سال سے زائد عرصہ تک مختلف موضوعات پر علمی و تحقیقی مضامین قلم بند کئے۔ آپ کا اسلوبِ نگارش منفرد تھا اور آپ ایک صاحب طرز ادیب و انشاپرداز تھے۔ آپ کو حدیث، تفسیر، فقہ، تاریخ، تصوّف، ادب، علمِ رجال، علمِ انساب اور علمِ لغت میں نہایت وسیع معلومات تھی۔ آپ بہترین مترجم و مؤلف تھے، بزرگوں کے مکتوبات و ملفوظات کی ترتیب و تدوین کا خاص ملکہ تھا۔ عصرِ حاضر میں امامِ ربانی مجدد الف ثانیؒ کے کارِ تجدید اور فکرِ ولی اللّٰہی کے بہترین شارح اور رمز شناس تھے۔

حضرت مولانا فریدیؒ کے مرض الموت کا سلسلہ شعبان ۱۴۰۸ھ سے شروع ہوا۔ اسی حالت میں رمضان کے پورے روزے رکھے اور سارے معمولات پورے کیے۔ سہ شنبہ ۵ ربیع الاول ۱۴۰۹ھ (۱۸ اکتوبر ۱۹۸۸ء) کو صبح ۸ بجکر ۴۰ منٹ پر انتقال فرمایا۔ محلہ جعفر شہید کی جس مسجد میں اُن کے شب و روز گذرتے تھے اسی کے شمال مشرقی حجرے میں رات کو دس بجکر چالیس منٹ پر دفن کیے گئے۔ رَحِمَہُ اللّٰہُ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً۔

"إِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا" سے تاریخ وفات برآمد ہوتی ہے [1]

۱۴۰۹ھ

زیر نظر کتاب مولانا فریدیؒ کی آخری تالیف ہے جس کا ادھورا مقدمہ انتقال سے چند روز قبل نہایت نحیف و نزار آواز میں املا کرایا تھا۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَہٗ وَارْحَمْہُ وَاَدْخِلْہُ فِیْ عِبَادِکَ الصَّالِحِیْنَ۔

---

[1] یہ تاریخ حافظ جنید اکرم فاروقی سلمہٗ ساکن محلہ چلّہ امروہہ نے نکالی ہے۔

مراجع

(مقدمہ مکتوبات سید العلماؒ اور حواشی کی تیاری میں مندرجہ ذیل کتابوں سے مدد لی گئی ہے ان میں پہلی ۲۲ کتابوں سے مولانا فریدی علیہ الرحمۃ نے بھی استفادہ کیا ہے۔ باقی کتابیں راقم الحروف نے مقدمہ کی تکمیل میں استعمال کی ہیں۔)

(۱) سید عبدالحیؒ حسنی رائے بریلوی:۔ نزہۃ الخواطر (عربی) جلد ہشتم حیدرآباد ۱۹۷۰ء

(۲) محمود احمد عباسی:۔ تذکرۃ الکرام ۱۹۳۲ء

(۳) خورشید مصطفےٰ رضوی:۔ تذکرۂ بدرچشتؒ

(۴) مولانا امداد صابری دہلوی:۔ فیضانِ رحمت

(۵) منجانب مدرسہ شاہی مرادآباد:۔ روداد ہائے مدرسہ شاہی مرادآباد

(۶) مولانا قاری عبدالحلیم انصاریؒ:۔ تذکرۂ رحمانیہ۔ دارالاشاعت رحمانیہ پانی پت ۱۳۵۷ھ / ۱۹۳۸ء

(۷) سید معظم حسین امروہیؒ:۔ شجرۂ نقشبندیہ توکلیہ، نامی پریس امروہہ۔ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۲ھ نومبر ۱۹۶۱ء

(۸) شجرۂ طریقت وحالات مولانا نورالزماں

(۹) ظفر علی خاں:۔ بہارستان

(۱۰) مولانا عبدالغنی پھلاودیؒ:۔ بیاض قلمی

(۱۱) مشتاق احمد ایم اے بارایٹ لا:۔ خطوط وقارالملک۔ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی ۱۹۳۷ء

(۱۲) محمود احمد عباسی:۔ تحقیق الانساب ۱۹۳۲ء

(۱۳) سراج احمد رشیدی:۔ السراج الانور الملقب بکشف الغشاوۃ عن الصار اہل الغباوۃ فی اسکات مجتہد السراوۃ

(۱۴) مولانا احمد حسن محدث امروہی:۔ افادات احمدیہ (جلد اوّل)

(۱۵) محمد ابراہیم ذوقؔ ثانی پھلاودی :- خاندانی شجرہ مولانا عبدالغنی پھلاودی
(۱۶) رسالہ رکوب السفینہ :- (مناظرہ نگینہ) مطبوعہ اہلحدیث پریس امرتسر ۱۳۲۲ھ/۱۹۰۴ء
(۱۷) مولانا نسیم احمد فریدی امروہی (مرتب) :- مکتوباتِ اکابر، معراج بکڈپو دیوبند سنہ ۱۹۸۰ء
(۱۸) احمد سعید خاں تقیاری :- یادِ ایام
(۱۹) محمد شاہد سہارن پوری :- تاریخ علماءِ مظاہر علوم
(۲۰) احمد علی خاں شوقؔ :- تذکرہ کاملانِ رام پور
(۲۱) خط مولانا نجم الحسن خیرآبادی :- بنام مولانا فریدیؒ
(۲۲) اخبار سیاست حیدرآباد :- بابتہ ۲۸ ستمبر سنہ ۱۹۸۶ء
(۲۳) نثار احمد فاروقی (مرتب) :- امداد المشتاق، مکتبہ برہان اردو بازار دہلی طبع جدید ۱۹۸۱ء
(۲۴) محمد یعقوب نانوتوی :- مختصر سوانح قاسمی
(۲۵) فتاوی دارالعلوم دیوبند :- جلد اول
(۲۶) اعجاز الحق قدوسی :- اقبالؔ اور علمائے پاک و ہند، لاہور سنہ ۱۹۷۷ء
(۲۷) رسالہ الفرقان لکھنؤ (خصوصی شمارہ بیادگار مولانا فریدی) جلد ۵۷ شمارہ ۵ تا ۸ مئی تا اگست ۱۹۸۹ء
(۲۸) عبدالحق محدث دہلوی :- اخبار الاخیار مطبع مجتبائی دہلی سنہ ۱۹۱۴ء
(۲۹) غلام علی آزادؔ بلگرامی :- مآثر الکرام مطبع مفید عام آگرہ سنہ ۱۹۱۰ء
(۳۰) دائرہ معارفِ اسلامیہ اردو :- طبع لاہور
(۳۱) فقیر محمد جہلمی :- حدائق الحنفیہ (مرتبہ خورشید احمد خاں) طبع لاہور
(۳۲) مولانا اشرف علی تھانوی :- بیاض یعقوبی :- دارالاشاعت کراچی ۱۹۷۷ء
(۳۳) محمود احمد برکاتی :- شاہ ولی اللہ اور اُن کا خاندان، لاہور ۱۹۷۶ء
(۳۴) رسالہ دارالعلوم دیوبند : بابتہ سنہ ۱۹۵۴ء
(۳۵) السراج الانور (روداد مناظرہ گلاوٹھی)

مکتوب نمبر ۱ بزبانِ فارسی

از میرٹھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ

بخدمت سراپا عنایت حافظ عبدالغنی صاحب سلمہٗ

سلام مسنون پیش کرکے عرض کرتا ہے۔ آپ کے دو عنایت نامے یکے بعد دیگرے امروہہ واپس ہوکر احقر کے پاس کول (علی گڑھ) پہنچے تھے مضمون سے آگاہی ہوئی۔ بہر حال کو آپ خوب جانتے ہیں میں تعلیم دینے کی استعداد کہاں سے لاؤں کہ آپ کو تعلیم حاصل کرنے لئے بلاؤں۔ میں نہیں جانتا کہ آپ اپنے حُسنِ ظن سے احقر کے بارے میں کیا تصور رکھتے ہیں۔ خیر جناب کے خطوط کا جواب ہر چند کہ لاجواب ہے لیکن ناچار جو صورت حال ہے اُس کو لکھتا ہوں۔ احقر کو قصبۂ خورجہ کے مدرسۂ عربی کی مُدرسی کے لئے بلاتے ہیں مبلغ پچیس ۲۵ روپیہ ماہوار، علاوہ خوراک دینا چاہتے ہیں اور یہاں یعنی میرٹھ میں امروہہ سے بھی مدرسہ عربی امروہہ کی مُدرسی کے واسطے مہتمانِ مدرسہ نے دو عدد خط بطلبِ احقر روانہ کئے ہیں اور بہت ہی اصرار اور خوشامد سے طلب کیا ہے مگر تنخواہ صرف پندرہ روپیہ دیتے ہیں۔ میں نے ابھی کسی جگہ کا اقرار نہیں کیا ہے اور رمضان کے بعد کے لئے اس مسئلہ کو موقوف کردیا ہے۔ غالب کیا، یقینی بات ہے کہ ان شاء اللہ بعد رمضان دونوں مدرسوں میں سے کسی ایک میں ضرور مقیم ہونگا۔ اب وطن (امروہہ) کے ارادہ سے حضرت مولانا (قاسم العلوم والمعارف) کی ہم رکابی میں علی گڑھ سے میرٹھ پہنچا ہوں۔

حضرت مولانا دو تین روز میرٹھ میں قیام فرما کر مدرسہ دیوبند کے امتحان کے لئے دیوبند تشریف لے جائیں گے۔ عجب نہیں کہ میں بھی ہمراہِ مولانا دیوبند روانہ ہو جاؤں۔ دیوبند میں پانچ چھ دن قیام کے بعد قصد وطن کروں گا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ اگر آپ کو یہی منظور ہے کہ احقر سے تعلیم حاصل کریں، بہتر ہے۔ رمضان کے بعد تشریف لائیں۔ اِن شاء اللہ بعد رمضان بھی آپ کو خط بھیجوں گا۔

المکلف:۔ احمد حسن عفی عنہ۔ از میرٹھ

مکتوب نمبر۲ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ

بخدمت سراپا عنایت برادر مکرم خویش حافظ عبد الغنی صاحب.....

سلام مسنون بہ ہزار شوق مشحون عرض کرکے تحریر کرتا ہے۔ آٹھ، نو دن ہوئے کہ احقر آپ سے رخصت ہو کر ایک ایک دن بڈھانسی اور مراد آباد قیام کرکے وطن (امروہہ) پہنچ گیا۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ سب عزیزوں اور رشتہ داروں کو بخیریت پایا اور سب سے بعافیت تمام ملاقات ہوئی، روزانہ آپ کے خط کا انتظار تھا کہ کل بروز پنجشنبہ آپ کا خط پہنچا اور مسرتوں کا سرمایہ بنا۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

آپ کی اور آپ کے متعلقین کی خیریت کی اطلاع سے بہت محظوظ و مطمئن ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو جہاں بھی رکھے مع جملہ متعلقین خیریت سے رکھے، اور دنیا اور آخرت

میں اُن مرتبوں پر فائز کرے جن سے اُوپر کوئی مرتبہ متصور نہیں ہوسکتا۔ آمین ثم آمین
برادرمن! اپنی بے نوائی اور تہی دستی کے سبب کہ کچھ متاعِ دینی و دنیوی اپنے ہاتھ میں نہیں رکھتا ہوں اپنے عنایت فرماؤں کی عنایات کے بدلے سے عاجز ہوں۔ ناچار دعا ہی پر کہ وہ بھی ایک آہِ نارسا ہے اکتفا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائے اور مقبولیت کے درجہ کو پہنچائے آپ بھی اوقاتِ مخصوصہ میں اس ناکارہ کے لئے دعائے خیر سے دریغ نہ فرمائیں۔ یہ امر احقر کی ممنونیت کا باعث ہوگا۔ کل امیر شاہ خاں صاحب کا خط بھی آپ کے خط کے ساتھ آیا تھا۔ کیفیت مدرسہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ بوجہ ہجوم و زیادتی کاروبارِ دیہات، احمد خاں صاحب (خورجوی) نے اس بارے میں اس قدر توقف فرمایا، ورنہ اُن کو دل سے خیال ہے، ہر ملاقات پر کشادہ پیشانی سے جواب دیتے ہیں۔ اور ہر طرح سے تسلی و تشفی فرماتے ہیں۔ اب وہ کسی گاؤں کو تشریف لے گئے ہیں، ایک آدھ روز میں تشریف لے آئیں گے۔ اگرچہ عوام کی زبان پر یہ بات ہے کہ مدرسہ بند کر دیا گیا ہے لیکن اُمید قوی ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ فوراً اُن کی واپسی کے بعد ضرور بالضرور کوئی مناسب صورت پردۂ غیب سے جلوہ گہِ شہود پر آئے گی۔ آئندہ کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے، جو بھی نصیب میں ہوتا ہے مل جاتا ہے۔ آپ کے اطمینانِ قلب کی وجہ سے یہ بات لکھی گئی
ہاں خوب یاد آیا۔ آپ کو یاد ہوگا آپ کے رخصت ہوتے وقت اور اس سے پہلے بھی میں نے چند باتیں آپ کے گوش گزار کی تھیں۔ اگر آپ مجھ نااہل کا کچھ استحقاق اپنے ذمّہ سمجھیں تو آپ کو چاہئے کہ میری مرضی کے موافق بلکہ اس سے بھی زیادہ ان باتوں پر کاربند رہیں آگے آپ کو اختیار ہے میں نے "ازالۃ الوسواس" کی نقل سے فراغت پالی ہے
اِن شاء اللہ آج دہلی بھیج دوں گا۔ اس کا مسودہ میں آپ کی خدمت میں نہیں بھیج سکتا، مولوی اسمٰعیل صاحب (علی گڑھی) اور مولوی فخرالحسن صاحب (گنگوہی) وغیرہما نے اس رسالہ کو سُنا اُن کو بہت پسند آیا، وہ فرماتے ہیں کہ ہم بھی "تحذیر الناس" پر کے حانے

والے اعتراضات کے جوابات دینے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ اگر یہ تحریر بھی جواب دیتے وقت ہمارے سامنے ہو تو بہت اچھا ہے۔ اُن سے میں نے وعدہ کیا ہے کہ اپنی واپسی پر بالضرور اس کا مسودہ آپ حضرات کی خدمت میں بھیجوں گا۔ لہٰذا فی الحال اس کے بھیجنے سے معذور ہوں۔ اس کی نقل کی فکر میں ہوں اگر نقل ہو جائے تو بہتر ورنہ عجب نہیں کہ آئندہ یہی مسودہ آپ کے پاس رہے، ایک دو ورق کا اور اضافہ ہو گیا ہے۔ اب جبکہ احقر کے قلم کے نیچے وہ مسودہ آگیا ہے اور احقر نے باریک قلم سے اس کو لکھا ہے، بارہ ورق ہو گئے ہیں۔

مولوی آلِ حسن[1] صاحب (نخشبی امروہی مؤلف نخبۃ التواریخ) اور مولوی عبدالہادی صاحب نے بھی اس مسودہ کو سُنا تھا، بظاہر بہت مدّاح تھے آگے خدا جانے کہ اُن کے دل میں کیا تھا۔ اس مرتبہ مولوی آلِ حسن صاحب احقر سے کمال محبت اور اخلاق سے پیش آ رہے ہیں۔ اگرچہ تحذیر الناس کے بارے میں پہلے بہت کچھ سخت سُست کہتے تھے مگر اب احقر کے سامنے لب کشائی نہیں کرتے ہیں بلکہ تعریفیں کرتے ہیں۔ میں بھی اُن سے اخلاق و محبت سے پیش آتا ہوں، اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس صورتِ حال کو باقی رکھے۔ جناب چچا صاحب کو گیگم کے تھان پسند آئے اطمینان رکھیں۔ چچا صاحب آپ کے ممنونِ احسان ہیں اور سلامِ شوق پیش کرتے ہیں۔

---

[1] آپ کے والد کا نام نذیر احمد، دادا کا اسم مبارک قاری امام الدین نخشبی مودودیؒ تھا، آپ نے امروہہ میں اپنے چچا مولانا کریم بخشؒ سے اور مولانا سید رافت علی امروہیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ دیوبند میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ وغیرہ سے پڑھا۔ مراد آباد میں مولانا سید عالم علی محدث نگینویؒ ثم مراد آبادی سے حدیث کی تعلیم حاصل کی اور میاں نذیر حسین صاحب محدث دہلویؒ سے بھی حدیث پڑھی، مفتی لطف اللہ صاحبؒ علیگڑھیؒ اور مولانا عبدالحق کانپوریؒ سے بھی کسب علوم کیا۔ امروہہ کی تاریخ "نخبۃ التواریخ" فارسی زبان میں لکھی جو شائع ہو گئی ہے۔ درس و تدریس کا مشغلہ تھا۔ سنہ ۱۳۰۶ھ میں رحلت فرمائی۔

مکتوب نمبر ۳ بزبان فارسی

(ترجمہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ

بخدمت برادر مکرم حافظ عبد الغنی صاحب

سلام مسنون پیش کرکے عرض کرتا ہے۔ کل بروز چہارشنبہ آپ کا خط بڑے انتظار کے بعد پہونچا مسرتوں کا باعث ہوا۔ جزاکم اللّٰہ خیر الجزاء

اس سے پہلے آپ کا کوئی خط احقر کے پاس نہیں پہونچا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مجھ عاجز سے آپ کو بھی یہ توقع نہ ہوگی کہ میں اس کا جواب نہ دیتا۔ اس سے زیادہ کیا لکھوں۔ ان شاء اللّٰہ تعالیٰ خود آپ کے قلب صافی پر یہ بات پوشیدہ نہ رہے گی۔ باقی میرا حال یہ ہے کہ مولوی محمد حسن صاحب اسرائیلی سنبھلی) کی طرف سے بظاہر نجات حاصل کرلی ہے (اس کی صورت یہ ہوئی کہ) میں نے مراد آباد پہونچکر ایک خط اُن کو بُلانے کے لئے بھیجا، غرض یہ تھی کہ تقریری مناظرہ ہوجائے۔ میں نے

---

۵ آپ کے والدِ ماجد کا اسم مبارک شیخ ظہور حسن تھا، پہلے آپ نے قرآن حفظ کیا پھر مفتی عبد السلام سنبھلیؒ مولوی سدید الدین خاں دہلویؒ اور قاسم العلوم والمعارف مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے علوم متداولہ حاصل کئے۔ بہت سی درسی وغیر درسی کتابوں پر آپ کے حواشی ہیں۔ حضرت مولانا سید احمد حسن محدث امروہیؒ سے آپکا تحریری مناظرہ ہوا جسکا تعلق بعض مسائل عقائد وکلام سے تھا۔ طرفین کے مکتوبات سوال وجواب کی شکل میں "افادات احمدیہ" کے نام سے مرتب ہوگئے ہیں۔ افاداتِ احمدیہ کا یہ قلمی نسخہ مولانا عبد الغنی پھلاودیؒ کے کتبخانہ میں ہے سنہ ۱۳۳۰ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

اس خط میں اُن کو لکھا تھا کہ اپنے نیاز مند کے خط کو دیکھتے ہی جلد اپنے آپ کو مراد آباد پہونچائیں۔ احقر آپ کی آمد کے انتظار میں ہے۔ اگر تشریف آوری میں کچھ توقف اور تساہل فرمائیں گے تو یاد رکھئے کہ گویا آپ میدانِ مناظرہ سے فرار اختیار کریں گے۔ اور اسی نہ آنے پر بات ختم ہو جائے گی۔

آج بہت عرصہ بعد اُن کا خط پہنچا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:۔

"آپ نے اپنی تحریر میں بہت بد زبانی کی ہے۔ تقریر و گفتگو میں آپ اور بھی زیادہ سخت باتیں کریں گے اور کیا عجب ہے کہ فساد کی نوبت آجائے ناچار ملاقاتِ سابقہ کو پیشِ نظر رکھ کر اس قسم کے بیہودہ شور و شغب کو پسند نہیں کرتا ہوں اور آپس میں اُمت کے فساد کو اپنی گردن کا بوجھ نہیں بناسکتا ہوں۔ لہٰذا فی الحال اپنے آنے میں توقف کر رہا ہوں اور اگر خواہ مخواہ بغض و کینہ آپ کے دل میں بیٹھا ہوا ہے اور فن حدیث و فقہ وغیرہما کے حاصل کرنے سے یہی دولتِ (مناظرہ) آپ کے حصہ میں آئی ہے تو خیر صبر کریں اِن شاء اللہ عید کے بعد مراد آباد پہنچونگا جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا"

غالب گمان یہ ہے کہ اُن کے خط کا مضمون بلا کم و کاست میں نے ادا کر دیا ہے، البتہ (ہو بہو) اُن کے الفاظ ادا کرنے کی مجھے طاقت نہیں ہے۔ اُن کے خط کے دیکھنے سے بہت مسرت حاصل ہوئی۔ سبحان اللہ یہ بھی عجب فرار ہے۔ تابِ مقابلہ کبھی نہیں لاتے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ۔ بیشک یہ تمام ثمرہ و نتیجہ اس بات کا ہے کہ میں حضرت مولانا و مرشدنا (محمد قاسم نانوتوی) کا ایک غلام ہوں۔ ورنہ میں کہاں یہ کارِ مناظرہ کہاں۔ من آنم کہ من دانم (میں وہ ہوں جو اپنے آپ کو خود جانتا ہوں)

اور آپ بھی جانتے ہیں۔ امروہہ پہونچنے کے بعد ایک نئی صورتِ حال دیکھی۔ میں نے دیکھا کہ مولوی آلِ حسن صاحب سنبھلی جماعتِ ثانیہ کے جواز کے بارے میں بہت کچھ زبان درازی کر رہے ہیں اور چند اوراق مولانا رشید احمد صاحب (گنگوہی) کے رسالہ کے جواب میں سیاہ کر کے اتمام کو پہونچا دیئے ہیں اور اُن کو چھپوانے کا ارادہ اُن کے دل میں ہے۔ چنانچہ ہر شخص سے اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ "بتاریخ ۱۵ رمضان دہلی پہونچوں گا اور اپنے رسالہ کو چھپواؤں گا" خیر میں متفکر ہوا۔ ناچار اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے میں نے اُن سے اُن کا رسالہ رد کرنے کے لئے طلب کیا۔ اس کے جواب میں اس شخص کے ہاتھ جس کو میں نے رسالہ لینے کے لئے بھیجا تھا بُرا بھلا لکھ کر میرے پاس بھیجدیا اور زبانی میرے اساتذہ کرام کو بھی سخت سست کہا۔ پھر دوبارہ میں نے اُن سے وہ رسالہ طلب کیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ چھپنے کے بعد آپ کے پاس پہونچا دوں گا۔ میں نے اُن کو زبانی گفتگو کرنے کا پیغام بھیجا۔ اس پیغام کو حیلہ حوالہ کر کے ٹال دیا۔ اس کے بعد ایک جماعت کے سامنے اُنھوں نے اقرار کیا کہ اپنے کئے ہوئے سے میں توبہ کرتا ہوں اور آئندہ مصالحت کے ساتھ رہونگا۔ اور کسی کو سخت بات نہ کہوں گا۔ مناظرہ خواہ مخواہ فساد کی حد تک پہونچا دے گا بہتر نہیں ہے۔ ہاں جس وقت کہ میرا رسالہ چھپ جائیگا تو ایک رد نہیں بلکہ ہزار رد لکھیں خیر اس گفتگو کے بعد میں نے اسی پر صلح کر لی۔ اور اس خرشہ سے باحسن وجوہ نمٹ گیا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

(اگر خدا چاہتا ہے کہ کسی کا پردہ فاش کرے تو اچھے لوگوں کے طعن و تشنیع پر اس کو مائل کر دیتا ہے)

ایک خط خورجہ سے پہنچا تھا، امیر شاہ خانصاحب لکھتے ہیں کہ "جناب حاجی صاحب خورجوی ۲۸ رمضان کو انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن" مدرسہ خورجہ کے حالات سے کچھ بھی اطلاع نہیں دی ہے۔ میں نے ظاہر پر نظر کرکے اس مدرسہ (خورجہ) کے تعلق کی امید ختم کر دی ہے۔ حاجی صاحب مرحوم مدرسہ مذکورہ کے ایک اعلیٰ رکن تھے۔ دیکھنا چاہیے کہ پردۂ غیب سے آئندہ کیا انتظام ہوتا ہے۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ میں بغرض تعزیت خورجہ کو روانہ ہوں (وہاں پہنچکر) اگر قیام مدرسہ کی کوئی صورت معلوم ہوئی تو بہتر ورنہ اپنی کتابیں ہمراہ لے کر اپنے وطن واپس ہو جاؤں گا۔ مگر فی الحال توقف کر رہا ہوں، کیا عجب کہ ۲۵ تاریخ یا اس سے پہلے خورجہ جاؤں۔ اور میں نے یہ بھی ارادہ کیا ہے کہ اگر خورجہ روانہ ہوا تو ان شاء اللہ حضرت مولانا (محمد قاسم صاحب نانوتوی) کی خدمت میں بھی تین چار دن کے لئے ضرور حاضر ہوں گا۔ اطلاعاً لکھا گیا۔ جماعت ثانیہ کے بارے میں جو تحریریں نے تیار کی تھی، کل سے میں نے اس میں کچھ ترمیم کی ہے

پان کی ڈبیہ جو میر محمد حسین صاحب نے احقر کو عنایت کی تھی مولوی محمد سمعیل صاحب علیگڑھی نے احقر سے لے لی ہے اور مولوی رفیع الدین صاحب عثمانی دیوبندی کو بھی یہ ڈبیہ بہت پسند آئی ہے، اگر دو ڈبیاں، ایک احقر کے لئے اور ایک مولوی رفیع الدین صاحب کے لئے تیار کرا کے بھیجدیں تو بہتر ہے، اگر ڈبیہ کے اوپر کے حصہ میں چند سوراخ کر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔ اس صورت میں پان ہوا لگنے کی وجہ سے کم

خراب ہونگے۔ آپ "مقاصد العارفین" کے مقابلہ سے جلد فارغ ہوں۔ صاحبِ کتاب بہت زیادہ تقاضا کر رہے ہیں۔

مکتوب نمبر ۴ بزبان فارسی

از دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

بہتر از من بمن مجموعۂ کمالات عزیزم مولوی حافظ عبد الغنی صاحب
مشتاق دیدار احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے۔
الحمد للہ کہ بعافیت رہ کر آپ کی اور آپ کے متعلقین کی خیریت کا خواہاں ہے۔ وطن
سے روانگی بوجہ موانع چند در چند اس ماہ رمضان کی سترہ یا اٹھارہ تاریخ کو ہوئی
پانچ چھ دن خورجہ میں گذرے تین دن ہوگئے کہ سیر کے دن اس بقعہ پاک (دیوبند)
میں پہونچکر اس نواح کی خاک کو اپنے سرِ افتخار کا تاج بنایا ہے۔ الحمد للہ کہ
مع الخیر و الصلاح حضرت مولانا (محمد قاسم نانوتوی) اور دیگر بزرگوں کی ملاقات
کے شرف سے سعادت اندوز ہوا، اور حضرت مولانا مدظلہم کو جمیع متعلقین کے ساتھ
مع الخیر پایا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک کلہا باقی تو رجہ اور اہلِ خورجہ کی کیفیت حال کو کچھ نہ پوچھیے
خورجہ میں ہیضہ کی وبا پھیلی ہوئی تھی اور ابھی تک اُس کا اثر باقی ہے سیکڑوں
آدمی، کیا بوڑھے ؟ کیا جوان ؟ اس دبا میں مرگئے اور بہت سے مکانات
تباہ ہوگئے۔ عبد الرحیم خاں اور اُن کے برادر زادہ احمد خاں بھی اسی مرضِ مہلک میں

اپنے رب کے جوارِ رحمت میں پہونچ گئے اور متعلقین کے دلوں پر داغ چھوڑ گئے
إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۔

صد حیف عبد الرحیم خاں اور احمد خاں کیا مرے، خورجہ سے خیر و صلاح کا نام اپنے ساتھ لے گئے۔ افسوس کہ اچھے لوگ مر جاتے ہیں اور ہم جیسے نابکار اُن کی جگہ لیتے ہیں۔ اے اللہ! ان سب کو بخش دے اور اپنے اولیاء و اصفیاء کی ہستیوں میں ان کو جگہ دے، اور ان کو جنّاتِ نعیم میں داخل فرما۔ آمین!

میاں عبد الرحیم خاں کے خسر احمد خاں اور میاں عبد الرحیم خاں کی اہلیہ باوجود یکہ (یہ دونوں) اپنے دل پر تازہ زخم رکھتے تھے، انھوں نے اُمید سے بھی زیادہ میری خاطر تواضع کی اور اصرار کے ساتھ چاہا کہ میں کچھ دنوں خورجہ میں قیام کروں۔ اُن کی دل شکنی کا خیال کرتے ہوئے اُن کے کہنے پر جو کہ محض انتہائی اخلاص پر مبنی تھا، سرِ تسلیم خم کر لیا اور چھ دن متصل خورجہ میں مقیم رہا۔ رُخصت کے وقت احمد خاں صاحب نے بوساطت نصرت اللہ و میاں امیر شاہ خاں مدرسہ کے بارے میں اور میرے قیام کے متعلق گفتگو کی اور کہا کہ احمد حسن کو پہلے اسی خیال سے میں نے نہیں جانے دیا تھا۔ مگر چونکہ وہ میری پریشانی کا زمانہ تھا۔ سرِ دست اس فکر سے سبکدوش ہو گیا تھا۔ (اب) چاہتا ہوں کہ اس مرتبہ بطورِ خود چندہ کی تدبیر کر کے، نیز اپنے اہتمام سے پھر بنیادِ مدرسہ (از سرِ نو) رکھوں۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ (پھر تو) احمد حسن کو مدرسی کے لئے دوبارہ بلاؤں گا۔"

(یہاں دیوبند میں) مجھے حضرتِ اعلیٰ (مولانا محمد قاسم نانوتوی) کی زبانی معلوم ہوا کہ منشی صاحب (حمید الدین بتجوید سنبھلی) بھی اپنی ہمّت عالی کے تقاضے کی بنا پر عید کے بعد فقیر کے بُلانے کے لئے آمادہ بیٹھے ہیں۔ اب میں نہیں جانتا کہ

پردۂ غیب سے کون سی صورت ظہور پذیر ہوگی۔ ہاں ظاہر یہی ہے کہ خورجہ کا
آب و دانہ پھر مجھے کھینچ لے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ اگر احمد خاں نے بارِ اہتمام
کو اپنے سر پر رکھا تو زمانۂ سابق کے مقابلہ میں اب خورجہ میں قیام کی امید زیادہ ہے
تنخواہ مع خوراک تیس ۳۰ روپے سے کم نہ ہوگی۔ دعائے خیر میں یاد رکھیئے۔ چونکہ ان دونوں
مذکورہ صورتوں میں سے ایک صورت ضرور معرضِ ظہور میں آتی ہوئی سمجھی جا رہی ہے
ادھر بیکاری بھی اپنی حد پر پہونچ گئی ہے۔ کب تک سہولت پسندی اختیار کی جائے؟
ان باتوں پر نظر رکھتے ہوئے جلد وطن پہنچوں گا۔ غالب گمان یہ ہے کہ ۴ یا ۵ شوال
تک دیوبند سے ریل کے ذریعہ واپس ہو جاؤں گا۔ اگر کیفیتِ راہ ٹھیک رہی تو
خطِ مستقیم پر بذریعہ ریل سفر کر کے مراد آباد پہنچوں گا۔ میں نے یہ بات آپ کو اطلاعاً
لکھی ہے۔ اور اپنی کوتاہی کے لئے عذر خواہ ہوں۔ خدا گواہ ہے کہ امروہہ سے
پختہ ارادہ کر کے چلا تھا کہ آپ کے وطنِ مالوف (کھیلا ودہ) پہونچوں گا۔ لیکن
غیب کا کوئی علاج نہیں۔ میری مجبوری ایسی نہیں ہے کہ آپ اس سے واقف
نہ ہوں۔ اس کے باوجود آپ کے قلبِ نازک کی برہمی نہ مجھے اب گوارا ہے اور
ان شاء اللہ تعالیٰ نہ آئندہ گوارا ہوگی۔ اگر آپ اس بات سے رنجیدہ ہوں تو بے
تکلف مجھے طلب کرلیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے نفع ہی ہوگا، نقصان نہ
ہوگا۔ میں ضرور آپ کی خدمت میں پہنچوں گا۔ اپنے تمام متعلقین کو، خواہ مرد ہوں
یا عورتیں، چھوٹے ہوں یا بڑے، اور راحقر کے تمام یاد کرنے والوں، اور
عنایت فرمانے والوں کو بشرطِ یاد و ملاقات میرا سلام پہنچائیں۔ حضرتِ والا (حضرت
نانوتوی) کی طرف سے سلامِ مسنون قبول کریں۔ اور دوسرے پُرسانِ حال حضرات کو

بھی حضرت والا کا سلام پہنچا دیں۔ مولوی فخر الحسن صاحب گنگوہی بھی خورجہ میں تھے اور اس وبائی مرض میں مبتلا ہو گئے تھے۔ مگر الحمد للہ کہ سلامت رہے۔ کل بروز سہ شنبہ مولوی فخر الحسن (گنگوہی) میاں امیر شاہ خاں کے ساتھ اپنے وطن (گنگوہ) پہنچے ہیں۔ یہاں (دیوبند میں) رؤیت ہلال رمضان اس نواح کے جملہ علماء کے اتفاق سے کامل تحقیق کے بعد ۲۹ شعبان کو قرار پائی۔ چاروں طرف سے ایک دو آدمیوں نے رؤیت ہلال کی شہادت دی۔

یہ بھی معلوم رہے کہ حضرت مولانا (نانوتوی) نے اس مرتبہ جدید تحریرات زیب رقم فرمائی ہیں۔ ان شاء اللہ اپنے ہمراہ لیتا آؤں گا۔ کیا اچھا ہو، خواہ کھاتولی سے یا میرٹھ سے آپ کے ہمراہ ہوں۔ مگر میں مقررہ دن کو جزماً یقیناً نہیں بتا سکتا۔ اپنی اہلیہ کو بعد مبارکباد سلام پہنچا ئیں۔ امروہہ سے رخصت ہوتے وقت عزیزم رضا حسین اور اُن کی بہن بخیر تھے۔ اس کے بعد کوئی اطلاع نہیں ملی۔ اللہ تعالیٰ اُن کا کفیل اور نگہبان ہے۔ فَاللّٰہُ خَیْرٌ حٰفِظًا

میاں حافظ احمد (ابن حضرت قاسم العلوم) آپ کو سلام کہتے ہیں۔ یہ خط عجلت کے طور پر لکھا ہے معاف کریں۔

مکتوب نمبر ۵ بزبان فارسی

از خورجہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترجمہ

احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ

بخدمت سراپا عنایت برادر مکرم خویش حافظ عبد الغنی صاحب

سلام مسنون پیش کر کے عرض کرتا ہے۔ احقر بتاریخ ۲۵ ماہ رمضان المبارک وطن سے روانہ ہو کر ۲۷ رمضان المبارک کو خورجہ پہنچا۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ مولوی حقداد خاں مرحوم کی تعزیت سے فارغ ہو کر ایک رات یہاں قیام کر کے حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی کی خدمت بابرکت میں چلا جاؤں اور اپنی عید وہاں (دیوبند) کروں اور واپسی کے وقت آپ کی خدمت میں پہنچ کر آپ کو ہمراہ لے لوں مگر کیا کروں اللہ تعالیٰ کا ارادہ بندوں کے ارادے پر غالب ہے۔ اس دفعہ حضرات خورجہ خصوصاً مکرمی مولوی رحیم داد خاں صاحب، مولوی حسین خانصاحب، حافظ عبد الرحیم خانصاحب، شفیق خانصاحب، میاں امیر شاہ خانصاحب نے پہلے سے بھی زیادہ عنایات فرمائیں اور بہزار اصرار احقر کو جانے نہیں دیتے تھے۔ ناچار عید خورجہ ہی میں کی اور بعد عید جب میں نے عزم روانگی کیا تو ان حضرات نے کہا کہ آپ کی رخصت کی مدت پوری ہو گئی، اب مدرسہ کا کام شروع کر دینا چاہئے اور حضرت مولانا نانوتوی کی ملاقات کو اُن کے دہلی آنے کے وقت تک کے لئے ملتوی رکھیں۔ خیر ان کے اصرار کے بموجب اسی روز سے طلبہ موجودین کا سبق قرین مصلحت جان کر شروع کرا دیا ہے۔ میاں صاحب (امیر شاہ خانصاحب)

کی تاکیدات کے مطابق آپ کی خدمتِ سامی میں لکھتا ہوں کہ اگر دل میں راہ ہو تو اس خط کے پہنچتے ہی احقر کے پاس خورجہ پہونچ جائیں اور عزیز سلطان الدین کو بھی ایک خط آپ کو بلانے کے لئے روانہ کیا ہے اور ابن حسن کو بھی خط بھیجا ہے اطلاعاً عرض کیا گیا۔

کتاب "مقاصد العارفین"[1] مقابلہ سے فارغ ہوگئی ہو تو بہتر ہے۔ ورنہ ایک دو روز میں میری خاطر سے کچھ تکلیف گوارا کر کے مقابلہ سے سبکدوش ہو کر اس کی نقل بھائی محمد حسین کے ہاتھ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کی خدمت میں بالضرور روانہ کردیں، اور اگر امروہہ جانے کا اتفاق ہو تو کتاب منقول عنہ (وہ کتاب جس سے نقل کیا ہے) کو اپنے ساتھ لیتے جائیں اور وہ کتاب عزیزم سلطان الدین کی معرفت شاہ غلام مصطفےٰ[2] کو پہنچا دیں۔ ورنہ خیر، اس کو حقر کے پاس، یا اپنے ہمراہ لیتے آئیں۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہاں سے وہ کتاب امروہہ شاہ غلام مصطفےٰ صاحب کے پاس پہونچا دی جائے گی۔ اس مرتبہ اللہ تعالیٰ کے

---

[1] یہ کتاب حضرت شاہ عضد الدین جعفری امروہی رح (م ۱۱۷۲ھ) کی تالیف ہے۔ اس کو ۱۱۵۱ھ میں لکھنا شروع کیا اور ۱۱۶۲ھ میں اختتام کو پہنچایا۔ یہ کتاب تصوف و کلام کے مضامین پر مشتمل ہے۔ ۱۳۹۶ھ میں عربک اینڈ پرشین ریسرچ انسٹی ٹیوٹ راجستھان ٹونک نے یہ کتاب شائع کردی ہے۔ یہ نسخہ جسکا مکتوب گرامی میں ذکر آیا ہے حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی رح کی وساطت سے حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رح کے پاس پہنچا، اس پر حاجی صاحب کی مُہر لگی ہوئی ہے کتب خانہ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ میں یہ نسخہ محفوظ ہے۔ شاہ صاحب رح سلسلۂ صابریہ امدادیہ چشتیہ کی تین ان بڑی شخصیتوں میں سے ہیں جو سرزمینِ امروہہ میں مدفون ہیں۔ ۱۲

[2] شاہ غلام مصطفےٰ (م ۱۳۱۳ھ) ابن شاہ رحمن بخش صدیقی امروہی رح۔ حضرت شاہ عبد الہادی صدیقی امروہی رح کی اولاد میں تھے اور اپنے عہد کے سجادہ نشین تھے۔ ۱۲

فضل وکرم سے میں اُمید قوی رکھتا ہوں کہ اِن شاء اللہ اس مدرسہ کی صورت بہ نسبت سابق کئی درجہ بہتر ظہور میں آئے گی مگر میں ابھی تک اطمینان کامل نہیں رکھتا ہوں، ایک دو ماہ گذرنے کے بعد اس تمنا کو درجۂ اعتبار پر جانوں گا۔
اپنے والد ماجد، عم بزرگوار، اپنے بھائیوں، والدہ صاحبہ، جناب میاں جی صاحب اپنے دوسرے دوستوں اور راقم کے یاد کرنے والوں کو سلام مسنون پہنچا دیں۔ اور یہاں کے سب صاحبان کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔ اس مرتبہ مولوی محمد حسن صاحب سنبھلی نے اس طرح میدانِ مناظرہ سے فرار کیا ہے کہ شاید اس سے پہلے نہ کیا ہوگا۔ یہ بات مختصر ہے اس کی تفصیل بوقت ملاقات کرونگا اور یہی حال مولوی آل حسن صاحب کا ہے۔ پانوں کی ڈبیہ ضرور اپنے ہمراہ لائیں۔ آپ نے جو وعدہ مولوی محمد جان سے کیا تھا، بھول نہ جائیں۔

مکتوب نمبر ٦ بزبان فارسی

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم حافظ عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وا وصلہ الی ما یتمناہ۔

پس از سلام مسنون واضح ہو جس رات کہ آپ روانہ ہوئے فقیر بھی اُسی رات روانہ ہو کر مع الخیر خورجہ پہنچا۔ ایک دن رات وہاں رہ کر اور برادرم میاں امیر شاہ خانصاحب کو اپنے ہمراہ لے کر مراد آباد آیا۔ ایک دن رات وہاں (مراد آباد) میں بھی قیام کر کے بہ ہمر کابی بھائی وجیہ الدین صاحب کہ اتفاق سے میری اُن سے مراد آباد میں ملاقات عین روانگیٔ وطن کے وقت ہو گئی تھی، میں نے راہ امروہہ اختیار کی اور مع الخیر امروہہ

پہنچ گیا۔ جب امروہہ پہونچا اُس وقت کا حال کیا عرض کروں۔ مختصر یہ ہے کہ عزیز[۵] مرحوم نے کیا رحلت کی خدا جانے کس کس کو جاں بلب کر دیا ہے۔ آرام جانم امیر حسن اور کاظم حسن اطال اللہ عمرہما اور اُن کی والدہ کو دیکھ کر جگر و قلب پارہ پارہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو عمر طبعی دیگر صلاحیت دارین عطا فرمائے۔ اور ہم سیاہ بختوں کو صبر جمیل بخشے۔ آمین ثم آمین۔

آپ کا خط پہنچا کیفیت مندرجہ واضح ہوئی۔ آپ کی والدہ صاحبہ کے صدمہ کی وجہ سے ایک دوسرا صدمہ میرے قلب حزیں کو پہنچا۔ سبحان اللہ کیا اخلاق واشفاق ہے کہ بحالِ نادیدگان اس قدر شفقت و عنایت فرمائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس نیازمند کی طرف سے جو اُن کے فرزندوں کی طرح ہے ادب کے ساتھ اُن سے فرمادیں کہ حسبتہً للّٰہ وہ صبر فرمائیں۔ اگر صبر ہے تو اس چند روزہ مفارقت کے بعد صبر کی بدولت اِن شاء اللہ ملاقاتِ دائمی میسر آئے گی علاوہ بریں حق جل مجدہٗ صابرین کے حق میں یوں ارشاد فرماتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصَّابِرِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ صابرین کے ساتھ ہے) اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الصَّابِرِیْنَ (بیشک اللہ تعالیٰ صابرین سے محبت رکھتا ہے) اگر ان کا ایک محبوب جو کہ زیادہ قابل محبت نہ تھا سر سے پاؤں تک سیکڑوں پوشیدہ اور ظاہری نقص رکھتا تھا اور اُس کے پاس کوئی ایسا کمال نہ تھا جو کمال نقصان سے خالی ہو، وہ اُن سے جدا ہو گیا ہے، اس میں خیر ہوگی۔ محبوب حقیقی جو کہ حقیقت میں سب کا محبوب ہے وہ سوائے کمال در کمال کے نام نقصان کی بھی مطلق گنجائش نہیں رکھتا۔ صبر کی بدولت وعدۂ معیت فرماتا ہے۔ یا تو ہماری تمہاری جانب سے

---

[۵] عزیز مرحوم سے مراد سلطان الدین ہیں جن کا ذکر اگلے خط میں آرہا ہے۔ وہیں ان کے متعلق فٹ نوٹ لکھا جائیگا۔

اس کے ساتھ محبت بھی یا دہ خود اسی کمال صبر کی وجہ سے ہمارے حال پر خاص محبت فرماتا ہے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ یہ نصیب اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے۔

معہٰذا اگر صبر نہ ہوگا۔ تو کیا ہوگا؟ جو ہونا تھا وہ ہوگیا جزع فزع اور شکوہ و شکایت سے سوائے اپنے معذب ہونے کے اور میت کے معذب ہونے کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ بہرحال صبر فرمائیں اور ایصال ثواب کی توفیق ہو جائے۔ تو اگر کچھ نہ نہ ہو سکے تو قل ھو اللہ کو بکثرت پڑھ کر اُس کا ثواب مرحوم کو پہنچائیں اور اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا رَضِیْتُ بِاللّٰہِ رَبًّا بکثرت پڑھیں۔

منشی حمید الدین صاحب (سنبھلی) سے امروہہ میں اتفاق ملاقات ہوا وہ اپنے وعدہ میں پختہ ہیں غالباً بعد رمضان اُن کا وعدہ پورا ہوگا اور اس صورت میں اُمید غالب یہ ہے کہ ان شاء اللہ فقیر ضرور اس مقدس کوچہ و دیار کی خاک کو اپنا تاج سر بنائے گا۔ اپنے جد امجد اور والد ماجد کے ارادہ سے اطلاع دیں۔ اور اپنی روانگی کے حال کی بھی اطلاع دیں۔ بہمہ سلام و از ہمہ سلام۔

گھر کے سب چھوٹے بڑے امیر شاہ خانصاحب، مولوی امیر حسن و نور الحسن و مولوی ظل الرحمٰن و عزیزم غازی الدین سلام کہتے ہیں۔

امیر شاہ خاں پانچ چار روز اور یہاں پر رہ کے مراد آباد جائیں گے میری طبیعت سخت پریشان ہے۔ خط لکھنے کو کیا؟ کسی چیز کو بالکل دل نہیں چاہتا۔ تمہاری شکایت کے خیال سے یہ خط لکھ دیا ہے۔ میں جانتا ہوں مطلب تو مطلب پڑھنا بھی دشوار ہوگا۔ مگر بھائی میں کیا کروں معذور ہوں۔ ان شاء اللہ آپ کا خط ایسا نہ ہوگا۔ مراد آباد میں اخبار میں خبر تحقیق یہ معلوم ہوئی کہ ایک جہاز پانچویں شوال کو جائے گا اور ایک ۲۵ کو۔ مرض ہیضہ یہاں پر اوّل سے کچھ کم ہے اور صحت غالب ہے۔

مکتوب نمبر

(بزبان فارسی)

ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عزیز از جانم میاں حافظ عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ داوصلہ الیٰ ماتمنّاہ
دُور اُفتادہ ' عمر بباد دادہ ....

احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ کی طرف سے خود سلام قبول کریں اور اپنے والدِ ماجد، اپنے جدِّ امجد، اُن کے دونوں بھائیوں، اپنے عمّ بزرگوار عزیزم عبدالحکیم، اُن کے بھائیوں اور دیگر کرم گستروں کو بھی جن کا آپ نے سلام لکھا ہے میرا سلام پہنچائیں۔ کل جبکہ ہر صبح و شام آپ کے خط کے انتظار میں بیٹھا رہتا تھا، آپ کا خط پہنچا اور مسرتوں کا باعث بنا ....

بفضلہ تعالیٰ آپ حافظ کہلاتے ہیں اور علماء دیندار کی صحبت سے

بہرہ ور ہیں۔ بالخصوص مولانا مولوی محمد قاسم صاحب کی صحبتِ اقدس بھی پائی ہے، اور ترجمۂ قرآن مجید وحدیث پر بھی آپ کو یک گونہ قدرت حاصل ہے بمضامین قرآن وحدیث کو پیشِ نظر رکھ کر غور کریں کہ اس جزع وفزع اور گریہ وزاری سے آپ کی آرزوئے خام حاصل ہونے والی ہے یا نہیں ؟

اے برادر! جبکہ ہماری تمہاری بلکہ سارے عالم کی اس گریہ وزاری سے کچھ حاصل نہیں اور نہ اس سے عزیز مرحوم زندہ ہوتا ہے۔ اب فرمائیے کہ اس خیال وملال سے کیا فائدہ ہوگا۔ ؟

اگر اس قدر خیال اور دھیان خدا اور رسول کا کرتے تو کیا اچھا ہوتا۔ دنیا میں بھی کام آتا اور آخرت میں بھی۔ .... خود ارشاد باری تعالیٰ ہے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالاٰخِرَۃَ ۝ ذٰلِکَ ھُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِیْنُ ۝

جانِ برادر! عقل کو برائے فرقِ نفع ونقصان اور برائے تمیز سود وزیان پیدا کیا گیا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے ہر کام میں اپنے نفع وضرر کو پیشِ نظر رکھے۔ ورنہ اس شخص میں اور دیگر حیوانات میں کیا فرق رہیگا۔ ؟ افسوس کہ ہم محبتِ غیرِ خدا میں جو سرتاپا عیب ونقصان ہے اور اس کا کوئی کمال ایسا نہیں ہے جو کمال نقصان سے خالی ہو۔ عالمِ یاس میں رہ کر اپنا جگر خون کرتے ہیں۔ نہ کلام سے کچھ غرض نہ کھانے کی کوئی خبر۔ اگر اس محبتِ اغیار کے مقابلے میں جو کہ بوئے شرک سے خالی نہیں۔ بالخصوص ایسی صورت میں کہ اگر چہ مخالفتِ خدا اور رسول پیش آجائے تب بھی محبتِ اغیار سے دستبردار نہیں ہوتے۔ خداوند تعالیٰ جو کہ عیوب ونقصان تو کیا ؟ اُن کے نام سے بھی مبرا ہے۔ کی محبت اس کا ہزارواں حصہ بھی ہو تو کتنی بڑی دولت ہے (پھر) کونسی دولت ہے جو ہمیں نصیب نہ ہوگی ؟ حیف صد حیف کہ ہم کبھی محبوبِ حقیقی کے فراق میں اپنی آنکھ تر نہیں کرتے اور نہ کھانا ترک کرتے ہیں نہ کلام۔ اور غیرِ خدا کی محبت میں

اور بیگانوں کے فراق کے صدمے سے زندگی سے بھی تنگ آجاتے ہیں۔
حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر ہزاروں مرتبہ ہمارے کانوں میں پڑی اور ایک کان سے دوسرے کان کو خبر نہ ہوئی۔ برخلاف دوسروں کے انتقال کے صدمے کے کہ اس صدمے سے زندگی ہی میں موت کا مزہ چکھ لیتے ہیں۔
برادرم! مجھے یہ بات یاد ہے کہ حتی آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے طعنِ انساب اور موتِ احباب پر جزع و فزع کو داخلِ شرک قرار دیا ہے اور آپ جانتے ہیں کہ شرک کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا۔ اس کے علاوہ دوسرے گناہوں کو جس کے لئے چاہے گا معاف کر دیگا۔) ان دونوں مذکورہ بالا امور کو داخلِ شرک قرار دینے کی وجہ —— واللہ اعلم بحقیقۃ الحال۔ میرے ذہن ناقص میں یہ آرہی ہے کہ طعن انساب کرنا اور موتِ احباب پر جزع فزع کرنا اُسی وقت صحیح ہوگا جبکہ اپنے نسب کو اپنی صفت مستقلہ جانا جائے۔ وعلیٰ ہٰذہ القیاس کمالاتِ میت کو اُسکی صفت مستقلہ جانا جا۔ اسلئے کہ ظاہر ہے کہ فخر و افتخار اپنی اشیاء مستقلہ پر ہوتا ہے دوسروں کی اشیاء پر نہیں ہوتا وعلیٰ ہٰذہ اسطرح کا صدمہ والم اپنی اشیاء مستقلہ کے گم ہونے پر ہوتا ہے نہ کہ دوسروں کی اشیاء کے غائب ہونے پر۔ برادرم! جب اس سے بُوئے شرک نکل رہی ہے تو مقتضائے ایمان اور لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی تصدیق کا تقاضا یہی ہے کہ فوراً توبہ کریں اور اپنی ایسی خام خیالی سے باز آئیں۔ سلطان الدین[1] جو ہمہ قسم کے عیوب و نقائص سے

---

[1] مولانا سلطان الدین ابن پیر وجیہ الدین بن پیر کمال الدین رضوی امروہی حضرت شاہ ابن قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے۔ خورجہ میں حضرت امروہیؒ کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی حضرت امروہیؒ نے آپکو غالباً حضرت نانوتویؒ کی خدمت میں دیوبند کھیجا ہوگا وہیں بمرض ہیضہ وفات پائی۔ آپ کے دو صاحبزادے تھے امیر حسن اور کاظم حسن حضرت نانوتویؒ نے اپنے ایک مکتوب میں آپ کی (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

کا جامع تھا وہ خاک سے پیدا ہوا تھا اور خاک ہی میں چلا گیا۔ ہمیں اور آپ کو بھی یہ بات پیش آنی ہے۔ نہ انبیاء علیہم السلام باقی رہے، نہ بادشاہانِ عالی مقام۔ یہ قصہ اسی طرح جاری ہے اور اسی طرح جاری رہیگا۔ رنج کس کے لئے اور غم کس بات کا۔؟

اپنے محبوبِ حقیقی اور اپنے محبوب کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں بالکل محو رہیں ہر دم اور بہر قدم اللہ تعالیٰ کی رضا کے خواہاں رہیں۔ اگر صبر ہے تو ان شاء اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول (صلے اللہ علیہ وسلم) کو پالوگے اور محبوبانِ دُنیا کو بھی (آخرت میں)۔ ورنہ یاد رہے دُنیا اور آخرت کی حسرت پیش آئے گی۔ آئندہ اختیار دوستوں کے ہاتھ میں ہے ؏

کارِ ما گفتن است و باقی بس

آپ کی ترمذی شریف تیار ہے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اپنے ہمراہ لاؤں گا اور آپ کے جدِ امجد کے پاس اِن شاء اللہ کل حُطر روانہ کروں گا۔ امیر شاہ خاں صاحب آج مراد آباد روانہ ہوگئے۔ آپ کو سلام کہہ کر گئے ہیں۔ غالبًا مراد آباد میں دو دن رہ کر خورجہ کو روانہ ہوں گے۔ تمام متعارفین اور متعلقین آں عزیز کو سلام مسنون پہنچاتے ہیں۔

اپنے حالات سے ہفتہ وار اطلاع کرتے رہیں۔ میری طبیعت اکثر آپ کی طرف متوجہ رہتی ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وفات کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔ "سلطان الدین مرحوم شبِ یکم شعبان دریں مرضِ مہلک پیپ اسہال (یا)، زاد مدجاں بجانِ آفریں سپرد و داغ بدلِ اقربا و احباب خصوصًا مولوی احمد حسن بگذاشت۔ حالِ زار ادشاں آں روز چہ گویم چہ بود ہمچنیں حافظ عبدالغنی صاحب بہ بستر غم می طپید الخ

مکتوب نمبرہ بزبانِ فارسی

از لاوڑ

ترجمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

برادرم حافظ عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ و اوصلہ الیٰ ما یتمناہ۔

دُور افتادہ احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ، سے اوّلاً سلام مسنون قبول کر کے مطالعہ کریں۔ آج گرامی قدر میر صاحب قصبہ لاوڑ میں فقیر کے پاس آئے، اُن کی آمد سرمایۂ کامرانی ہوئی۔ الحمد للہ کہ میر صاحب نے آپ کو اجازت دلانے کا وعدہ بھی کیا مگر تامّل اسقدر رہے کہ آں عزیز کے والدِ ماجد اور عمِ بزرگوار و دیگر لواحقین مبتلائے مرض ہیں واقعہ بھی یہ ہے کہ ایسے وقت میں اس کا موقع نہیں ہے۔ بہرحال آں عزیز اطمینانِ خاطر رکھیں۔ جبکہ میر صاحب نے وعدہ فرمالیا تو پھر کیا فکر ہے۔ آپ کا اس سے پہلے والا خط بھی مِل گیا، اس کے مندرجات واضح ہوئے۔ عزیزم غازی الدین کی زبانی سنا گیا ہے کہ آپ عشرہ کے بعد امروہہ آنے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ میرے خیالِ ناقص میں یہاں آنا بے سود ہے۔ اِن شاء اللہ دو یا تین شوال کو بلکہ عجب نہیں کہ ماہِ مبارک کے قصد سے اس عشرہ کے آخر میں عزمِ روانگی کر لوں۔ اِن شاء اللہ بہت جلد دہلی میں ملاقات ہو گی۔ اور اگر کسی اور خیال سے مثلاً تعزیت سلطان الدین کے خیال سے آئیں تو یہ بھی ضروری نہیں۔ غالباً بھائی وجیہہ الدین صاحب فقیر کے ہمراہ دہلی جائیں گے۔ اُن سے بھی دہلی ہی میں آپ کی ملاقات ہو جائے گی۔ باقی جو کچھ (یعنی امروہہ آنا بے سود ہے وغیرہ) میں لکھ رہا ہوں بطور مشورہ لکھ رہا ہوں۔ ارشادِ مخدومانہ اور امرِ حاکمانہ

نہیں ہے۔آئندہ آپ کو اختیار ہے، جو چاہیں کریں۔سب کی طرف سے سلام اور سب کو سلام۔افطارِ روزہ کا وقت آپہنچا۔زیادہ تحریر سے معذور ہوں فقط۔

مکتوب نمبر ۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرِ مکرم! سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون واضح ہو کہ کل خط آیا حسبِ مندرجہ معلوم ہوا۔اگرچہ ارادہ روانگی کا بروز شنبہ مصمم تھا چنانچہ تم کو بھی بذریعہ خط اطلاع دی تھی مگر اب موافق تحریر تمہاری کے، اِن شاء اللہ ۲۰ یا ۲۱ تاریخ تک روانہ ہوں گا۔کول یا خورجہ ملاقات ہوگی جس جگہ ملاقات کرنی منظور ہو بہت جلد اطلاع دینی چاہیے۔اور میرے والد ماجد اور جناب چچا صاحب اور جملہ خاندان فقیر کی استدعا یوں ہے کہ اگر آپ صاحبوں کو چنداں دشواری نہ ہو براہِ امروہہ تشریف لاویں۔ہم لوگ بھی کہ نادیدہ مشتاق ہیں، ملاقات سے کامیاب ہوں۔مگر میں بخیال حرج و دشواری، اپنی طرف سے خواہ مخواہ استدعا اس امر کی نہیں کر سکتا۔ہاں اُن حضرات کی طرف سے لکھ دیا ہے۔قبول کرنا، نہ کرنا تمہارا اختیار ہے۔باقی سب کو سلام اور سب کی جانب سے بھی سلام۔نورالحسن سے سلام و آداب مسنون فرمادیں، اور نیز واضح رہے، میرے پاس جو کچھ روپیہ ہے ہنوز بدستور رکھا ہے، اس خیال سے کہ میر صاحب نے یہ فرمایا تھا: "تیرے روپیہ کی ہنڈوی ہونی کچھ ضروری نہیں۔اُوپر کے خرچ کے واسطے رہ گیا۔ہم اپنے سب روپیہ کی ہنڈوی کرالیویں گے"۔میں نے ابھی

تک اپنے روپیہ کی ہنڈوی نہیں کرائی۔ اب تم کو لکھنا ضرور ہے کہ میں روپیہ بدستور ہمراہ لاؤں یا مراد آباد سے ہنڈوی کراوں؟ ان سب باتوں کا جواب بہت ضروری ہے۔ فقط۔

مکتوب نمبر ۱ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مجسّم صد گونہ اخلاق وعنایت، عزیزم حافظ مولوی عبدالغنی صاحب زاد اللہ کمالاتہٗ

فقیر گمنام احمد حسن نام، پس از تحیۂ تسلیم مسنون با ہزاراں ہزار شوق دیدار مشحون ومقرون اپنے حواس کو مجتمع کرکے، دل افسردہ کے حالات کو حوالۂ قلم کرتا ہے۔ الحمد للہ علیٰ خیریت الطرفین — عین انتظار میں آپ کا خط پہنچا مسرتوں کا سرمایہ ہوا۔ جزاکم اللہ۔ ع

اے وقتِ تو خوش، کہ وقتِ ما خوش کردی

میں حیران ہوں کہ آپ نے باوجود تاکید کے، روانگی خط میں اتنی تاخیر کی، حالانکہ آپ جانتے تھے کہ احمد حسن بے چارہ تابِ انتظار نہیں رکھتا ہے۔ اس مدّت انتظار میں وہ اپنی جانِ نحیف کو کسطرح ہلاکت اضطرار میں ڈالے گا۔ اور اُس کی انتہائی محبتِ طبع نزار کس قدر جوش زن ہوگی؟ خیر ع

بر سرِ اولادِ آدم ہرچہ آید بگذرد

الحمد للہ کہ آپ کی خیریت میرے گوش گزار ہوئی، اور آپ نے وطن

پہونچکر بخیر و عافیت اپنے لواحقین سے ملاقات کی اور سب کو بخیر پایا۔ فالحمدُللہ علیٰ ذٰلِکَ کُلِّہٖ .... اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مدت کے بعد فقیر کی دُعاہائے سحری اور آپ کے مجاہداتِ نیم شبی نے اپنا اثر کیا (جیسا کہ آپ نے تحریر فرمایا) مگر اس کلام کی تشریح اور اس اجمال کی تفصیل جلد لکھنی چاہئے اگرچہ عاقل کو اشارہ ہی کافی ہے۔

اب میرے حالِ پریشان کو سُننا چاہئے۔ آپ کی روانگی کے دن سے برابر اِرادہ ہوتا تھا مگر بارش کی کثرت، جو اندازہ سے بھی زیادہ ہوئی، ہر روز مانع سفر ہوتی تھی۔ ناچار احباب کے مشورے سے مولوی عبدالباری (سنبھلی) کو اُن کے وطن روانہ کردیا۔ اور خود اس خیال سے کہ مراد آباد کے راستے سے جاؤنگا۔ ایک دو روز کے لئے اور وطن میں ٹھہرا۔ ہاں خوب یاد آیا کہ اس شدتِ بارش کے علاوہ بتول بھی شدید بیمار تھی اور بخار، زکام، کھانسی اور اسہال نے چاروں طرف سے آکر اس بیچاری کو گھیر لیا لیکن بفضلہٖ تعالیٰ بخار نے تین چار دن کے بعد اس کا پیچھا چھوڑ دیا۔ البتہ زکام اور کھانسی ابھی باقی ہے بلکہ کھانسی اور زیادہ ہوگئی ہے۔ خدا کرے کہ زکام اور کھانسی بھی موقوف ہوجائے۔ خیر انھیں حالات میں ۲۹ رشعبان کو بالکل آمادۂ سفر ہوگیا۔ اسباب سفر بھی سب کا سب اکٹھا کرکے تھیلے میں اچھی طرح مقفل کرکے اندرونِ مکان سے بائین مکان تک آیا تھا اور میرے احباب مجھے رُخصت کرنے واسطے میرے مکان پر ہجوم کئے ہوئے بیٹھے تھے اور رفیاض علی وغیرہ کو میں نے اونٹ گاڑی (کے لئے) بھیجا تھا کہ اسی اثنا میں غازی تقی الدین اپنے مکان سے آئے اور کہا۔ "گاگن کا پُل جو مراد آباد کے راستہ میں پڑتا ہے منہدم ہوگیا ہے"! پھر میں نے اپنے آدمی کو اونٹ گاڑی پر بھیجا معلوم ہوا کہ واقعی پُل کو کچھ نقصان پہنچا تھا مگر کلکٹر نے

اہتمام کرکے پُل کو مستحکم کرادیا اور سب کام درست ہوگیا۔ خیر بعد نمازِ عشاء میں بالکل آمادہ تھا کہ بہ نظرِ احتیاط غازی الدین اور مولوی خادم حسن کو اُونٹ گاڑی پر بھیجا۔ پُل کے منشی نے جو کہ غازی الدین سے رابطۂ ملاقات رکھتا تھا کہا کہ آج کے خطرات مولوی صاحب کو آگے جانے کی اجازت نہیں دیتے۔ سواریاں بھی زیادہ نہیں ہیں اور راستے کے بعض خرخشے بھی درپیش ہیں۔ اگر مولوی صاحب جائینگے تکلیف تشدید دیکھیں گے۔ ناچار میں نے توقف کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ تعظیم رمضان بھی ابھی تک مانع سفر ہے۔ اور ختمِ قرآن کا خیال دامنگیر ہے۔ مولانا (نانوتوی) کے بھی دو مکتوبِ گرامی آئے ہیں تحریر فرماتے ہیں کہ۔

"کثرت بارش کی وجہ سے ندی نالوں کی طغیانی نے نانوتہ کا راستہ مسدود کردیا ہے۔ ایسے وقت ہرگز ہرگز اس نواح کا قصد نہ کریں"

مگر ان شاء اللہ عنقریب روانہ ہوں گا۔ مولوی محمود حسن صاحب (دیوبندی) کل روانہ ہوگئے۔ بہمہ سلام و از ہمہ سلام۔

یہ خط چھ سات روز سے لکھا رکھا تھا۔ طبیعت فقیر زکام و حرارت میں ایک ہفتہ سے علیل ہے اسلئے لفافہ لکھنا بھی دشوار تھا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ تمہارا دوسرا خط بھی پہونچا مگر جواب نہیں لکھ سکا۔ معاف فرمائیں۔ ان شاء اللہ بہت جلد خط بھیجوں گا۔ فقط

---

[۱] یہ چند سطریں مکتوبِ گرامی کے اخیر میں حضرت نے خود اُردو میں لکھی ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۱

ازامروہہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیز از جانم حافظ عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ واوصلہ الی مایتمناہ
بعد ما یلیق، واضح خاطر عزیز باد چند روز ہوئے کہ ایک خط بنام میر ہدایت علی
صاحب روانہ کر چکا ہوں اور اس میں ایک پرچہ تمھارے نام کا بھی رکھ دیا تھا
خط بھیجنے سے غرض یہ تھی کہ اولاً چند خطوط بمبئی کے بوساطت مولانا نانوتوی صاحب
کے فقیر کے پاس آئے تھے۔ اُن کو بھیجنا منظور تھا۔ علاوہ بریں حضرت مولانا صاحب
نے بتاکید تمام ارقام فرمایا تھا کہ عید کے بعد بہت جلد روانہ ہونا ضرور ہے۔ دہلی
جانے کی کچھ حاجت نہیں۔ براہ راست روانہ ہونا چاہیئے۔ اسلئے میرا عزم تھا
کہ تیسری تاریخ تک ضرور روانہ ہوجاؤں۔ مگر چونکہ بعض وجوہ سے خورجہ جانا ضرور تھا
اس وجہ سے میر صاحب کو لکھ بھیجا تھا کہ آپ حتی الامکان تاریخ مذکور پر روانہ
ہوکر خورجہ تشریف لائیے یا کول (علی گڑھ) ان شاء اللہ سب مل کر خورجہ یا
کول سے روانہ ہوجائیں گے مگر سخت حیرت ہے کہ میر صاحب مخدوم نے اب
تک جواب نہیں لکھا۔ خط بھی بیرنگ تھے۔ یہ بھی احتمال نہیں کہ ضائع ہوگئے ہیں
خدا جانے کیا وجہ پیش آئی کہ جواب کی طرف بالکل جواب نہ ہوا۔ تمہارے والد
ماجد کی علالت طبیعت شاید باعث انتظار ہوئی ہو۔ لہٰذا تم کو لکھا جاتا ہے
کہ میں انشاء اللہ ہفتہ کے روز روانہ ہونگا۔ اور بخاطر آپ حضرات کے
اگرچہ ہرج ہوگا۔ مگر گڈھ مکتیسر کے راستے سے روانہ ہوتا ہوں۔

منشی حمید الدین[1] صاحب شاید اس روز نہ جانے دیویں مگر بہر حال ان شاء اللہ یکشنبہ یا دوشنبہ کو میرٹھ داخل ہونگا۔ آپ کو مناسب ہے کہ اگر آپ حضرات کا ارادہ بدستور ہو، سب صاحب مع تہیۂ اسباب سفر میرٹھ یکشنبہ غایت سے غایت دوشنبہ تک تشریف لے آویں۔ ورنہ تم جانتے ہو، تم سے ملنا ضرور ہے۔ فقط تم ہی آجاؤ۔ حد سے زیادہ تاکید جانو۔ اپنے والد کی خدمت میں سلام کے بعد میری طرف سے عیادت کر لینا۔ باقی سب کو سلام اور سب کا سلام۔

تمھارا خط بھی پہنچا حال معلوم ہوا۔ امیر حسن اور کاظم حسن اچھے ہیں سلام کہتے ہیں۔ نور الحسن حاضر الوقت اور مولوی خلیل الرحمٰن[2] سلام کہتے ہیں۔

---

[1] منشی حمید الدین تجوّد سنبھلی حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے عقیدتمندوں اور مریدوں میں ایک امتیازی شان رکھتے تھے حضرت محدث امروہیؒ سے بھی ان کو اسی روحانی رشتہ کی بنا پر بہت زیادہ ربط و تعلق تھا آپکی جائداد گڑھ مکتیسر میں بھی تھی۔ مسند تجوّد اور خیالات حمیدی اُن کی دو کتابیں مشہور و معروف ہیں۔ آپکے کئی صاحبزادے تھے اُن میں مولانا حکیم ظہور الدین عیش سنبھلی دار العلوم دیوبند کے فاضل اور افادات، شرح مقاماتِ حریری کے مؤلف تھے۔

[2] مولانا خلیل الرحمٰن امروہی (محلہ ملّانہ) حضرت محدث امروہیؒ کے ذی استعداد شاگردوں میں سے تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مدرسہ عبد الرب دہلی میں سندِ فراغ حاصل کی۔ اس سند پر حضرت مولانا نانوتویؒ کی بھی اجازتِ درس حدیث و تفسیر معہ تخریج درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت نانوتویؒ سے بھی صحیح مسلم کے چند سبق پڑھے تھے۔ فنِ طب میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ عرصہ تک مشن اسکول ڈیرہ دون میں مدرس رہے حضرت امروہیؒ کے ایک مکتوب گرامی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کچھ عرصہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں بھی مدرس رہے اسکے بعد تا حیات امیر ایوب خاں مقیم ڈیرہ دون کے یہاں طبیب و عالم کی حیثیت سے تعلق رہا، مسلمانان ڈیرہ دون کے مذہبی مقتدا تھے۔ ۲۸ رجون سنہ ۱۹۲۲ء بروز چہارشنبہ انتقال ہوا۔ "شہاب ثاقب" اور "ظفر المبین" دو تصانیف یادگار ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۲ بزبانِ فارسی

ترجمہ

دعا نامہ احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ

از امروہہ　　　　باسمہٖ تعالیٰ و تقدس

عزیزم حافظ عبدالغنی صاحب ....

بعد سلام مسنون بر اشتیاقِ مکنون، واضح ہو۔ رات قبل عشاء بعد مغرب ایک آدمی منشی (حمید الدین صاحب بجوڑ سنبھلی) کا بھیجا ہوا اُن کے خط کے ساتھ جو فقیر کو طلب کرنے کے لئے تھا، پہونچا۔ ایک خط بذریعہ ڈاک بھی موصول ہوا۔ صبح کو ان شاء اللہ سنبھل روانہ ہونگا۔ آن عزیز بھی اپنی روانگی میں توقف نہ کریں۔ اور فوراً سفر کی تیاری کرلیں۔ زیادہ ہرج کرنا قرینِ عقل نہیں ہے۔ علاوہ سے روانگی کے وقت اگر میرٹھ سے پان کا ایک ڈبّہ اپنے ساتھ لیتے آئیں تو بہتر ہے۔ تمام احباب کی طرف سے سلام شوق۔ اور میری طرف سے بھی، میرے تمام عنایت فرماؤں کو میرا سلام پہنچا ئیں۔ کل حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی مدظلہم کا والا نامہ بمبئی سے امروہہ پہونچا۔ چہار شنبہ کو حضرت مولانا بخیریت بمبئی پہونچے۔ دو ہفتہ کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ بمبئی سے جہاز پر سوار ہونگے۔ اس گرامی نامہ میں بھی فقیر کے بارے میں والد ماجد کو بہت سے اُمید افزا اشارے فرمائے ہیں۔ مگر میری شامتِ اعمال ایسی نہیں کہ مجھے کچھ فائدہ پہونچے۔ چچا سراج الدین صاحب سلام فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کمبل اگر مہنگا ہے تو اس کا خریدار بھی گراں قدر ہے۔ فقط۔

عزیزگان غازی الدین، نور الحسن، شبیر حسین خلیفہ منوّر علی، محمد ذکی سلام کہتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۳

از بریلی

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

عزیزم حاجی حافظ مولوی عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون واضح باد۔ کل شب یہاں پہنچا۔ مولانا (قاسم العلوم والمعارف) کے عزم روانگی کا بہت تجسس کیا۔ کل تک کچھ پتہ نہ ملا آج معلوم ہوا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ جناب قبلہ وکعبہ کل کے روز روانہ ہوں گے اور شاید کچھ توقف ہو جائے ابھی تک ہر چند عرض ومعروض کی مگر سنبھل آنے کا اقرار نہیں۔ کیا عجب ہے آپ صاحبوں کا جذبۂ شوق غالب آجائے اور حضرت قبلہ وکعبہ نظر ترحم فرما کے سنبھل کا قصد فرما دیں۔ اگر نہ آئے اور تم کو ملنا منظور رہو۔ کول (علیگڑھ) کو روانہ ہو جانا۔ کول میں بضرورت ایک دو روز قیام فرمائیں گے۔ اطلاعاً لکھا گیا ہے منشی حمید الدین صاحب یا حافظ کریم بخش صاحب اگر ہمراہ ہوتے ضرور مولانا کا سنبھل تشریف لانا متوقع تھا۔ فقط

اگر میں یہاں نہ آتا اور خط پر اکتفا کرتا بے شک جناب مولانا چندوسی میں قیام فرماتے اور مجھ کو اطلاع دیتے۔ چندوسی سے سنبھل لے جانا بہت سہل تھا مگر کیا کیجیے، یہ صلاح خوب سمجھ میں نہ آئی۔ اب کیا ہو؟ ع

"گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں"

میں ان شاء اللہ دوشنبہ تک ضرور سنبھل پہنچوں گا۔ فقط

احمد حسن از محلہ قاضی واڑہ مکان مولوی احمد حسین صاحب

شہر بریلی

مکتوب نمبر ۱۴

ازبریلی

باسمہ تعالیٰ وتقدس

عزیزم حافظ عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اس دم کہ شاید آٹھ بجے شب کا وقت ہے، تمھارا خط آیا۔ مندرجہ پر اطلاع ہوئی تمھاری والدہ صاحبہ کی علالت سے سخت تردد ہوا۔ اللہ تعالیٰ فضل فرماوے۔ اور شفاء کامل نصیب کرے۔ عزیزم! کیا کہوں بہت کچھ چاہا مولوی صاحب (حضرت نانوتوی) کسی طرح سے جلدی سنبھل میں رونق افروز ہوجاویں۔ مگر تم کو معلوم ہے کہ مولانا صاحب کا چھوڑنا کس کو گوارا ہے۔ ایک ہم ہی تم مشتاق نہیں ایک عالم مشتاق پڑا ہے خیر ان شاء اللہ جمعہ کے روز صبح کے وقت یہاں سے روانہ ہوں گے، ہفتہ کے روز سنبھل تشریف لاویں گے۔ آئندہ العلم عنداللہ۔ آنا یقینی ہے۔ فقط

کل شام کے وقت یہاں بریلی میں پہنچے ہیں منشی حمیدالدین صاحب سنبھلی) روانہ ہوگئے۔ شاید مرادآباد نہ گئے ہوں۔ پنجشنبہ کو بھوئی آجاویں گے۔ سواری سنبھل سے غالباً روانہ ہوگئی ہو۔ سب طلبہ کو یاد کرکے سلام کہہ دینا اور حافظ کریم بخش صاحب وغیرہ کو بھی۔ عزیز عبدالحکیم کو دعا۔ حافظ کریم بخش صاحب کی خدمت میں یہی عرض ہے۔" سفر میں میرا قیام اس نواح میں زیادہ ہوا اور ہرج مدرسہ بہت کچھ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔ میں اپنے زعم میں مدرسہ کے کار میں مصروف ہوں۔ مولانا صاحب (اور) مولوی محمد منیر صاحب (نانوتوی) سلام کہتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۵

از سنبھل

عزیزم حافظ عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ!

بعد سلام مسنون واضح ہو۔ تمھارا ایک خط امروہہ میں اور ایک آج یہاں سنبھل میں پہونچا۔ مندرجہ ہر ایک کا معلوم ہوا۔ والدہ کی علالت سے حد درجہ تشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جلد شفاء کامل عطا فرماوے۔ آمین!

میری طرف سے اُن کی خدمت میں سلام عرض کر کے مزاج پوچھنا اور عرض کرنا کہ دوا اور پرہیز میں بہت کوشش فرماویں۔ باقی ان شاء اللہ کچھ مقام تردد نہیں۔ بہت جلد صحت ہونے والی ہے۔ میں بھی اپنی دعا سے کہ ایک آہ نارسا ہے — ان شاء اللہ نہ بھولوں گا۔ مگر تم جانتے ہو کہ میں کیا اور میری دعا کیا؟ اگر حکیم صاحب کی رائے کے موافق ہو تو سفوف مثلث یعنی دانہ ہیل، طباشیر، مصری کا استعمال کرانا۔ وزن حکیم صاحب خود تجویز فرما دیں گے۔ باقی کیا عرض کروں؟

مولانا (قاسم العلوم والمعارف) کو مراد آباد سے روانہ کیا۔ بروز چہار شنبہ تن نیم جاں کو سنبھل پہنچایا۔ نہ پوچھو اب کی مرتبہ اپنا کیا حال ہے۔ خیر اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور کہیں مولانا سے پھر ملا دے .... مولوی خادم حسن کا لڑکا بیمار ہے۔ پرسوں وطن (مراد آباد) گئے ہیں۔ ایک دو روز میں آجاویں گے سبق شاید اُن کے آنے کے بعد شروع ہو۔ فقط

مولوی صاحب قبلہ کل دہلی روانہ ہونگے۔ تم اگر دہلی ہو کر آؤ ایک جفت پاپوش سلیم شاہی اور کچھ عطر اور تیل ہمراہ لانا۔ ورنہ خیر کچھ ضرورت نہیں۔

چندہ کی فکر میں ضرور مصروف رہنا۔ بڑی سعادت ہے۔ سب گھر کے لوگوں کو میرا اسلام کہہ دینا اور اپنی ہم نشینی کو بھی۔ ظفر الدین، مولوی عجمہ اور عزیز عبدالحکیم تم کو سلام کہتے ہیں۔

تحریر حضرت مولانا جو تم نے طلب فرمائی ہے۔ تمھارے سامنے ٹھیکدار صاحب سنبھل سب (تحریریں) مجھ سے لے گئے تھے۔ ابھی تک اُن سے ملاقات نہیں ہوئی

مکتوب نمبر ۱۶ بزبان فارسی

ازامروہہ

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ

بعزیز از جان حافظ حاجی مولوی عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ وادصلہ الی ما ابتغاہ

بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات، واضح ہو کہ آپ کا خط پہونچا سرمایۂ مسرت ہوا۔ آپ کے والدین شریفین کی علالت کی طرف سے تشویش رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو دین و دنیا میں عافیت تامہ عنایت فرمائے اور ہمیشہ عزیزوں، فرزندوں کے سروں پر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین فآمین۔
مناسب یہ ہے کہ آپ فقیر کی طرف سے عیادت مسنونہ فرمائیں اور میر ہدایت علی صاحب کی خدمت میں احقر کا سلام پہنچا کر اُن کے حسن سعی کا شکریہ ادا کر دیں۔ میر صاحب کی عنایات سے توقع غالب رکھتا ہوں کہ عنقریب اُن کی کوششوں کا نتیجہ جلوہ گر ظہور میں آئے اور اُنکے طفیل میں قبلہ وکعبہ (حضرت قاسم العلوم والمعارف) کے روبرو اس روسیاہ کی سرخروئی متحقق ہو جائے۔ اے کاش افضال خداوندی شامل حال رہیں۔ آمین۔
آپ اپنی محبت و اخلاص سے جو کچھ لکھتے ہیں، باعث ممنونیت بحیف ہے۔ اللہ جزائے خیر دے۔ مگر دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ دل، دل عطا کرنے والے کو دینا چاہیئے اور جان اُسی جان آفریں کو سپرد کرنی چاہیئے۔ میرے بھائی! کون ہے

جو یہ بات نہیں جانتا کہ نیازمندی سراپا کمال ہے اور عادت حمیدہ ہے۔ افسوس ہے کہ ہم جیسے نابکاروں کے ساتھ اپنی متاعِ محبت واخلاص کو برباد کریں، جو ایک قطرۂ ناپاک سے ترقی کرکے ایک صورتِ انسانی اختیار کر چکے ہیں۔ اور وہ بھی اس طرح کہ گویا کسی نجاست کے اوپر چاندی اور سونے کا ورق لپیٹ دیا گیا ہو، اور اُس کے ساتھ ساتھ علم وعمل کے لحاظ سے بھی اُن کو کوئی کمال بجز بے کمالی کے میسّر نہیں۔ ....

میرے بھائی! سوائے ذاتِ واحد لاشریک لہٗ کے اور اس کے حبیب محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وسلم کے اور بجز اُس شخص کے جو اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہو کوئی اس محبت کے لائق نہیں ہے۔ یک گونہ عقل کو بروئے کار لائیں اور ایک دوسرے کے محامد وعیوب کو مدِّ نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید واثق رکھتا ہوں کہ آپ عنقریب دُنیا اور اہلِ دُنیا سے بیزار و بے تعلق ہو جائیں گے اور ہمہ تن چہرہ اُس کی طرف (یعنی محبوبِ حقیقی کی طرف) موڑ لیں گے، جو کہ ہر ایک کا مقصودِ حقیقی ہے۔ خدا کرے کہ اس کی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت ہمیں اور آپ کو نصیب ہو جائے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَلْمَرْءُ مع من احب وَلہ مَا اکتسب (انسان جس سے محبت رکھتا ہے آخرت میں اس کے ساتھ ہوگا اور اس کو اپنے کئے کا پھل ملے گا۔)

دوازدہ تسبیح کی ترکیب اس طرح ہے کہ اول معمول کے مطابق درود و استغفار پڑھیں ایک مرتبہ کلمۂ شہادت اور تین بار کلمہ توحید جہر اور شدّ ومد اور ضرب کے ساتھ پڑھیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی دو سو مرتبہ قلب پر ضرب لگائے اور چار سو مرتبہ اِلَّا اللّٰہ اور چھ سو مرتبہ اَللّٰہُ اَللّٰہ دو ضربی اور ایک سو مرتبہ اللّٰہ یک ضربی اور اس کے بعد درود واستغفار اسی طریقہ پر جو اوّل پڑھے تھے،

پڑھیں اور اگر ہوسکے تو سانس کی آمد و رفت کے ساتھ ذکر اللہ کرتے رہیں۔ جس وقت کہ سانس اندر جائے لفظِ اَللّٰہ کو اُس کے ساتھ اندر کھینچیں اور جس وقت سانس باہر آئے ھوٗ یعنی ہ کے ضمہ کو نتھنوں کے راستہ باہر لائیں اور خیال کریں کہ وہی اندر وہی باہر ہے۔ اور جتنا بھی ہوسکے اس ذکر کی مشق کریں۔ اِن شاء اللہ پورا فائدہ ہوگا۔ اور میں جانتا ہوں کہ اس طرح اس ذکر سے (اوّل اوّل) دلچسپی نہ ہوگی اسلئے کہ جہر اور شدّ و مد تو درکنار۔ اس ذکر میں تلفظِ الفاظ تک بھی نہیں ہے۔ صرف خیالی تلفظ ہے۔

تمام یادکنندگان و پُرسانِ حال کو سلام پہونچا دیں۔ بالخصوص اُن حضرات کو جن کا سلام آپ نے لکھا ہے۔ اگر خورجہ کے مدرسہ کی کیفیت مولوی حسین خاں کی زبانی معلوم ہوگئی ہو تو مطلع کریں۔ اور اس بارے میں ایک خط میاں امیر شاہ خاں کی خدمت میں خود لکھ دیں۔ رسالہ قاسم العلوم پہنچ گیا۔ منشی صاحب (منشی حمید الدین بخود سنبھلی) غالباً سنبھل پہنچ گئے ہوں گے۔ میں بروز دوشنبہ وطن (امروہہ) پہونچا ہوں میرے سامنے (روزہ) مراد آباد سے سنبھل نہیں آئے تھے کرامت اللہ میرے ساتھ ہیں۔ مولوی خادم حسن ابھی مراد آباد ہیں۔ اور غالب یہ ہے کہ وہ رمضان وہیں بسر کریں گے۔ دیوبند سے حضرت مولانا (قاسم العلوم والمعارف) کا گرامی نامہ پہنچا، مولانا بخیریت ہیں۔ محمد ہاشم (پسر حضرت مولانا) البتہ بیمار ہیں۔ اللہ تعالےٰ صحت دے۔ نانوتہ میں مرضِ موسمی شروع ہوگیا ہے، دُعائے خیر کرنی چاہیئے۔ بھائی صاحب ابھی تشریف نہیں لائے ہیں غالباً ۱۵ رمضان تک تشریف لے آئیں گے۔ آپ کے تمام عمومی و خصوصی متعارفین ہدیۂ سلام پیش کرتے ہیں۔ عدم فرصتی کی بنا پر تفصیلِ اسماء سے معذور رہوں۔ یہ میری کوتاہی ہے۔ امروہہ کے اکثر حضرات آپ کو بہت یاد کرتے ہیں۔ خاندانِ فقیر کے مرد و زن سلام و دعا پہنچاتے ہیں۔

مکتوب نمبر ۱ بزبانِ فارسی

(ترجمہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

عزیزم حافظ عبدالغنی صاحب سلمہٗ،

اوّل اپنے مشتاقِ دیدار احقر احمد حسن عفی عنہ سے سلام مسنون باہزار اشتیاقِ مشحون قبول فرمائیں۔ بعدہٗ ملاحظہ کریں کہ میرے دو خط آپ کی خدمت میں پہنچے ہوں۔ ایک وہ جو آپ کے خط کے آنے کے بعد غالباً فوراً ہی میں نے لکھا، اور دوسرا وہ جو منشی حمیدالدین صاحب (سنبھلی) کے خط کے ساتھ ملفوف کیا تھا اور جو آپ کے دوسرے خط کے آنے سے ایک دو روز پہلے میں نے روانہ کیا تھا مگر تعجب یہ ہے کہ ابھی تک آپ کی شکایت باقی ہے۔ غالب یہ ہے کہ یہ عنایت میرے حالِ زار پر ڈاک والوں کی ہے کہ خواہ مخواہ آں عزیز کی شکایت کا نشانہ بنا۔ خیر مجھے اُمید ہے کہ میرا اعذار درجۂ قبولیت تک پہنچے گا۔ آپ کے اس خط کے آنے کے بعد چند مرتبہ میرے دل میں یہ بات آئی کہ اس کا جواب لکھوں۔ مگر اللہ جانے مکتوب گرامی کو میں نے باوجودیکہ حفاظت سے رکھا تھا، کس طاقِ نسیاں میں رکھ کر فراموش کر دیا ہے کہ ابھی تک مجھے یاد نہیں آتا۔ آخر کار اپنی اس بھول سے ناچار ہو کر، آج قلم کو ہاتھ میں سنبھالا ہے۔ مگر ڈرتا ہوں کہ اگر عید سے پہلے خواہ مخواہ جواب طلب کیا جائے اور رمضان کے مہینے میں جبکہ اپنے خادموں سے خدمت میں تخفیف کر دینا ان ایام کا تقاضا ہے۔ آپ مجھ سے یہ خدمت (جواب کی خدمت) لینی ضروری سمجھیں یا خود مکرر تکلیف (تحریر خط کی) فرمائیں یا منتظرِ جواب ہو کر بیٹھیں۔ اِن شاء اللہ جس وقت کہ آپ کا

فراموش شدہ خط میری نظر میں آئے گا۔ اس کا جواب تحریر کر کے بھیجوں گا۔ خود (مجھے اس وقت) آپ کے بعض سوالات کا مضمون بھی یاد نہیں رہا۔ ورنہ اس خط کا جواب لکھ کر بھیج دیتا۔ حاصل کلام اس وقت معذور ہوں۔ باقی بارہ تسبیح کی ترکیب پچھلے خط میں لکھ چکا ہوں۔ اور احقر کے اوقات خاص خود آں عزیز کو معلوم ہیں۔ جانِ برادر! اگر مجھ نا اہل کو اس قسم کا مرتبہ میسر ہوتا (کہ میرے لئے خاص اوقات ہوتے) آپکے اس استہزا اور تمسخر کی نوبت پیش نہ آتی۔ .... اس ربِ رحیم سے توقع رکھتا ہوں کہ ان شاءَ اللہ اس نعمت سے بھی بے نصیب رہ کر نہیں جاؤں گا۔ اور باوجود اس نا اہلی کے میں کسی وقت آپ سے غافل نہیں ہوں۔ اور ان شاء اللہ آئندہ بھی غافل نہ رہوں گا۔ کیا ہو جائے اگر آپ بھی اپنے خاص اوقات میں اس فقیر کو یاد رکھیں؟ اگر پہلا خط پہنچ گیا ہو تو خدا چاہے اسکے موافق عمل کرنا فائدہ مند ہوگا۔ رہا تصورِ شیخ تو حضرت مولانا (نانوتوی) اور جناب حاجی صاحب قبلہ کو پیش تصور رکھیں اور اُن کے فیض کے طالب رہیں۔ اس بے چارے سے کیا حاصل کریں گے؟ ع

"او خویشتن گم است کرا رہبری کند"

میر ہدایت علی صاحب کی خدمت میں ایک کیا ہزار سلام پہنچائیں اور اُن سے کہیں ــــــ "میں نہیں جانتا تھا کہ حضرت من! آپ کی اس قدر عنایات گرامی کو ایسا زوال ہو جائے گا کہ یاد خطوط تو درکنار، سلام سے بھی دریغ ہوگا۔ اگر کسی بات کے باعث اپنی ریاست کے تقاضے سے دل میں کوئی حجاب رکھتے ہوں تو خدا کے واسطے فقیر کا خیال کر کے اس سے درگذر کریں۔ میں نے بھی قسم بخدا درگذر کیا۔" سب متعلقین کو خواہ وہ مرد ہوں یا مستورات، چھوٹے ہوں یا بڑے سلام پہونچائیں۔

مکتوب نمبر۱۲ بزبان فارسی

ترجمہ

از مرادآباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم حافظ عبدالغنی و مولوی حاجی عبدالحکیم صاحبان سلمکما اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ایسے زمانہ میں جبکہ امروہہ اور مرادآباد کے اطراف واکناف میں کثرتِ مرض اپنی حد کو پہنچ گئی ہے۔ میں نحیف وضعیف اپنی شومیٔ حال اور زبونیٔ اعمال کے باوجود بنظرِ ظاہر ہر طرح سے قرین بعافیت ہوں۔ البتہ جناب چچا فیروز علی صاحب مع متعلقین اور امیر حسن و کاظم حسن مرض تپ ولرزہ میں مبتلا ہیں علی الذاعر بزیم اظہر حسین اور حکیم صاحب کی اہلیہ بھی۔ متول دانت نکلنے کے وجہ سے سخت علیل تھی۔ اسہال اتنی کثرت سے ہوئے کہ امیدِ حیات منقطع ہوگئی تھی بفضلہ تعالیٰ صحت پائی البتہ ضعف باقی ہے۔ اُس کی والدہ کو تین چار روز سے بخار آرہا تھا لیکن جلد شفا ہوگئی۔ مرادآباد اور امروہہ کے حالات اور کیا لکھوں اور کس کس کی کیفیتِ علالت کی اطلاع دوں۔ مختصر یہ ہے کہ کوئی جگہ ایسی نہیں اور کوئی گھر ایسا باقی نہیں رہا کہ اُس میں تین چار آدمی بیمار نہ پڑے ہوں۔ آغازِ بارش کے دن سے یعنی تین چار دن سے بیماری بھی ترقی پر پہونچی ہوئی ہے۔ سابق مریض تلف ہونے شروع ہو گئے۔ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم فرمائے ....

مولوی عبدالکریم صاحب اور مرزا عبدالقادر بیگ صاحب نے مرادآباد میں امیر حسن اور فیاض علی نے امروہہ میں صحت پائی۔ فالحمدللہ۔

اہلیہ مولوی خادم حسن صاحب علیل ہیں۔ متعلقانِ مرزا صاحب بھی علیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ صحت عطا فرمائے۔ اکثر بیرونی طلبہ اس مرض کی وجہ سے ابھی تک مدرسہ نہیں پہونچے۔ حافظ عبداللہ اور حبیب اللہ صحت ہو جانے کے تین چار دن بعد آج آئے ہیں۔ مگر گیا آئے، کمزوری کی وجہ سے اُن کی کیفیت مریضوں سے بدتر ہے۔ بعض طلبہ بھی بیمار ہیں۔ آج کی رات اپنے متعلقین کی عیادت کے لئے عجب نہیں ہے کہ میں وطن روانہ ہو جاؤں۔ برادرم احمد (حافظ محمد احمد) اِنشاءاللہ میرے ہمراہ ہونگے۔ تین چار دن کے بعد اِن شاءاللہ امروہہ سے مرادآباد واپس آؤں گا۔ اپنے متعلقین کی کیفیت سے بھی جلدی آگاہ کریں۔ اگر آپ اور آپکے متعلقین صحت یافتہ ہوں اور خدا ایسا ہی کرے تو آپ مرادآباد آنے میں عجلت فرمائیں۔ مولوی خادم حسین صاحب آپ کی آمد کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔ میرے تمام پرسانِ حال کو بشرط یاد و ملاقات میرا سلام پہنچا دیں۔ مولوی عبدالکریم صاحب، مولوی حافظ احمد صاحب، بھائی عبدالحکیم صاحب، میاں ابوالحسن، محمود حسن (سہسوانی) مرزا (عبدالقادر) صاحب، حافظ عبداللہ صاحب، مولوی خادم حسن صاحب اور اپنے دیگر احباب و پرسانِ حال کی طرف سے سلام مسنون قبول کریں۔

المکلف:۔

احقرالزمن احمد حسن حسینی غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۱۹ بزبان فارسی

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اعزی مولوی حاجی حافظ عبدالغنی صاحب زاداللہ علماً علی علمٍ وفضلاً علی فضلٍ ــــ سلام مسنون اور دعاءِ عافیتِ دارین کے بعد واضح ہو۔

الحمد للہ علی کلّ حال۔ آپ کا خط پہنچا میرے لئے سرمایۂ مسرت ہوا۔ بھائی صاحب تقریب عقیقہ کے بعد شدید درد گردہ میں مبتلا ہوگئے تھے اور ابھی بھائی صاحب کو پورا افاقہ نہیں ہوا تھا کہ میرے چچا سید محمد فیروز علی صاحب کو جاڑے بخار کا عارضہ لاحق ہوگیا۔ یہ مرض اس حد تک پہنچا کہ سرسام کی شکایت ہوگئی۔ مگر اب بفضلہ تعالیٰ بھائی صاحب کو بالکل صحت ہے، اور چچا صاحب کو بھی سرسام کی شکایت سے نجات مل گئی مگر تپ ولرزہ کی شدت بدستور باقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جواب خطوط کی تحریریں بھی بہت زیادہ توقف و تامل پیش آتا ہے۔ اگرچہ (تراویح میں) ختم قرآن سے کئی دن ہوئے فارغ ہوچکا ہوں مگر باوجود اطلاع ترقیِ مرض (حضرت) مولانا قاسم العلوم والمعارف) مدظلہم العالی کے درِ دولت پر (دیوبند) نہیں جاسکا ہوں۔ عمِ بزرگوار کے افاقہ کے انتظار میں امروز کو فردا پر اور فردا کو فردائے دیگر پر ٹال رہا ہوں۔ ان شاء اللہ، جونہی کہ جناب چچا صاحب کے مرض میں افاقہ دیکھوں گا، منزل مقصود (دیوبند) کے راستہ پر روانہ ہوجاؤں گا۔ اور افاقہ کس دن ہوگا یہ اللہ تعالیٰ

کے علم میں ہے اسلئے روانگی کا دن متعین نہیں کرسکتا بہرحال دعا فرمائیں اور خدا پر نظر رکھیں۔ اِن شاءاللہ اگر مقدر رہے تو جاتے وقت یا آتے وقت کوچۂ عزیز کے غبار کو زیب سر و بدن کرونگا ورنہ مجبوری ہے۔

آپ کے مقدمہ معلومہ کے باقی رہنے کی وجہ سے بہت فکر رکھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس کا انجام بخیر فرمائے۔ جب کم بخت دشمنوں سے کام بسہولت انجام پاسکتا ہو تو اُن سے بدلہ لینے کے درپے نہ ہونا چاہیئے۔ کسی فارسی شاعر نے کیا خوب مصرع کہا ہے۔ ع

"اگر مردی اَحسِنْ اِلیٰ مَنْ اَسَا"

("اگر تو مرد ہے تو بُرائی کرنے والے کے ساتھ احسان کر")

ورنہ خیر۔ (جو مناسب سمجھا جائے کیا جائے) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَزَاءُ سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا" (بُرائی کا بدلہ اُسی کے مثل ہے) لہٰذا بقدر مثل بدلہ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

الحمدللہ آج چچا صاحب کے دورۂ مرض کا وقت گذر گیا (یعنی آج جاڑا بخار نہیں آیا) اور اب دورہ سے نجات حاصل ہوگئی۔ اِن شاءاللہ آئندہ اس سے نجاتِ مطلق حاصل ہوجائے گی۔ آمین!

اپنے تمام خاندان کو میری طرف سے اور میرے تمام خاندان کی طرف سے ماوجب (سلام ودُعا) پیش کردیں۔ اور دیگر احباب کو بھی سلام کہدیں اور اپنے تمام قبا کو بھی میری طرف سے سلام مسنون کہہ دیں۔ بتول بخیریت ہے اور سلام عرض کرتی ہے۔ الطاف حسین مراد آبادی آئے تھے۔ آپ کو سلام کہہ گئے ہیں۔

خبر ملی ہے کہ کلکتہ اور بمبئی میں رُویتِ ہلال (رمضان المبارک) بروز دوشنبہ ہوئی ہے لیکن ابھی تک یہ خبر ثبوت شرعی کے درجہ کو نہیں پہونچی ہے۔ اس کی

تحقیق ہونی چاہیئے۔ معلوم ہوا ہے کہ مولوی خادم حسن کے گھر میں دُختر پیدا ہوئی ہے۔ فقط۔

امیر حسن آپ کی و بھائی عبدالحکیم کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔

"گر قبول اُفتد زہے عز و شرف"

۱۶ / رمضان المبارک ۱۲۹۶ھ
روز پنجشنبہ۔ از امروہہ ضلع مرادآباد
نامہ نگار: احقر الزمن احمد حسن حسینی عفرلہٗ

مکتوب نمبر ۲

باسمہ سبحانہ و تعالیٰ

مخلصم میاں عبدالحکیم (سلمہٗ ربہٗ) و عزیزم حافظ عبدالغنی سلمہٗ ربہٗ

پس از ماوجب واضح باد۔ مولانا (حضرت نانوتوی) کی ترقی مرض کی اطلاع پا کر اُفتاں و خیزاں بروز پنجشنبہ بتاریخ ۲۳ / رمضان) دیوبند پہنچا۔ مولانا اُسی روز دیوبند تشریف لا چکے تھے۔ شرفِ ملاقات حاصل ہوگیا۔ بفضلہ مولانا کو بخیریت پایا، البتہ شدتِ دورہ سے ضعف بہت ہوگیا ہے۔ چار روز تک گھر میں سے باہر نہ آسکے۔ . . . . لیکن اب روز بروز آرام ہے۔ (البتہ) سرفہ خفیف باقی ہے (اور) کوئی شکایت باقی نہیں۔ فالحمد للہ علےٰ ذالک۔ عید مولوی صاحب کی دیوبند میں ہوگی۔ اور آگے اللہ جانے کب تک قیام رہے۔

مَیں بعدِ عید تیسری تاریخ یا چوتھی تاریخ (کو) روانہ مرادآباد ہونگا۔

اور مراد آباد ہی میں قیام کروں گا۔ مولانا (حضرت قاسم العلوم والمعارف) آپ کے متعلق فرماتے ہیں۔ "ہمارے خط کا جواب ہی ندارد۔ مباحثہ شاہجہانپور جو ہمارے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے تمھارے پاس (اُس کی) نقل موجود۔ وہ، جو اصل ہے بھیجدو" باقی سب کو سلام۔ مولوی صاحب (حضرت قاسم العلوم) کا سلام خود بھی لو، اوروں سے بھی کہہ دو۔

۲۷ رمضان المبارک ۱۲۹۶ھ از دیوبند ضلع سہارنپور

المکلف
احقر الزمن احمد حسن حسینی عفرلہٗ

مکتوب نمبر ۱۲ بزبان فارسی

از مراد آباد

ترجمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیزم حافظ، حاجی مولوی عبد الغنی صاحب ....

احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ بعد از سلام مسنون وشوق دیدار لکھتا ہے۔ الحمد للہ علی خیریت الطرفین، آپ کے دو خط یکے بعد دیگرے پہونچے۔ سرمایۂ مسرت ہوئے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ فقیر کی عدم فرصتی جس کو آپ دیکھ کر گئے ہیں، تحریر جواب کی مانع ہوئی۔ معاف فرمائیں۔

حضرت مولانا (محمد قاسم) مدظلہم کی کیفیتِ مزاج کی خوش خبری نے جس کو

اُنھوں نے خود تحریر فرمایا ہے۔ میرے دامانِ جاں میں شادمانیوں کو بکھیر دیا۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ۔ البتہ حضرت قبلہ و کعبہ کے بقیہ مرض نیز اُن کے آشوبِ چشم کی طرف سے دل میں تشویش ہے۔ اللہ تعالیٰ گوشِ مشتاقاں میں جلد مژدۂ عافیتِ تامّہ پہونچائے۔ آمین۔

آپ نے تقریبِ شادی کی فراغت کے بارے میں کچھ نہیں لکھا۔ غالب گمان یہ ہے کہ شادی سے فراغت ہوگئی ہوگی۔ بخدمت مخدومی میر ہدایت علی صاحب و میر سعادت علی صاحب سلامِ مسنون کے بعد احقر کی طرف سے مبارکباد کہہ دیں۔ اور یہ بھی عرض کر دیں کہ صرف بوجۂ پابندیٔ کارِ مدرسہ اور وہ بھی عین مدرسۂ جدید کے کام کے زمانہ میں آپ کی حاضری سے قاصر رہا۔ یہ بات نہیں ہے کہ عذرِ غلط پیش کر رہا ہوں۔ یا بااختیارِ خود اس جرم کا مرتکب ہوا ہوں۔ اخلاقِ بزرگانہ سے اُمید یہ رکھتا ہوں کہ معذور رکھیں گے۔ اور بس ....

اپنے جملہ متعلقین کو سلامِ مسنون پہونچائیں اور جو میرے پُرسانِ حال ہوں اُن کو بھی سلامِ مسنون پہونچادیں۔ تمام طلبہ آپ کی خدمت میں اور آپ کے عزیز اور میرے دوست حاجی مولوی عبدالحکیم صاحب کی خدمت میں سلامِ شوق پہونچاتے ہیں۔ جناب مولوی عبدالکریم صاحب و مرزا صاحب وغیرہما کی طرف سے اور میری طرف سے بھی مولوی عبدالحکیم صاحب کی خدمت میں سلامِ مسنون پہونچے۔ اور والدۂ بتول کی طرف سے بھی جو اکثر آپ کو یاد کرتی ہیں، خود سلام قبول فرمائیں اور دوسروں کو بھی سلام پہونچائیں عزیزہ ام مصطفٰی کو دُعا۔ عزیزم مولوی حاجی محمد حسن صاحب اگر تشریف لے آئیں ہوں تو میری طرف سے اُن کو سلامِ مسنون پہنچائیں۔ اور میرے لئے طالبِ دُعائے خیر ہوں۔

مکتوب نمبر ۲۲ بزبان فارسی

از امروہہ

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع حسنات برادر مکرم مولوی حافظ عبد الغنی صاحب اوصلہ اللہ تعالیٰ الیٰ غایۃ الکمال سلام مسنون کے بعد تحریر کرتا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال۔ آپ کے دو خط یکے بعد دیگرے پہونچے اور میرے لئے سرمایۂ سکون ہوئے۔ جتنا کہ میں اپنی شومیٔ بخت پر افسوس کرتا ہوں اُتنا ہی آپ کے بختِ سعید کی سعادت پر، اللہ تعالیٰ کا بہت بہت شکر ادا کرتا ہوں۔ کہ آپ اپنے بختِ سعید کی یاوری سے حضرت مولانا گنگوہی مدظلہٗ کے آستانہ پر پہنچکر موردِ الطافِ حضرت ایشان ہوئے۔ خدا کرے کہ آپ کا نصیب آپ کے کام میں یاور و مددگار رہے۔ اور حضرت مولانا کی صحبت کی برکات آپ کے دل کی گہرائیوں میں جاگزیں ہو جائیں۔ آمین! مطابق قولِ حافظ شیرازیؒ ؎

چو با حبیب نشینی و بادہ پیمائی

بیاد آر محبانِ بادہ پیما را

(ترجمہ) جب تو حبیب کے ساتھ بیٹھے اور بادۂ معرفت پئے، تو محبانِ بادہ پیما کو بھی یاد کر لینا۔ ایسے اوقاتِ متبرکہ میں بندۂ نحیف کو بھی یاد رکھیں اور دُعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔ "امرِ معلوم" کے بارے میں، ابھی تک بے سروسامانی کے علاوہ کوئی دوسرا سامان میسر نہ ہوا۔ جس قدر کہ میں نے فکر کی

اور اس بارہ میں میں نے جتنی کوشش کی، ناکامی کے سوا کچھ نہ حاصل ہوا۔ شاید کہ اس سال بھی زیارتِ حرمین میرے نصیب میں نہیں غالب گمان یہ ہے کہ اگر مقدر میں ہے تو آغازِ سرما میں تین چار ماہ کی رخصت لے کر حضرت مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں پہونچوں گا۔ اِنْ شَاءَ اللّٰہ۔ روزانہ آپ کے خط کے جواب کا ارادہ کرتا تھا مگر ضعف و نقاہت نے بالخصوص اس زمانۂ صیام میں (رمضان المبارک میں) مجھ کو اتنا بیکار کر دیا کہ سوائے اس کے کہ بستر پر پڑا رہوں، دوسرا کام نہیں کر سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ جواباتِ خطوطِ احباب کو بھی نہیں لکھ سکتا ہوں، اور کام تو کیا ہوتے؟ مجھے معاف کریں اور معذور رکھیں۔ اس قصبۂ امروہہ میں تقریباً ۵۰ آدمیوں نے منگل کے دن رمضان المبارک کا چاند دیکھا۔ منجملہ اُن کے مولوی ابن حسن، حافظ یعقوب علی صاحب[۱] نے بھی دیکھا، اور یہاں مطلع بالکل صاف تھا۔ اسی طرح حسن پور، بچھرایوں، سنبھل میں (دیکھا گیا)

بتول و سیدہ بخیر ہیں۔ آپ کی خدمت میں فضل اللہ صاحب مولوی محمد صدیق صاحب[۲]

---

[۱] حافظ یعقوب علی صاحب (محلہ کٹکوئی) حضرت سید شاہ صنیف اللہ نقشبندی مجددیؒ کے پوتے تھے۔ بڑے جید حافظ، پابندِ اوقات اور متبعِ سنت بزرگ تھے۔

[۲] حضرت مولانا حکیم محمد صدیق صاحب قاسمی مرادآبادیؒ نے حضرت مولانا نانوتویؒ اور حضرت مولانا امروہیؒ سے تعلیم حاصل کی۔ حدیث حضرت مولانا سید عالم علی محدث نگینوی، ثم مرادآبادی سے پڑھی۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، ان تینوں حضرات سے خلافت و اجازت حاصل تھی علومِ دینیہ کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ حاذق طبیب بھی تھے۔ محلہ بغیہ میں مکان تھا۔ جوانی کے عالم میں نا بینا ہو گئے تھے۔ مگر طلبہ کو درس دیتے رہے۔ فارسی اور اردو میں اشعار بھی کہتے تھے۔ تخلص صدیق اور قاسمی تھا۔ ۳ شوال ۱۳۳۳ھ کو انتقال فرمایا (بقیہ صفحہ پر)

اور مولوی محمد حسن[۱] صاحب سلام پیش کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ مولانا مدظلہ العالی کی خدمت میں بعد عرض سلام آرزوئے دعائے خیر رکھتے ہیں۔ میری اہلیہ بھی مولانا مدظلہ العالی کی خدمت میں سلام عرض کرتی ہیں اور آرزومند دعا رکھتی ہیں۔

"مسائل معلومہ" کے بارے میں اطمینان رکھنا چاہئے اور اگر مولوی خلیل الرحمٰن نے کوئی خط (گنگوہ) لکھا ہو تو بہتر ہے ورنہ اُن کی (پہلی) تحریر مولانا مدظلہ العالی کو دکھا کر ایک خط اُن کو (مولوی خلیل الرحمٰن کو) لکھ کر اس پتہ پر روانہ کردیں۔

"دہرہ دون مدرسہ مشن اسکول"۔ بخدمت جناب مرزا صاحب، مولوی محمد صدیق صاحب، مولوی محمد حسن صاحب، برادر مکرم مولوی حافظ مسعود[۲] صاحب حافظ محمود[۳] احمد صاحب، منشی مظہر حسن صاحب، عاشق علی صاحب اور راقم کے دیگر متعارفین کو بشرط یاد و ملاقات و تعارف سلام پہنچادیں۔ اگر صاحبزادی مولانا (نانوتوی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ) حضرت مولانا نواب محی الدین خاں فاروقی مرادآبادی تلمیذ حضرت نانوتویؒ و خلیفہ حضرت حاجی صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی۔

[۱] مولوی محمد حسن صاحب مرادآباد کے اندر اس نام کے دو حضرات تھے۔ ایک مولانا قاضی محمد حسن مرادآبادی قاضی بھوپال ساکن محلہ مغلپورہ۔ دوسرے مولانا محمد حسن مرادآبادی ساکن محلہ نواب پورہ۔ دونوں ہی حضرت گنگوہیؒ سے تعلق رکھتے تھے۔ یہاں غالبًا اول الذکر مراد ہیں

[۲] مولانا حافظ مسعود صاحب، حضرت گنگوہیؒ کے صاحبزادہ کلاں تھے ....

[۳] حافظ محمود احمد صاحب، آپ حضرت گنگوہیؒ کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ مولانا سعید احمد جو بھائی جی کے نام سے موسوم تھے اور دارالعلوم دیوبند میں مدرس تھے آپ کے صاحبزادے تھے۔

گنگوہ تشریف رکھتی ہوں تو اُن کو اس ناکارہ کا سلام اور بتول وسیدہ اور اُن کی والدہ کا سلام پہنچا دیں۔ حامد حسن[1]، آلِ علی[2] اور عبدالحکیم[3] صاحب کا سلام قبول ہو۔ مولانا صاحب کی خدمت میں حضرت کے اس ادنیٰ غلام کی طرف سے سلام مسنون پیش کر کے عرض کر دیں ؎

ما بداں منزلِ عالی نتوانیم رسید
ہاں مگر لطفِ شما پیش نہد گامے چند

(ترجمہ:۔ ہم اُس منزلِ عالی تک نہیں پہنچ سکتے البتہ اگر آپ کا لُطف رہبری کے لئے چند قدم آگے بڑھے (تو کام آسان ہو جائے)

---

[1] حکیم حامد حسن صاحب حضرت مولانا امروہیؒ کے علاتی بھائی تھے۔ حضرت کی زیرِ تربیت رہ کر اخذِ علم کیا۔ آپ نے طب کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔ حیدر آباد میں افسرالاطباء کے عہدہ پر فائز رہے ۱۳۵۲ھ میں حیدر آباد میں وفات پائی، اور وہیں درگاہ شاہ خاموشؒ کے قریب دفن ہیں۔

[2] مولوی آلِ علی صاحب حضرت مولانا امروہی کے چچا سید فیروز علی کے صاحبزادے تھے۔ آپ نے حضرتِ امروہیؒ کی زیرِ تربیت تعلیم حاصل کی ۱۳۵۲ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کے سات لڑکے ہوئے۔ پانچویں لڑکے جناب عبدالرحمٰن صاحب ضیؔ جمعیۃ علماء ہند اور احرار کے سرگرم کارکن تھے۔

[3] مولانا عبدالحکیم صاحب نبیرۂ مولوی سید فضل اللہ خاں حضرت شاہ ابن بدر چشتیؒ کی اولاد میں تھے۔ دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ عرصہ تک مدرسہ سلیمانیہ حیدر آباد دکن میں مدرسِ اعلیٰ رہے۔ ۱۹۳۰ء میں وفات پائی۔

(ماخوذ از تذکرۃ الکرام)

مکتوب نمبر ۲۳ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بعد سلام مسنون وشوق ملاقات می نگارد۔ الحمد للہ علے خیریت الطرفین۔ آپ کا خط پہونچا سرمایۂ مسرت ہوا۔ آپ کی اور آپ کے لواحقین کی خیریت کی اطلاع سے میرے دلِ غمگین کو تسکین ہوئی فالحمد للہ علیٰ ذالک بفضلہ تعالیٰ یخیف بھی تمام وابستگان کے ساتھ بخیر ہے۔ ماہِ مبارک رمضان میں بوجوہ چند در چند جن کی تفصیل عند الملاقات معلوم ہو جائے گی، عزم دیوبند ملتوی ہو گیا۔ بتقریب[1] جلسہ دستار بندی ان شاء اللہ ضرور بالضرور دیوبند پہونچوں گا۔ چنانچہ اس جلسہ کے انعقاد کی تاریخ ۷ ارشوال بروز دوشنبہ قرار پائی ہے۔ اس کی اطلاع کا اشتہار دیوبند سے میرے نام آیا ہے۔ غالب یہ ہے کہ ۴ یا ۵ ارشوال کو روانہ ہو کر شریکِ جلسہ ہو جاؤں گا، اور اس کے بعد دو روز رہ کر واپس آجاؤں گا۔ بوجہ پابندی کار مدرسہ میں نہیں سکتا کہ آپ کے وطن پہنچوں گا۔ اگرچہ برخوردار محمد قاسم سلمہٗ کے دیدار کا شوق محرک ہے مگر میں مجبور ومعذور ہوں۔ خیر اگر مقدر رہے، تو۔

---

[1] پہلا جلسہ دستار بندی ۷ ارشوال دوشنبہ ۱۲۹۸ھ میں ہوا۔ حسب ذیل حضرات کی دستار بندی ہوئی۔ (۱) مولانا حافظ محمد اسحٰق صاحب فرخ آبادی۔ (۲) مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب دیوبندی۔ (۳) مولانا احمد صاحب سکندر پوری (۴) مولانا حافظ بشیر احمد صاحب (مندولہ) (۶) مولانا منفعت علی صاحب دیوبندی (۶) مفتی رحیم بخش صاحب شیرکوٹی (۷) مولانا سراج الحق صاحب دیوبندی۔ (دیباچہ فتاویٰ دار العلوم جلد اوّل) مرتبہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب دیوبندی مرحوم

اِنْ شَاءَ اللہ فائز المراد ہوں گا۔ ورنہ

" ایں حسرت است وایں دلِ ناکام"

آں عزیز اگر شریکِ جلسہ ہونا چاہیں تو میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ ورنہ جو بھی آپ کی مصلحت ہو۔ ضلع مراد آباد میں رُویتِ ہلال بروز جمعہ شہادت سے ثابت ہو گئی۔ اطلاع دینے کے لئے میں اور مولانا آلِ حسن بخشی مراد آباد پہونچے۔

.... اس مرتبہ غالبًا بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف، موطا، توضیح و تلویح اور عجب نہیں کہ ابنِ ماجہ بھی میرے متعلق ہو.......

مکتوب نمبر ۲۴ بزبان فارسی

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ۔

اپنے مشتاقِ دیدار احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ سے اوّل سلامِ مسنون قبول کریں۔ اس کے بعد مطالعہ کریں۔ آپ کا خط پہنچا۔ میرے لئے سرمایۂ کامیابی بنا۔ جزاکم اللہ خیر الجزا۔ میر شجاعت علی صاحب کی تخفیفِ مرض سے مسرت اندوز ہوا۔ خدا کرے کہ اب کی بار اُن کی صحتِ کلّیہ کا مژدہ مجھے سنائیں اور اِنْ شَاءَ اللہ ایسا ہی ہوگا۔ کثرتِ بارانِ رحمت مبارک ہو۔ یہاں مراد آباد میں ایک ہفتہ سے بارش کا ایک قطرہ بھی نہیں برسا ہے، زیادہ مقدار تو درکنار۔ روزانہ پچھوا ہوا اپنے کام میں لگی ہوئی ہے۔ بجائے کالے بادل کے آسمان صاف نظر آتا ہے۔ غلّہ کا نرخ چار سیر تک پہنچ گیا ہے۔

مرض ہیضہ مراد آباد اور رام پور میں کثرت سے تھا۔ سیکڑوں بندگان خدا نے اس مرض مبارک میں اپنی جانِ عزیز کو جان آفریں کے سپرد کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ دُعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ اور بندہ نوازی کرے۔

امروہہ میں فقیر کے گھرانے میں تین چار کو تخمہ فاسدہ ہو گیا تھا۔ مگر بفضلہٖ تعالیٰ سب ہی صحت یاب ہو گئے اور سہولت کے ساتھ نجات ہو گئی۔ والدۂ بتول، عبدالحکیم و اہلیۂ عبدالحکیم اور فرزند عزیزم غازی الدین صاحب ان سب کو تخمہ ہو گیا۔ نوبت استفراغ اور اسہال کو پہنچ گئی تھی مگر اب عافیت کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰالِکَ

رُویتِ ہلال یہاں پر یکشنبہ کو ہوئی تھی مگر مولوی عنایت اللہ صاحب[1] (سندیلوی) کے خط سے معلوم ہوا کہ شنبہ کے دن ایک عرب کی کشتی عشار کے قریب (ممبئی) پہنچی کشتی والوں نے رویت ہلال کی شہادت دی۔ وہاں کے علماء اور قاضیان شہر نے بالاتفاق اُنکی شہادت کو قبول کیا۔ اور یکم رمضان روز یکشنبہ

---

[1] مولانا عنایت اللہ صاحب سندیلوی ۱۲۰۶ھ میں بمقام سندیلہ پیدا ہوئے۔ تعلیم سے فراغت کے بعد عالمِ شباب میں وطن کو خیرباد کہہ کر ممبئی کو اپنا مستقر بنایا۔ یہاں وہ ریاست بھوپال کی جانب سے محافظِ حجاج تھے۔ اسی بنا پر وہ اکابر جو حجِ بیت اللہ کو گئے تھے، اُن سے متعارف تھے۔ مولانا نانوتویؒ، مولانا گنگوہیؒ، مولانا محمد یعقوبؒ صاحب مولانا عبدالحیؒ صاحب فرنگی محلی وغیرہم ممبئی پہنچکر اُنھیں کے مکان پر فروکش ہوتے تھے ۱۳۰۲ھ میں آپ کا انتقال ممبئی میں ہوا۔ مشہور مفسر و محدث مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب صدیقی امروہیؒ (م ۱۳۶۷ھ) آپ ہی کے باکمال منجھلے صاحبزادے تھے۔

سے قرار پایا۔ ایسا ہی غازی الدین کے خط سے معلوم ہوا۔ کہ جبلپور، حیدرآباد، جون پور اور مرزا پور کے تاروں سے بھی جو وہاں کے اکثر علماء اور عمائد کی طرف سے روانہ ہوئے تھے اسی طرح کی بات متحقق ہوئی کہ یکشنبہ یکم رمضان تھا اور بروز شنبہ رویتِ ہلال ہوئی۔ بلکہ دیوبند کے خطوط سے مجھ کو معلوم ہوا کہ دیوبند میں اس حساب سے کہ جمعہ کے دن ۲۹ رشعبان تھی۔ بروز جمعہ رُویتِ ہلال گواہوں کی شہادت سے ثابت ہوئی اور اہلِ دیوبند نے شنبہ سے یکم رمضان قرار دیا لیکن ابھی تک دیوبند کی خبر پر جیسا کہ چاہیئے وثوق نہیں رکھتا ہوں۔ ہاں اس قدر میرے کو پایۂ یقیں کو پہونچ گیا ہے کہ رُویتِ ہلال (رمضان) بروز شنبہ صحیح ہے اور یکشنبہ سے یکم رمضان ہے۔ جن لوگوں نے روز دوشنبہ کو یکم رمضان قرار دیا ہے اُن پر ایک روزہ کی قضا ضروری ہے۔ والغیب عند اللہ

چونکہ یہ تحریر فقیر کتابِ قاضی کا حکم رکھتی ہے یہی وجہ ہے کہ اس پر اپنی مُہر ثبت کرتا ہوں۔ حررہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

(مُہر)

اپنے جملہ خاندان کو میرا اسلام پہنچائیں اور خاندان احقر کے خورد و کلاں کی طرف سے سلام قبول کریں۔ اور حافظ عبد الرحمٰن صاحب صدیقی کی طرف سے بھی سلام قبول کریں

لہ مولانا حافظ عبد الرحمٰن صاحب صدیقی رح محشی بیضاوی (م ۱۳۶۷ھ) ابن مولانا عنایت اللہ صدیقی سندیلوی۔ آپ نے قرآن مجید مکہ مکرمہ میں حفظ کیا پھر دار العلوم دیوبند میں تعلیم حاصل کی وہاں حضرت نانوتوی سے بھی کچھ حصہ میں ترمذی شریف پڑھی حضرت نانوتوی کی وفات کے بعد مدرسہ شاہی مراد آباد میں حضرت محدث امروہی رح دورہ حدیث پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی۔ بعدہٗ حضرت گنگوہی سے بھی دورہ حدیث پڑھا علامہ حسین بن محسن یمانی سے بھی سندِ حدیث لی حضرت محدث امروہی کی وفات (۱۳۴۰ھ) کے بعد مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد کے صدر مدرس مقرر ہوئے اور چند سال کے علاوہ آخر عمر تک اسی مدرسہ میں اپنے فیوض و برکات سے تشنگانِ علوم کو سیراب کیا حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مجاز تھے۔ مدرسہ شاہی مراد آباد مدرسہ ڈابھیل اور دار العلوم دیوبند میں بھی درس دیا ۱۲

ایک خط دیوبند سے پہنچا (اُس میں لکھا ہے کہ) مولانا (قاسم العلوم والمعارف علیہ الرحمۃ نے تقریر شاہ جہاں پور جس کو خود قلم بند فرمایا تھا اور مولوی فخرالحسن صاحب (گنگوہی) نے ایک جگہ سے بہم پہنچائی تھی اُس کا مسودہ کاتب کو کتابت کے لئے دے دیا تھا۔ مگر دو تین ورق آخر سے کم برآمد ہوئے ہیں۔ اگر آپ کے پاس وہ آخر کے ورق ہوں تو آگاہ فرمائیں تاکہ اُن کو ہم دیوبند بھجوائیں۔ اور عجب نہیں ہے کہ ۱۵ ر رمضان کو جو غالباً اس نواح کے حساب سے پنجشنبہ کو ہوگا، میں دیوبند روانہ ہونگا اور بعد عید روانہ ہوں گا۔ بھائی علی جان سے اس معاملہ میں جو آپ کو معلوم ہے کوئی گفتگو درمیان میں نہیں آئی ہے، نہ اس کی اُمید رکھتا ہوں۔ خیر فصبر جمیل۔ بخاری شریف کا ورق نقل کر لیا گیا۔ فقط

احمد حسن غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۲۵ بزبانِ فارسی

ترجمہ

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ـــ عزیز از جان حافظ عبدالغنی صاحب بارک اللہ فی علمہٖ وعملہٖ وسائر کمالاتہٖ کو بعد سلام مسنون لکھتا ہے۔

الحمد للہ علیٰ کل حال۔ آپ کا خط پہنچا۔ مژدۂ خیریت اور (پسندت)

---

[1] پیر سید علیجان ابن پیر سید امین الدین رضوی۔ حضرت شاہ امینؒ کی اولاد میں مشہور و معروف شخصیت تھے۔ آپ وجاہت و ریاست میں ممتاز تھے۔ علی جان منزل۔ جو ایک عظیم الشان تعمیر ہے آپ ہی کی یادگار ہے۔ حضرت محدث امروہیؒ سے خاندانی تعلق کے علاوہ بہت زیادہ رابطہ تھا۔

دیانندجی (سرسوتی) کے شاگرد کے مناظرہ سے فرار کی کیفیت کی اطلاع سے
دل وجان کو بہت خوشی حاصل ہوئی ۔

الحمدللّٰہ ثم الحمدللّٰہ اللہ تعالیٰ آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے۔ آمین!
اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ فقیر کے احباب اعلاء کلمۃ اللہ میں کمر ہمت باندھے ہوئے ہیں
اور نمایاں کام انجام دے رہے ہیں۔ اگرچہ میں ناکارہ ایسے اہم امور کو انجام دینے
کے قابل نہیں ہوں۔ اللہ کرے کہ توفیق الٰہی میرے شامل حال ہوجائے اور فضل خداوندی
میری مدد کرے۔ آمین! میں اپنے بعض خرخشوں اور الجھنوں سے نجات پاکر
اور کچھ کو ملتوی کرکے ۲۳ رمضان شب شنبہ کو بقصد سفر گنگوہ ودیوبند امروہہ
سے روانہ ہوکر مرادآباد آگیا تھا۔ احباب مرادآباد نے اس روز جانے نہ دیا۔
اتوار کے دن سفر کا پختہ ارادہ تھا کہ ناگاہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا والا نامہ
جو کہ میرے پیچھے وطن (امروہہ) پہنچا تھا۔ وطن سے مرادآباد پہنچا۔ مولانا تحریر فرماتے
ہیں کہ " اس شدت بارش کے زمانہ میں سفر کرنا متعلقین کو خواہ مخواہ تردد میں
ڈالنا ہے۔ عید کے بعد بتقریب جلسۂ دستاربندی دیوبند آئیں "۔ اس علاقہ
میں بھی کثرت بارش اس درجہ کو پہونچ گئی ہے کہ ایک منزل میں (امروہہ سے
مرادآباد تک) جو شدائد پیش آئے۔ میں جانتا ہوں یا میرا دل جانتا ہے۔ ناچار
حسب مشورہ مولانا گنگوہی آج کی رات امروہہ واپس ہوتا ہوں۔ اللہ ہی
کا ارادہ غالب آتا ہے ۔

اپنی والدہ ماجدہ اور دیگر بزرگوں کے سامنے میرا یہ عذر پیش کردیں۔
(خود دیوبند وغیرہ کا سفر کریں تو) حاجی عبدالحکیم کو ہمراہ لےلیں۔ اور وہاں بھی
سب کو سلام کہہ دیں ۔

مکتوب نمبر ۲۶ ۔ از مرادآباد

احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جناب مولوی حافظ عبدالغنی صاحب دام مجدہٗ

پس از تحیہ تسلیم مسنون می نگارد۔ الحمد للہ علی کل حال

کل بروز پنجشنبہ ششم شوال مع مولوی آل حسن صاحب (نخشبی) وغیرہ مرادآباد پہونچا۔ ہفتہ سے سبق شروع ہوں گے۔ غالباً پنجشنبہ ۱۳ شوال کو دیوبند روانہ ہوں بعد فراغ جلسۂ دستار بندی ۱۹ (تاریخ رکھی) وہاں سے واپس ہونگا اطلاعاً لکھا رگیا) آج میر مختار علی صاحب شملہ سے عزیز غازی (این صاحب الٰہ آباد سے بخیریت پہونچے شب میں روانہ وطن ہونگے۔ سلام شوق کہتے ہیں۔ بتول کی والدہ کو میں نے علیل چھوڑا تھا دُعا فرمایئے اللہ تعالیٰ صحت دے۔ کچھ فسادِ تخمہ ہوگیا تھا۔ ....

بھائی اطہر حسین نے ہمارا کمبل چھین لیا۔ میاں ظہور الحسن صاحب (یا) میر عبدالقیوم صاحب[۱] (میں سے) جن کے پاس کمبل لائق اوڑھنے کے ہو۔ ہمارے واسطے لیتے آنا۔ اور ضرور لیتے آنا۔ چھوٹا ہو اور عمدہ۔ جلسۂ دستار بندی میں تم اگر شریک ہو، بہتر ہے۔ نورِ چشم من قاسم کے سر پر میری طرف سے دستِ شفقت پھیرنا اور دعا دینا۔ اللہ تعالیٰ مجھ ..... کو اس کے دیدار سے مسرور فرمادے۔ اپنی ہم نشین وجملہ متعلقین وبزرگان واحباب کو سلام (کہہ دیں۔ عزیز آل علی خانہ مولانا صاحب۔ خادم حسن[۲] صاحب، مرزا صاحب، حاجی صاحب، مولوی آل حسن صاحب

---

[۱] میر عبدالقیوم پھلاودی حضرت شاہ عبدالغنی پھلاودیؒ کے خاندان کے فرد تھے۔ حکومت کے شعبۂ انتظامیہ میں امتیازی مرتبہ حاصل تھا۔ [۲] مولانا خادم حسین (باقی اگلے صفحہ پر)

سلام کہتے ہیں۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب مدرسہ سے نداردہیں۔ رامپور میں تشریف فرما ہیں۔ .... محمد یحییٰ محمد نبی قریب آویں گے۔

مکتوب نمبر ۲۷

ازگنگوہ

جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب ....

بعد سلام مسنون واضح ہو۔ میں دوشنبہ کے روز گنگوہ شریف حاضر ہوا۔ ہفتے کے روز غالباً دیوبند واپس جاؤں دیوبند ایک دو روز شاید اور قیام ہو۔ دوشنبہ کے روز یعنی ۴ر تاریخ (رمضان کو) ان شاء اللہ میرٹھ ہوں گا۔ ایک دن وہاں قیام کا قصد ہے۔ اگر آپ میرٹھ تشریف لے آئے اور نیز راہ مامون ہو تو خیر۔ آپ کے ہمراہ سب بزرگوں کی زیارت سے میں بھی مشرف ہولوں گا۔ اور عزیز از جان قاسم کے دیدار سے مسرور۔ ورنہ مجبور رہوں سہ شنبہ، چہارشنبہ تک یعنی ۱۵ر یا ۱۶ر کو میرٹھ سے مراد آباد چلا جاؤں گا۔ اور ٹھیک بات یہ تھی کہ حاجی عبدالحکیم صاحب دیوبند سے میرے ہمراہ ہوتے۔ مگر وہ گھر سے کچھ ایسے ناراض ہیں کہ باوجود اس امر کے کہ میں نے عرض کیا لیکن یہ جواب دیا۔ "آپ اس امر میں

(حاشیہ متعلقہ صفحہ گزشتہ) آپ کا وطن آبائی مراد آباد تھا مگر امروہہ میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت محدث امروہی اور دیگر علماء سے مدرسہ شاہی مراد آباد میں اخذ علم کیا۔ نہایت منکسر المزاج پاکیزہ سیرت اسلاف کی یادگار اور علماء ربانی کا نمونہ تھے۔ اوّل مراد آباد میں پھر امروہہ میں اور اسکے بعد چند سال مدرسہ عباسیہ چھراؤں میں مدرس رہے طویل عمر پاکر تاریخ ۱۴ر ربیع الاول ۱۳۵۳ھ مطابق ۲۷ر مئی ۱۹۳۴ء انتقال کیا۔

اصرار نہ فرمادیں " خیر ع
" رموزِ سلطنتِ خویش خسرواں دانند"
سب بزرگوں کو سلام مسنون چھوٹوں کو دعا۔ اپنی والدہ (اور) قاسم کی والدہ
سے بھی سلام (کہہ دیں) قاسم کو دعا۔
بھائی مولوی مسعود احمد صاحب (گنگوہی) تمھاری بابتہ شاکی ہیں۔ اُن کے
بھائی احمد (حافظ محمود احمد) کا سلام قبول ہو۔ میاں مولوی محمد حسن مرادآبادی
(اور) مولوی عبدالرحمٰن شامی کا بھی سلام مسنون۔
(۱۴ رمضان ۱۲۹۹ھ کو پھلاودہ پہنچا۔)

مکتوب نمبر ۲۸

احقر رشید احمد حسن عفرلہٗ۔

بخدمت عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ
بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائید۔ واہ سبحان اللہ خوب تشریف لائے اور اچھا
انتظار کیا۔ مجھ کو خوب یاد ہے کہ میں نے یہی لکھ دیا تھا کہ اگر ۱۴ ر-۱۵ ر تاریخ تک میرٹھ
نہ ملوں تو یہ سمجھنا کہ بالا بالا مرادآباد چلا گیا۔ بلکہ یہ خیال کرنا کہ دیوبند وغیرہ سے آنے میں
دیر ہوئی۔ سو واقعی یہی پیش آیا۔ کہ اوّل تو گنگوہ سے اتوار کے روز روانہ ہوا، دوسرے
دیوبند میں آکر اماں صاحبہ (اہلیہ حضرت نانوتویؒ) نے نہ دوشنبہ کے دن اجازت دی
نہ سہ شنبہ کو۔ کل چہارشنبہ کے روز بارہ بجے کی ریل میں میرٹھ آیا۔ آپ کا تشریف لانا
اور واپس چلا جانا مولوی محمد ہاشم[1] صاحب، (اور) میر صادق علی صاحب وغیرہ ہما

---

[1] مولوی محمد ہاشم صاحب مالک مطبع ہاشمی میرٹھ کے باشندے تھے۔ قاضی زین العابدین صاحب سجاد میرٹھی کے والد کے ماموں ہوتے تھے۔ حضرت مولانا نانوتویؒ نے آپ ہی کے مطبع میں تصحیح کا کام کیا ہے ۱۲

سے معلوم ہوا ہے ۔ اب اس وقت میں چونکہ جناب بھائی صاحب سے ۲۰ تاریخ تک
وطن پہنچنے کا وعدہ محکم کر کر آیا تھا اور درصورت آنے لاوڑ (اور) پھلاودہ کے ۲۰ تاریخ
پر وطن جانا معلوم / . . . . لہٰذا کسی طرح توقع نہیں کہ پھلاودہ آؤں لیکن خیال
اس امر کے کہ تمھاری شکایت رہے گی اور خدا جانے کیا کیا شکوہ اور طعن و تشنیع آپ
کے جھیلنے پڑیں گے ۔ ناچار عرض کیا جاتا ہے کہ اگر آپ ایک شب کے قیام کے بعد
مجھ کو اجازت فرمادیں تو لفور ملاحظۂ خط ہٰذا ، خود مع سواری تشریف لائیے ، یا کسی
آدمی کے ہاتھ روانہ فرمائیے ۔ نماز جمعہ تک مجھ کو انتظار ہوگا ۔ بعد نماز جمعہ اگر سواری
ملی یا جواب خط ملا (تو) خیر ورنہ مرادآباد کو چلا جاؤں گا ۔ اب میرے ذمہ شکایت
نہیں ۔ اتمام حجت ہر طرح کر دیا گیا ۔ آئندہ اختیار بدست مختار ۔

از میرٹھ ۔ مکان میر صادق علی

قیام میرا مولوی محمد ہاشم صاحب کے مکان پر ہے ۔ میاں صادق علی
سلام کہتے ہیں ۔ سب خاندان کو میری طرف سے سلام کہنا ۔ نور چشم محمد قاسم کو دعائیں
اور میری طرف سے اُس کے سر پہ دست شفقت پھیریں ، فقط

احقر الزمن احمد حسن حسینی غفرلہٗ ۱۲۹۹ھ
از میرٹھ ۱۷ ماہ مبارک رمضان پنجشنبہ وقت ۹ بجے دن

مکتوب نمبر ۲۹ بزبان فارسی

ترجمہ

عزیزم مولوی حافظ عبد الغنی صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ و اوصلکم الی مرادکم

سلام مسنون کے بعد واضح ہو، آپ کا خط پہنچا، سرمایۂ کامرانی ہوا میر شجاعت علی صاحب کی خبر علالت طبیعت کے خلجان کا باعث ہے اللہ تعالیٰ اُن کو بہت جلد صحت کلی عطا فرمائے آمین اِن شاء اللہ تعالیٰ اپنی دُعا سے جس کو میں آہ نارسا سے تعبیر کرتا ہوں اُن کو یاد کروں گا۔ بعد عیادتِ مسنونہ میرا سلام اُن کی خدمت میں پہونچا دیں اور دوسرے احباب اور بزرگوں سے بشرط یاد و ملاقات میرا سلام کہہ دیں۔ ....

یکم رمضان بروز دوشنبہ از مراد آباد

مکتوب نمبر ۳۰

از دیوبند

جامع کمالات عزیز من مولوی حافظ حاجی عبد الغنی صاحب

بعد سلام مسنون واضح ہو کہ الحمد للہ علیٰ کل حال۔ شب یکشنبہ کو امروہہ سے روانہ ہو کر قریب دو بجے شب کے مراد آباد پہنچا۔ چونکہ وقت ریل کا ایسا قریب تھا کہ اسٹیشن تک جانا دشوار تھا۔ لہٰذا یکشنبہ کے روز مراد آباد قیام کیا، شب دوشنبہ مراد آباد سے رخصت ہو کر دوشنبہ کے دن کول (علی گڑھ) آیا۔ دن بھر وہاں قیام کیا۔ رات

کو دیوبند چلا۔ کل سہ شنبہ کے دن دیوبند آیا، مگر کچھ نہ دریافت کیجئے اس مرتبہ دیوبند کا قیام بلائے جان ہے۔ لمحہ لمحہ دشوار پڑا ہے بلکہ وحشت کی وہ نوبت پہنچی کہ بار ہا طبیعت کا یہ تقاضا ہو چکا ہے کہ بغیر حاضری گنگوہ وطن واپس جائے، لیکن چونکہ خلاف مقتضائے عقل ہے ضرور گنگوہ بھی جاؤں گا۔ واپسی کے وقت ان شاء اللہ پھر تم کو اطلاع دوں گا۔ عجب نہیں تمہارے وطن یہیں سے حاضر ہوں، اور نور چشم میاں محمد قاسم کے دیدار سے مسرت اندوز۔

حاجی عبدالحکیم صاحب بخیریت ہیں۔ کچھ ناراض سے معلوم ہوتے ہیں اگر راضی کر لو تو اچھا ہے۔ سب متعلقین کو سلام مسنون۔

مکتوب نمبر ۱۳۱ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کس سے محرومیِ قسمت کی شکایت کیجئے
تھی تمنائے قدم بوسی سو محروم رہے

آرام نیم جانم مولوی حاجی عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ....

دُور اُفتادہ، ناکام، احمد حسن نام غفرلہٗ اوّلاً سلام مسنون بہ ہزار شوق مکنون پیش کر کے عرض کرتا ہے۔ واقعی آپ کے دو عنایت نامے پہنچے۔ ہر روز چاہتا تھا کہ ان کا جواب لکھوں مگر ندامت نے اجازتِ تحریر نہ دی۔ بھائی جان اپنی پریشانی حال کے بارے میں کیا لکھوں۔ خدا گواہ ہے کہ اس وقت تک یہ ارادہ کئے ہوئے تھا جو کچھ پیش

آئے خود کو آپ تک پہنچاؤں مگر یہ بھی شومئ قسمت کے آثار میں سے ہے کہ کوئی صورت نہ بن پڑی .... واللہ دلِ مشتاق عاشق سیماب کی طرح آپ کی ملاقات کیلئے مضطر و بیتاب۔ لیکن کیا کر سکتا ہوں .... پھر بھی مصمم ارادہ رکھتا ہوں۔ .... قبل عید یا بعد عید ملاقاتِ احباب کی دولت سے کامیاب ہوں گا۔ لیکن بحالتِ موجودہ کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں ...... سنا ہے کہ نواحِ میرٹھ میں بارش کثرت سے ہوئی ہے۔ اس کو بھی لکھیں۔ خانماں فقیر کی طرف سے سلام و دعا قبول فرمائیں۔ اور اپنے تمام خانماں کو میرا سلام پہونچادیں۔

بھائی نورالحسن[1]، ابن حسن، محمد ذکی، مولوی ظفرالدین علی۔ جناب صوفی عبدالحکیم، حافظ نذر اللہ، بشیر حسن[2] اور آپ کے دیگر متعارفین سلام شوق پیش کرتے ہیں۔ حافظ نذر اللہ پھر علیل ہو گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اُن کو شفاءِ عاجل نصیب کرے۔

---

[1] مولوی حاجی نورالحسن ابن سید احمد حسن ابن سید اسرار احمد عرف ملّو۔ دیوبند کے فارغ التحصیل تھے۔ عربی اور فارسی میں اعلیٰ قابلیت رکھتے تھے۔ حیدر آباد میں دفتر ملکی میں محافظِ دفتر کے عہدہ پر فائز تھے۔ نہایت عابد و زاہد اور شب بیدار بزرگ تھے۔ حیدر آباد میں انتقال فرمایا۔ آپ کے اکلوتے بیٹے شریف الحسن تھے۔ انھوں نے حیدر آباد میں دربارِ نظامی کی تکمیل کی دریں کچھ عرصہ ملازم رہے۔ امروہہ آکر انتقال کیا۔

[2] احمد حسن صاحب کے دوسرے صاحبزادے سید بشیر حسن صاحب مدرسہ اسلامیہ امدادیہ مرادآباد میں تعلیم حاصل کرکے دیوبند پہنچکر علوم دینیہ کی تکمیل کی۔

(ماخوذ از تذکرہ بدر چشتیؒ)

مکتوب نمبر ۲۳ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بہتر از من بمن جامع کمالات مجموعۂ حسنات حاجی مولوی حافظ عبدالغنی صاحب..
اس ناکارہ ہیچکارہ ...... احمد حسن کی طرف سے بعد سلام مسنون و دعاہائے ترقیات
مطالعہ کریں۔ الحمد للہ علیٰ کل حال۔

آپ کے دو خط یکے بعد دیگرے آئے اور میرے لئے سرمایۂ تسکین دل ہوئے
چونکہ میں ضعف و ناتوانی کے ظلم سے تنگ آچکا ہوں اسلئے اس ماہِ مبارک میں جو کہ
نفع مند تجارتِ اُخروی کا زمانہ ہے، سوائے اس کے کہ ہر وقت کسل و کاہلی کے
بستر پر پڑا رہوں دوسرا کوئی کام نہیں کر سکتا۔ قیام (تراویح) اور صیام بھی دشوار ہے
اور کام تو کیا ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ گنگوہ وغیرہ کا ارادہ میں نے ملتوی کر دیا ہے۔
آپ کے خطوط کے جواب میں تاخیر ہوئی معاف فرمائیں۔ آپ کی اور آپ کے متعلقین
کی علالت سے میں سخت پریشان ہوں میرے اس خط کے ملاحظہ کرنے کے فوراً بعد
مژدۂ عافیت سے مسرور فرمائیں۔ حافظ نذر اللہ (امروہی) سخت بیمار ہیں۔ شافی مطلق
اُن کو جلد شفا عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ کی مہربانی اُن کی مقصد برآری کرے۔

خاندانِ نحیف کو (اس وقت) حالتِ اضطراب لاحق ہے۔ آپ کے ذمہ
دعا ہے اور بس۔ آپ کی علالت کی وجہ سے میں بہت زیادہ پریشان ہوں۔ اپنے
صاحبزادہ قاسم سلمہٗ کو دعا کہیں اور اس کے سر پر میری طرف سے دستِ شفقت
پھیر دیں۔ بہت دنوں سے آپ کے دیدار کا آرزومند ہوں اور اسی طرح میں آپ کے
تمام خاندان اور عزیزوں سے ملاقات کی بہت آرزو رکھتا ہوں۔ لیکن کیا کروں

اس حالتِ ضعف میں اور اس موسم برسات میں اور روزہ کی حالت میں مصلحت یہی ہے کہ وطن (امروہہ) میں ہی قیام کروں۔ اگر مقدر ہے تو ہیں اِن شاء اللہ تعالیٰ اپنی مراد کو پہنچوں گا۔ (یعنی آپ سب سے ملاقات کروں گا) ورنہ یہ حسرت میرے ساتھ جائے گی۔ مولوی عبدالرزاق نے آپ کی خدمت میں سلام لکھا ہے۔ اور آپ کی مزاج پُرسی کی ہے۔ اُن کا سلام قبول کریں۔ سید ظہور الحسن صاحب، میر ہدایت علی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون اس نحیف کی طرف سے کہہ دیں کہ اس سال دو سال ہو جائیں گے کہ کمبل میرے پاس نہیں رہا۔ تیار کرا دینا چاہیئے۔ اپنے جملہ خاندان اور بالخصوص ہر دو مذکورہ میر صاحبان کو اور آن عزیز کی والدہ اور اہلیہ محترمہ کو سلام مسنون پہونچے ....

۱۹ ر رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ از امروہہ

مکتوب نمبر ۳۴

از امروہہ

از احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب وصلہ اللہ تعالیٰ الی غایۃ مرادہٖ۔

بعد سلام مسنون واضح ہو۔ کل خط مرسلہ پہنچا۔ مندرجہ سے اطلاع پائی۔ نورِ نظر قاسم کی صحت اور آپ کی والدہ ماجدہ کی صحت باعث اطمینان ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مدام بصحت و عافیت رکھے۔ دُنبل کی تکلیف میں نے بھی

البتہ سخت جھیلی۔ مگر اب بفضلہٖ تعالیٰ بالکل اچھے ہوں۔ اطمینان فرمائیں۔ والدۂ قاسم کی شکایت بسر و چشم، مگر میرے عوارض و موانع کو دیکھ کر اگر شکایت ہوتی (تو) اچھا ہوتا۔ بعد سلام یہی مضمون پیش کر دیجئے۔ قاسم کے سر پر دعا کے بعد میری طرف سے دست شفقت پھیر دیجئے۔ والدۂ ماجدہ، جدِّ امجد، عمِ بزرگوار، جملہ لواحقین خاندان و عزیزان واحباب و متعارفین بحیف کو سلام کہنا۔ بشرطِ یاد و ملاقات ....

مکتوب نمبر ۳۴

از امروہہ

جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

خط مرسلہ پہنچا۔ مندرجہ پر اطلاع ہوئی۔ مرضِ لاحقہ سے نجات نہ ہونی باعثِ خلجانِ خاطر ہے۔ اللہ تعالیٰ شفاءِ کامل عطا فرماوے۔

میں پچیسویں^۲۵ شعبان وطن پہنچا۔ بفضلہٖ تعالیٰ جملہ متعلقین کو بخیریت پایا۔ میری آنکھوں میں جو گوہیری نکل آئی تھی ایک ہفتہ کامل (کے بعد) اس تکلیف شدید سے نجات میسر ہوئی۔ اس کے بعد شدت کی گرمی، روزہ کی سختی، اس درجہ کی کہ جملہ کاموں سے بیکار۔ اسلئے جواب خط میں دیر ہوئی۔ گنگوہ کا ارادہ اس دم تک یوں ملتوی رہا کہ مکان کی مرمت نہایت ضروریوں ہی لیت و لعل میں سالہا سال گذر گئے۔ اس مرتبہ صورت ظاہر اس لائق نہیں جو ملتوی چھوڑی جائے۔ ناچار شروع ہو جانا کار ترمیم کا اپنے روبرو ضروری سمجھتا ہوں لیکن راج میسر نہیں آتے اور نیز روزہ کی سختی دیکھ کر یوں خیال کر رہا ہوں۔ رمضان میں گنگوہ جانا بجز اس کے (اور کیا ہوگا) کہ مولانا (گنگوہی کو) زیر بار فکر کیا جاوے۔ اور

شاید نفع نہ ہو۔ مولانا نے لکھا تھا کہ یہاں پر کوئی مکان آرام کا نہیں۔ رمضان میں ارادہ ملتوی رکھئے۔ کل پرسوں سے ایک اور گوہیری نکل آئی ہے۔ اللہ رحم کرے بالجملہ بدیں وجوہِ مذکورہ بالا اب تک نہیں گیا۔ واللہ ارادہ مصمم ہے عجب نہیں تین چار روز بعد روانہ ہو جاؤں۔ اگر آیا تو ان شاء اللہ ضرور تم سے مل لوں گا۔ تم کو چاہئے دیکھتے ہی خطِ ہٰذا کو اپنی کیفیت سے اطلاع دو۔ والدۂ بتولؔ، سیدۂ بتولؔ بعد سلام تمہارا مزاج پوچھتی ہیں۔ قاسم کو دعا۔ میر ظہور الحسن صاحب میاں ابراہیم و اسحٰق و اسماعیل و چھوٹے میر صاحب کی خدمت میں سلام نیاز۔

۷ رمضان المبارک روز یکشنبہ ۱۳۰۲ھ

مطابق ۲۸ رجون ۱۸۸۵ء

مکتوب نمبر ۳۵

از امروہہ

خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات عزیزم مولوی حاجی حافظ عبد الغنی صاحب ....

زاد اللہ بسطۃً فی العلم والجسم

بعد سلامِ مسنون مدعا نگار ہے۔ خط مرسلہ پہنچا۔ بدریافتِ اعتدالِ طبیعت، مسرت حاصل ہوئی اور دلِ حزیں قرینِ تسکین ہوا۔ اللہ تعالیٰ بخیر و عافیت رکھے، اور اپنی مرضیات میں ثابت و محکم۔ میں نے ہنوز مرضِ لاحقہ یعنی گوہیریوں سے پوری نجات نہیں پائی۔ ایک اچھی ہوتی ہے، دوسری نکل آتی ہے، آج تک اسی خرخشے میں مبتلا ہوں۔ چنانچہ اس وقت بھی ایک گوہیری موجود ہے۔ اس کی زیادہ تکلیف رہی۔

یہ وجہ یا ضعفِ طبیعت جو بوجہ رمضان رہا۔ اتنا مانع عزم گنگوہ نہ تھا کہ ناگاہ دوسری آفت سر پڑی اور ہوش و حواس کو مختل کر دیا۔ تم کو معلوم ہے ایک عرصہ سے بالاخانہ محتاج ترمیم تھا۔ وہ دیوار ہائے دروازہ جن پر وہ قائم تھا، بالکل ہی ضعیف ہو گئی تھیں۔ چنانچہ ماہِ مبارک میں جو اوّل بارش ہوئی، وہ دونوں دیواریں گرنے لگیں۔ سخت اندیشہ پیش آیا۔ ناچار کل بالاخانہ مع ان دیواروں کے منہدم کرایا گیا۔ اب چونکہ مدارِ گذارہ موسمِ گرما و برسات بندۂ نحیف کا اسی بالاخانہ پر ہے۔ تعمیر از سر نو ضرور۔ صرف کی یہ کیفیت کہ کل اس وقت میں دس روپیہ باقی۔ قریب ستر روپے کے قرضہ موجود ہے۔ یہ صرف تعمیر تخمیناً دو سو روپیہ (۲۰۰) کچھ زاید کا ہے حیران ہوں کیا ہوا اور کیا کروں؟ قرضِ حسنہ کی تدبیر کی، اس دم تک میسر نہیں۔ آج دیوبند کو بغرض واپسی پچاس روپیہ۔ جو داخلِ کارخانۂ دیوبند ہے، ایک خط لکھا ہے۔ موسمِ برسات سر پر ، اگر چندے دروازہ وغیرہ تعمیر نہیں ہوتا، بقیہ مکان کی طرف سے بھی خطرہ ہوتا ہے۔ ان خیالاتِ پریشان میں گھل رہا ہوں۔ نہ گھر پر چین سے رہ سکوں۔ نہ گنگوہ جا سکوں۔ دعا فرماؤ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور اس بلائے تازہ سے نیک نجات دے۔ آمین!

ماہِ شوال میں ارادہ رکھتا ہوں کہ اگر مکان کی طرف سے کسی قدر اطمینان ہوا۔ ان شاء اللہ ضرور چلا جاؤں گا۔ ورنہ میں کیا کروں؟ مقدر، ارادۃ اللہ غالب۔ خیر ربِ کریم بطفیل نبیہ الکریم اپنی رحمت سے نوازے۔ اپنی مرضیات کی نیک توفیق دے۔ اور اپنی اور اپنے حبیب کی محبت عطا فرما دے۔ اور جملہ خلش ہائے دُنیا سے بسہولت و آسانی نجات دے۔ آمین!

جملہ خاندان بندۂ ضعیف کی طرف سے سلام قبول ہو۔ اپنے سب خاندان کو سلام کہنا۔ قاسم کو دعا۔ میر ظہور الحسن صاحب کاتب صاحب کو سلام

مسنون۔ والدۂ قاسم کو، اپنی والدہ کو سلام و دعا کہہ دیں۔ بتول زادہا سیدہ مع اپنی والدہ کے سلام و دعا کہتی ہیں۔ روزِ یکشنبہ بندۂ نحیف کو بچشم خود رویت ہلال ہوئی۔ اور صدہا آدمیوں نے دیکھا۔ بحساب اس کے آج دوشنبہ ۲۲ رمضان ہے۔ اطلاعاً لکھا گیا۔

احمد حسن غفرلہٗ

۲۲ رمضان ۱۳۰۲ھ

مکتوب نمبر ۳۶ بزبانِ فارسی

(ترجمہ)

خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادرِ مکرم عزیزم مولوی عبدالغنی صاحب ......

بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے۔ آں عزیز کے دونوں خط پہنچے۔ مندرجہ مضمون سے آگاہی ہوئی۔ چونکہ بالاخانہ کی تعمیر کی نگرانی میں مصروف ہوں، ادھر روزہ کی یہ حالت اور اتنی سخت گرمی کہ جوشِ جہنم کو یاد دلاتی ہے۔ ایسی صورت میں آپ کے خط کے جواب کی مجھے فرصت نہیں ملی۔ معاف فرمائیں۔ اور اپنی خیریت سے میرے جواب کا انتظار کئے بغیر ہفتہ وار اطلاع دیتے رہیں۔ بالاخانہ کی تعمیر کا کام ختم ہونے کے قریب ہے، خداوندِ کریم مبارک فرمائے اور اس تعمیر کے باقی کام سے جو ایک مستقل خلجان ہے اور اس سے زیادہ اور کوئی خلجان (شاید) نہیں ہوگا۔ جلد فراغت دے۔ اور ایسی توفیق نیک عطا فرمائے کہ ہم کو جنت الفردوس، جو کہ مکانِ عزت اور جائے راحت ہے، میسر آئے۔ آمین!

مدرسۂ شاہی کے مہتمموں کو میں نے بوساطت جناب منشی فضلِ حق صاحب

اطلاع دی ہے کہ اپنے آنے میں مجھے تردد نظر آتا ہے۔ اہل مدرسہ فکرِ مدرسہ اور اہل کارخانہ فکرِ سرپرست کرلیں۔ اپنے جدِ امجد، عمِ مکرم، بھائیوں، اپنی والدہ صاحبہ، دیگر بزرگوں اور خاندان کے عزیزوں کی خدمت میں میرا سلام پہنچائیں۔ اپنے صاحبزادے برخوردار محمد قاسم کے سر پر دستِ شفقت پھیر کر میری طرف سے دعا کہیں اور اپنی اہلیہ محترمہ کو سلام پہونچائیں ....

مولوی خلیل الرحمٰن صاحب امروہی سلام پہنچاتے ہیں۔

۱۲؍رمضان المبارک روز سہ شنبہ ۱۳۰۳ھ

از امروہہ ضلع مرادآباد۔ محلہ پیرزادہ

مکتوب نمبر ۳

جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب اوصلکم اللہ تعالیٰ الیٰ غایت المراد والمقصود۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ورحمۃ اللہ

دوسرا خط تمہارا بجواب خطِ نحیف پہنچا۔ مندرجہ پر اطلاع پا کر تسلی ہوئی میں نے بضرورت صرفِ تعمیر مکان، اہل مدرسہ کو لکھا کہ تنخواہ شعبان روانہ فرمادیں ایک ہفتہ بعد زبانی جواب آیا مدرسہ میں خرچ نہیں۔ جب ہوگا تنخواہ بھیجی جاوے گی۔ اور یہ جواب ظاہر ہے کیونکر صحیح ہو۔ دوسری مد یا کارخانہ سے قرض لے کر جیسا کہ عندالضرورت ہوتا ہے، تنخواہ دے سکتے ہیں۔ مگر منشاء اس کا وہی لاابالی پن ہے جو دو برس سے میرے ساتھ مبذول ہے ... . لہٰذا منشی فضل حق صاحب کو لکھ بھیجا۔ "دو سال کامل سے اہل مدرسہ

کی بے نیازیاں جھیلتا رہا ہوں۔ اب تاب تحمل نہیں۔ اگر آپ کا اور حاجی گوہر علی خاں صاحب کا مشورہ ہو تو اہل مدرسہ (اور اہل کارخانہ کو اطلاع دیں کہ میں بعد رمضان غالباً نہ آؤں۔ مدرس اور سرپرست کی فکر فرمالیں" سنتا ہوں اس مضمون کو دریافت فرما کر غنیمت سمجھا ہے اور ہر چند حاجی گوہر علی خانصاحب نے سمجھایا۔ "قصہ طویل نہ کرو"، مگر نہ باز آئے۔ دیوبند (اور) گنگوہ کو لکھا ہے اور چاہتے ہیں کسی تدبیر سے رائے غالب یہ ہو کہ احمد حسن کو علیحدہ کیا جاوے۔ خیر حسبنا اللہ و نعم الوکیل۔ ترک تعلق کا کچھ افسوس نہیں۔ البتہ یہ ڈر ہے خدانخواستہ مولانا (گنگوہی) کو اپنے سے کوئی کدورت ہو۔ لہٰذا تم کو چاہئے مولانا (گنگوہی) کو لکھو۔ "سنتا ہوں احمد حسن شاید مدرسہ نہ جاویں۔ میری نسبت کیا حکم ہے۔ اہل مدرسہ کی خود رائی، خود پسندی، تحکم طلبی، طلبہ و مدرسین کے ساتھ ہر طرح کی بے نیازی۔ اس کا یہ مقتضا ہے کہ ایک لمحہ بھی اس مدرسہ میں نہ رہوں۔ احمد حسن کے ہوتے ہوئے چونکہ منہ پردہ تھا۔ قیام آسان تھا۔ اب البتہ مشکل ہے اور حفظ آبرو اسی میں ہے کہ میں بھی علیحدہ ہو بیٹھوں۔ لیکن اگر آپ کے عندیہ میں قیام میں مصلحت ہے، کچھ عذر نہیں۔ البتہ یہ درخواست ہے کہ ان خرابیوں کا بہت جلد بندوبست فرما دیجئے۔ اور اہل مدرسہ کو مناسب تنبیہ کیجئے ورنہ بعد جماؤ، اصلاح مشکل ہے"

بتول، ستیدہ اور اس کی والدہ تم کو اور سب متعلقین کو دعا و سلام کہتی ہیں۔ میاں محمد قاسم کو دعا۔ پندرہ روز سے میرے داہنے پاؤں کا گٹا اتر گیا تھا سخت تکلیف رہی۔ ابھی تک بالاخانہ سے نیچے کے مکان میں نہیں اترا۔ آخری جمعہ تک ان شاء اللہ جامع مسجد تک چلا جائے۔ فقط

(۷، ۱ رمضان المبارک ۱۳۰۳ھ کو پھلاودہ پہنچا)

مکتوب نمبر ۳۰ بزبان فارسی

(ترجمہ)

بخدمت عزیز از جان بہتر از من بمن مولوی حافظ عبدالغنی سلمہ اللہ و اوصلہ الی ما یحب و یرضیٰ۔

بعد سلام مسنون کے تحریر کرتا ہوں کہ مولوی خادم حسن صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ علی گڑھ جا پڑے ہیں اور آپ نے مولوی خادم حسن سے مدرسہ (شاہی مراد آباد) اور اہل مدرسہ کے حالات کو دریافت کیا ہے اور مولوی صاحب نے آن عزیز کو بھی مفصل جواب لکھ دیا ہے۔ چونکہ مولوی خادم حسن صاحب کے خط کے اجمال وتفصیل سے مجھے اندیشہ ہے کہ (وہ خط) ضرور آپ کے مزاج کی برہمی کا سبب ہوا ہوگا۔ لہٰذا میں لکھتا ہوں کہ غم وغصہ کو پی کر عازم مراد آباد ہو جائیں۔ اور قدم اقامت کو محکم طریقہ پر رکھ کر خدمت علم میں مصروف رہیں اور جہاں تک ہو سکے مدرسہ (و) کارخانہ (مدرسہ شاہی) کی تائید میں سفر فرمائیں کہ یہ اللہ کا کام ہے میرے دل کی خوشی اسی میں ہے کہ میرے احباب میری قائم مقامی میں مدرسہ اور کارخانہ[لے]

لے

مدرسہ شاہی مراد آباد کی روئداد ۱۳۰۳ھ میں اس کارخانہ تجارت انجمن اسلامی کے بارے میں حسب ذیل عبارت ملتی ہے۔

"کارخانہ تجارت انجمن اسلامی مراد آباد (اس مدرسہ کے اہل شوریٰ کی رائے سے قائم ہوا اس کی ایک کیفیت مسمیٰ بہ آئینہ تجارت جداگانہ چھپ کر مشتہر ہوئی ہے اس کے دیکھنے سے ناظرین کو واضح ہوگا کہ اس کارخانہ تجارت کا جاری ہونا مسلمانوں کے حق میں کس قدر مفید ہے اور مدرسہ کو اس سے کس قسم کی مدد ملتی ہے۔ بہرحال اس کارخانہ کی ترقی بھی مسلمانوں کے اتفاق ملی پر موقوف ہے۔ بعض صاحبان اہل ہمت نے اس کارخانہ میں محض اس غرض سے شرکت اختیار فرمائی ہے کہ مدرسہ کو نفع پہنچا دیں۔ ان میں سے بعض حضرات نے روپیہ (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اسلامی کی تائید میں کوشش کریں۔ نیز مرزا[۵۲] صاحب اور حاجی[۵۳] صاحب وغیرہ کے ساتھ اچھا معاملہ رکھیں۔ خدا گواہ ہے کہ ہم کو اُن سے کوئی پُرخاش نہیں ہے بلکہ میں تو اُن کی محبت تہِ دل میں دیکھتا ہوں، اور اُن کی اُن تمام بے نیازیوں کو جو اس قسم کی شکر رنجیوں کا باعث ہوئیں اور جنھوں نے یہاں تک نوبت پہنچا دی اُن کی عنایت پر مبنی شمار کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے۔

حاصلِ کلام یہ ہے کہ آپ اپنی تشریف آوری سے مدرسہ مرادآباد کو زینت بخشیں۔ لیکن جب تک اہلِ مدرسہ آپ کو نہ چھوڑدیں، آپ بھی مدرسہ نہ چھوڑیں۔ مگر اس وقت ترکِ تعلق کرنا نقصانِ مایہ و شماتتِ ہمسایہ کا مصداق ہوگا۔ نورِ چشمی سیدہ و بتول مع اپنی والدہ کے بخیریت ہیں۔ آں عزیز میاں عبدالقیوم کو سلام پہنچادیں۔ حکیم صاحب (مہدی حسن صاحب) اور آلِ علی کی طرف سے سلام قبول ہو۔ حامد کے بارے میں میاں عبدالقیوم سے تذکرہ کریں۔

۱۱ر شوال بروز چہار شنبہ سنہ ۱۳۰۳ھ از امروہہ محلہ پیرزادہ
۴ر جولائی ۱۸۸۶ء

(بقیہ صفحہ گزشتہ) کارخانہ میں داخل کرکے ملکِ مدرسہ کر دیا۔ کہ ہمیشہ اس کا منافع مدرسہ کو ملا کرے اور بعض صاحبوں نے اپنے روپے کا کل زرِ منافع ہی مدرسہ کو ہبہ کر دیا ہے۔ اگر اسی طرح اور اہلِ ہمت بھی اس طرف توجہ فرمائیں تو مدرسہ کو بہت بڑی مدد ملے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو توفیقِ نیک کرامت فرماوے آمین واللہ ولی التوفیق۔۱۲

[۵۲] مرزا احمد نبی بیگ رُکن مجلسِ شوریٰ مدرسہ شاہی مرادآباد

[۵۳] حاجی محمد اکبر مرادآبادی رُکن شوریٰ مدرسہ شاہی مرادآباد۔

مکتوب نمبر ۳۹

جامع کمالات عزیزم حافظ حاجی عبد الغنی صاحب اوصلکم اللہ الی غایت المراد۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ

خط مرسلہ پہنچا۔ بیاد یکجائی دوازدہ سالہ طبیعت کو وہ رنج ہوا کہ دل تھام تھام کر خط پڑھا گیا[1]

وَکُنَّا کَنَدْمَانَیْ جَذِیْمَۃَ حِقْبَۃً
مِنَ الدَّھْرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَّتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا کَاَنِّیْ وَمَالِکًا
لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَیْلَۃً مَّعًا

---

[1] ترجمہ) ہم دونوں مدت مدید سے جذیمہ کے دو ہمنشینوں کے مانند تھے۔ لوگ کہتے تھے کہ یہ دونوں ہرگز جدا نہ ہونگے ع۲ پس جب ہم دونوں جدا ہوئے تو گویا میں نے اور مالک نے باوجود ایک طویل مدت ساتھ رہنے کے ایک رات بھی ساتھ رہ کر نہیں گزاری۔ تشریح۔ جذیمہ ایک بادشاہ کا نام ہے جس کے زیر نگیں عراق اور عرب تھے اس کے دو وزیر اور مصاحب تھے۔ ایک کا نام مالک اور دوسرے کا نام عقیل تھا۔ یہ دونوں چالیس برس تک آپس میں ساتھ ساتھ رہے اُن کو نعمان نامی ایک شخص نے مارا شاعر کا نام متمم یا تمیم ہے اس کے ایک بھائی مالک کو قتل کر دیا گیا تھا یہ دونوں شعر شاعر نے اپنے بھائی مالک کے مرثیہ میں لکھے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ دو شعر اپنے بھائی عبد الرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی وفات کے بعد پڑھے تھے۔ ان دونوں شعروں کے پڑھنے سے ان کی مراد یہ تھی کہ ہم دونوں بھائی بہن ایک مدت تک ساتھ رہے۔ میرے بھائی عبد الرحمٰن نے ملک بقا کی راہ لی اب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم دونوں ایک دن بھی ساتھ نہیں رہے تھے۔ حضرت امروہی اور حضرت پھلاودی کا ساتھ قیام مراد آباد تک بارہ سال رہا۔ مراد آباد سے حضرت امروہی اپنے وطن امروہہ آگئے اور مولانا پھلاودی اپنے وطن پھلاودہ چلے گئے تو یہ اشعار بیساختہ حضرت امروہی کی زبان قلم پر آگئے ۱۲

اے قادرِ برتر برتیری ہی قدرتِ کاملہ ہے کہ احمد حسن وحافظ عبدالغنی اور مولوی خادم حسن علیحدہ ہوجاویں۔ یا جامع المتفرقین! وہ سبب ظاہر فرما جو ہر سہ یکجا ہو بیٹھیں۔ ع

"تاب زنجیر ندارد دلِ دیوانۂ ما"

واللہ ترکِ روزگار کا کوئی صدمہ نہیں۔ البتہ مفارقت گراں ہے۔ اور بخیالِ یادگارِ مولانا علیہ الرحمۃ مدرسہ کی ابتری ناگوار۔ اہلِ مدرسہ نے مولانا رشید احمد صاحب اور حضراتِ دیوبند کی خدماتِ عالیہ میں خدا جانے کیا بدگوئیاں کی ہیں کہ اُن صاحبوں نے بھی مہتمان مدرسہ کے مشورے کے ساتھ اتفاق فرمایا۔ گو تاویل خیر کرتا ہوں کہ اہلِ مدرسہ کے فسادِ درونی پر اطلاع پاکر بمجبوری ہم لوگوں کی علیحدگی پسند فرمائی ہے۔ مگر بخیالِ کشیدگی خاطر اُن حضرات کے۔ خود اگر جاکر پوری کیفیت عرض کرتا ہوں تو شاید طمع روزگار پر محمول ہوتا ہے۔ تم اگر مناسب جانو تو چند روز کے لئے چلے جاؤ اور تھوڑا تھوڑا احال موقع موقع پر عرض کرو۔ مولوی خادم حسن صاحب کو بھی علیحدہ کردیا۔ ۲۵ نفر طلبہ نام خارج کراکر امروہہ آگئے۔ ناچار سبق شروع کرادیئے۔ نو سبق شروع ہوگئے ہیں۔ اہلِ شہر مجھ کو تینتیس روپیہ ماہوار پر مدرس رکھنا چاہتے ہیں۔ چندہ خاص کرلیا ہے۔ شاید قبول کرلوں۔ جس طرح ہوسکے تم بھی آجاؤ۔ اب میں بفضلہ تعالیٰ بالکل اچھے ہوں۔ لختِ جگر قاسم کیسے ہے؟ اور اور متعلقان کا کیا حال ہے مفصل لکھو۔ اور سب سے سلام کہہ دینا۔ نور چشمان راد۔ اُن کی والدہ سب لواحقین بخیف سلام کہتے ہیں۔

۹ ذی قعدہ ۱۳۰۳ھ دوشنبہ

مکتوب نمبر ۴ بزبان فارسی

(ترجمہ)

جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب ....

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰہ

آپ کا مرسلہ خط پہنچا۔ اس کے مضمون سے اطلاع پائی۔ آپ کے مزاج کی خیریت اور برخوردار محمد قاسم کی صحت کی آگاہی سے بہت مسرت حاصل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے متعلقین کو صحت و عافیت سے رکھ کر اپنی مرضیات میں مشغول رکھے اور ترقیاتِ دارین نصیب فرمائے آمین!

اس جگہ امروہہ میں بھی بارش کے کھنچاؤ کی وجہ سے جاڑے بخار کا مرض شروع ہوگیا ہے۔ اور بعض لوگوں کو ہیضہ بھی ہوگیا ہے۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ اکثر کو صحت ہوگئی ہے اور جاڑا بخار وغیرہ بھی دو تین روز رہتا ہے، جلد نجات حاصل ہوجاتی ہے۔

نورِ چشم رضا حسین کو اول جاڑے بخار کا دورہ پڑتا تھا۔ یہی مرض تخمہ (بدہضمی) کی علامت بن گیا اور دورہ سے نجات ہوگئی اور بلائے تخمہ سے بھی نجات میسر آگئی۔ ابھی حرارتِ بخار باقی ہے، اللہ تعالیٰ اس سے بھی نجات دے۔ رضا حسین کے بعد بتول کو بھی بخار و لرزہ لاحق ہوگیا مگر تیسرے دورے کے بعد صحت حاصل ہوگئی۔ سیدہ، بتول سے پہلے اسی مرض میں مبتلا ہوگئی تھی۔ بتول کی صحت کے بعد سیدہ کا مرضِ سابق دوبارہ لوٹ آیا مگر کل، جو اُس کو دورہ پڑا تھا وہ سابقہ دوروں سے خفیف تھا۔ اُمید کہ اُس کو جلد صحت ہوجائے گی۔ اِن شاء اللہ

والدۂ بتول کو مرضِ اختلاج باعثِ خلجان بنا ہوا ہے۔ چار دن کے بعد آج کچھ تخفیف ہوئی ہے۔ اطمینان رکھیں۔ میں اس ماہ ذی قعدہ کی ۱۴ تاریخ سے

تیس۳۰ روپے ماہوار تنخواہ پر اور وہ بھی شہر کے خاص آدمیوں کے چندے سے جامع مسجد (امروہہ) میں مدرس مقرر ہو گیا ہوں۔ گو ظاہراً صورتِ اطمینان ہے (لیکن) میرا یہ تعلق و تقرر اکثر کو گراں گزرا ہے اور اُن کے حسد نے اُن کو تخریبِ مدرسہ پر آمادہ کر دیا ہے۔ اِن شاء اللہ بجز ناکامی کچھ بھی اِن حاسدین کے ہاتھ نہ آئے گا۔ اور ذلیل ہونگے اِن شاء اللہ۔ مہتممانِ مدرسہ، مدرسہ کو ترقی دیکر ارادہ رکھتے ہیں کہ آپ کا اور مولوی خادم حسن صاحب کا بھی تقرر کریں لیکن ابھی اس کام کے لئے چندہ فراہم نہیں ہوا ہے۔ خدا کرے کہ اپنے ارادے کے مطابق وہ آپ لوگوں کو جلد بُلائیں۔ طلبہ چونکہ بہت ہیں۔ اگر آپ بنامِ خدا (امروہہ) تشریف لے آئیں، عینِ مصلحت ہے۔ مولوی خادم حسن صاحب چار دن سے میرے پاس تشریف رکھتے ہیں۔ مولانا (گنگوہی) کی خدمت میں آپ کے مشورے کے مطابق عریضہ لکھوں گا۔ (۲۲ ذی قعدہ پنجشنبہ کو (۱۳۰۳ھ) کھیلا دہ پہونچا)

مکتوب نمبر ۱۴

عزیز از جان ـــــ اللہ معکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خط مرسلہ پہنچا۔ خیریت دریافت ہو کر تسلی ہوئی۔ ربِ کریم تم کو باجملہ متعلقین خیر و عافیت سے رکھ کر بمقاصدِ دلی پہونچاوے۔ آمین۔

آج کے دن یعنی بروز سہ شنبہ میں بغرض ہمراہ لانے اسباب کے بہمراہی جناب مولوی خادم حسن صاحب و چند طلبۂ دیگر، مراد آباد گیا تھا۔ اہلِ شہر بڑی عنایت سے پیش آئے ہر خاص و عام کو پہلے سے بمدارج زیادہ اپنے ساتھ باِخلاص پایا۔ ہجوم ملاقات کی یہ نوبت پہنچی کہ اسباب کا دیکھنا اور کتابوں کا پڑتال کرنا نیز متعسّر ہو گیا۔ چنانچہ بمجبوری ہمراہ نہ لایا۔ اور چار روز قیام کر کے واپس ہوا۔ یقینی کہتا ہوں کہ اگر بحالت

غیر تعلق جاتا، اہلِ شہر نہ آنے دیتے۔ مگر اُس وقت عذرِ تعلق امروہہ کام آیا۔ مہتمانِ مدرسہ نیز خوبی سے پیش آئے۔ . . . .

تنخواہِ ماہِ رمضان حسبِ تجویز دیوبند دی، مگر تمہاری تنخواہ کی نسبت عذر کیا کہ اُن کی ہنوز کوئی تحریر نہیں آئی نہ معلوم ترکِ تعلق کیا یا آویں گے؟ اور اگر ترکِ تعلق کیا تو کب سے؟ جواب دیا گیا۔ "تم خوب جانتے ہو۔ کہا۔ "حضراتِ دیوبند نے اُن کی تحریر پر منحصر رکھا ہے" لہٰذا تم کو مناسب ہے۔ اگر جلد آؤ، ہنگامِ ملاقات، ورنہ بذریعہ تحریر اطلاع دو کہ جب سے آپ نے احمد حسن کی علیحدگی منظور کی مجھ کو بھی علیحدہ تصور فرمائیے۔ چونکہ آپ کا علم اس بارے میں اپنے سے زیادہ سمجھتا تھا اسلئے اطلاع فضول سمجھی" باقی سب سے کشادہ پیشانی سے ملنا، شکایت نہ کرنا۔ حضراتِ دیوبند بالخصوص جناب مولوی رفیع الدین صاحب[1]، عزیزم حافظ احمد صاحب، جناب مولانا دگنگوہی) صاحب کے سبب طرح بہ طرح اہتمام برہمی رکھا جاتا ہے۔ منشی حمید الدین صاحب دیوبند گئے تھے۔ معلوم ہوا ہے۔ جملہ احوال بھی معلوم ہوئے۔ باقی خیریت۔ والسلام۔ اگر طبیعت اچھی ہو جلد آنا۔ سب کی طرف سے سلام قبول کیجئے۔ اور سب کو سلام کہد یجئے۔ میر شاکر علی صاحب سے پارچہ گلیم سیاہ موصول ہوا۔ پسند آیا۔ جزاکم اللہ۔

ذی الحجہ سنہ ۱۲۹۹ھ از امروہہ

---

[1] شاہ رفیع الدین عثمانی دیوبندیؒ ابن مولانا فرید الدین عثمانیؒ حاجی سید محمد عابد کے بعد آپ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم ہوئے۔ حضرت شاہ عبد الغنی مجددی مہاجر مدنیؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے آپ کو خلافت حاصل تھی۔ سنہ ۱۳۰۸ھ کو مدینہ منورہ میں انتقال فرمایا اور جنت البقیع میں نزد مزار حضرت عثمان غنی مدفون ہوئے۔ ۱۲

مکتوب نمبر ۴۲

جامع کمالات عزیزم مولوی حاجی حافظ عبدالغنی صاحب اصلکم اللہ تعالیٰ الی مرادکم -

الحمد للہ علیٰ کل حال - دونوں خط مرسلہ تمہارے پہنچے، مرۃ بعد اولیٰ وکرۃ بعد اُخریٰ - مورثِ مسرت ہوئے جواب میں جسقدر دیر و توقف ہوا باعث اُس کا صرف اتنا ہے کہ بوجہ خدمتِ لیالی رمضان المبارک، دن میں صبح دم سوکر قریب آٹھ بجے اُٹھنا ہوتا ہے۔ اس کے بعد وضو کرکے جس قدر توفیق ہوئی قرآن کی تلاوت کی، اس میں دس بج گئے یا گیارہ۔ پھر دو بجے تک سوتے رہے یا غفلت میں گذرے۔ بعد نمازِ ظہر ضعف کا وہ غلبہ کہ نشست و برخاست اور گفت و شنود، جملہ دُشوار۔ اسی کاہلی میں تحریر جواباتِ خطوط احباب کو امروز و فردا کرتے ہوئے اور اس قدر دیر ہوئی معاف کیجئے۔ باقی خیریت - نور چشمی بتول نے اس عشرۂ اخیرہ میں دو روزے رکھے اور اُس کی خوشی کی گئی۔ سیّدہ کو تخمہ واقع ہوا، چار روز سخت گذرے۔ مگر بفضلہ تعالیٰ اب بالکل صحت ہے۔ الحمد للہ! اپنے متعلقین کو سب کو سلام کہنا۔ قاسم کو دُعا۔ جملہ لواحقینِ نحیف کی طرف سے سلام قبول کرنا - فقط

احمد حسن عفرلہٗ

میرے سامنے دو آدمیوں نے جو معتبر تھے، شہادت رُویت ہلال رمضان بروز سہ شنبہ (یعنی) ۲۹ شعبان کو دی چنانچہ روزِ چہار شنبہ سے رکھا گیا۔ جامع مسجد کی رونق لائق دید ہے۔ جوحض بن گیا۔ پانچویں شوال تک جلد تشریف لائیے اور متعلقین کو ہمراہ لانے نہ لانے سے اطلاع دیجیے۔ چچا صاحب سے خاص سلام کہنا۔ مرسلہ ۲۴ رمضان روز دوشنبہ ۱۳۰۴ھ امروہہ محلہ پیرزادہ

مکتوب نمبر ۴۳ بزبان فارسی

(ترجمہ)

احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ کی طرف سے عزیزی جامع کمالات مولوی حافظ عبدالغنی صاحب .... کی خدمت میں بعد سلام مسنون ودعائے ترقیات واضح ہو۔ الحمد للہ علیٰ کل حال ۔

آپ کا خط پہونچا، آپ کی اور آپ کے متعلقین کی خیر وعافیت معلوم ہونے سے بہت ہی مسرت حاصل ہوئی۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

آں عزیز کی روانگی کے بعد بروز دوشنبہ نواحِ مراد آباد میں سخت طوفان آیا۔ اُولہ باری کی چوٹ سے سیکڑوں بندگان خدا نے جو، بجو وغیرہ کے کھیتوں میں حفاظت کے لئے رہتے تھے۔ اپنی جانِ عزیز کو جان آفریں کے سپرد کردیا۔ قہر آلود ہوا کی تیزی اور تندی سے، جو طوفان قوم ثمود کی خبر دیتی تھی ہزاروں پیڑ گر گئے اور جڑ سے اُکھڑ گئے اور بے شمار مویشی مرگئے، خربوزہ ترکاری وغیرہ کی بیلیں سب جل گئیں۔ چھپر کے مکانات، سب برباد ہوگئے بعضے پختہ مکانات بھی طوفان کے حملہ کی تاب نہ لاسکے اوران پختہ مکانوں کے درو دیوار اپنی جگہ سے ہل گئے۔ ان تمام آفات سے اللہ کی پناہ۔ اے اللہ ہمیں اپنے عذاب میں مبتلا نہ کرنا اور اپنی گرفت سے ہلاک نہ کرنا۔ اور اس سے پہلے موت دے دینا۔

چونکہ آں عزیز نے حسب وعدہ علی گڑھ سے خط نہیں لکھا، اس لئے دل کو بہت تشویش تھی۔ مگر الحمد للہ آں عزیز بخیریت وطن پہنچ گئے ....

..... تعویذ مطلوبہ، ان شاء اللہ عنقریب بھیجوں گا، مطمئن رہیں۔ ابھی تک مجھ کو

امتحانِ مدرسہ سے فراغت نہیں ہوئی۔ اِن شاء اللہ کل فراغت ہوجائے گی۔ بفضلہٖ تعالیٰ امتحان ، نتیجۂ امتحان بہت اچھا ہے۔ مولوی رافت علی صاحب (امروہی) ایک دن تشریف لائے تھے اور بڑی خوبی سے امتحان لیا، اور خوش ہوگئے۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔

بھائی صاحب بغیر کامیابی کے واپس آگئے۔ وہ آپ کو سلام مسنون پہنچاتے ہیں۔ اور تحصیلدار صاحب (حکیم الدین صاحب) کا تحصیل اعتماد پور کو تبادلہ ہوگیا۔ گو امروہہ نہ ہو مگر کھیڑا گڑھ کے مقابلہ میں اعتماد پور اعراف کا حکم رکھتا ہے۔ تحصیلدار صاحب نے آپ کی خدمت میں سلام لکھا تھا۔ میرے تمام خاندان کی اور جملہ متوسلین اور طلباء کی طرف سے اپنے متعلقین کو سلام پہنچادیجئے۔ عزیز قاسم کے سر پر (میری طرف سے) دستِ شفقت پھیریں، اور اس کو دعا کہیں۔

۲۷ شعبان المعظم ۱۳۰۵ھ
پھلاودہ پہنچا

مکتوب نمبر ۴۴ بزبان فارسی

(ترجمہ)

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ کی طرف سے بعد سلام مسنون مطالعہ فرمائیں۔ آپ کا خط پہنچا۔ خیریت معلوم ہوکر بہت مسرت حاصل ہوئی۔ اسکے

جواب کی روانگی میں جسقدر تاخیر میری طرف سے واقع ہوئی اُس کی وجہ وہی میری طبع زاد کاہلی ہے۔ جو کہ میرے اندر رکھی گئی ہے اور بس۔ ایک وجہ عذر ماہِ صیام بھی ہے جو مزید برآں ہے کہ ہم جیسے بندگانِ شکم کے لئے اس سے زیادہ بیکاری کا اور کوئی عذر نہیں ہے۔ (لہٰذا) مجھ کو معذور قرار دے کر اپنی خیریت سے اور اپنے متعلقین کی خیریت سے ہفتہ وار اطلاع کرتے رہیں۔ ہر مرتبہ میں نے اپنے وعدوں کو غلط کیا ہے۔ اس مرتبہ اپنے آنے کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتا ہوں۔ البتہ اس قدر کہتا ہوں کہ تحصیلدار صاحب (حکیم الدین صاحب ساکن رٹول ضلع میرٹھ) نے پے بہ پے تین خطوط مجھ ناکارہ کو بلانے کے لئے بھیجے ہیں۔ اور منشی حمید الدین صاحب (سنبھلی) بھی وہیں رونق افروز ہیں۔ اگر مقدر رہے تو عجب نہیں بعد ختم قرآن شریف جو اِن شاءاللہ پندرھویں شب میں ہو جائے گا۔ تحصیل اعتماد پور کو روانہ ہو جاؤں گا۔ ایک ہفتے کے قریب اُن کے پاس گزار کر رخصت حاصل کروں گا۔ اور بھلاودہ کی طرف اپنا رختِ سفر باندھوں گا اُدرآں عزیز کے دیدار سے بلکہ لختِ جگر میاں محمد قاسم (اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ہمنام مولانا محمد قاسمؒ کے مانند بنا دے) کے دیدار سے دل و جگر کو سکون بخشوں گا۔ اور بس۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ تنہا مجھ بیچارے کا واسطہ حکیم الدین جیسے بے پرواہ سے پڑے گا۔

پس کیا اچھا ہو .... کہ کوئی خط تقاضہ کا نہ بھیجیں ......
...... اللہ تعالیٰ آپ کا کفیل کار ہو اور بارِ قرضہ سے آپ کو سبکدوش فرمائے۔ آمین!

اس قصبہ (امروہہ) میں مطلع صاف تھا۔ بروز شنبہ اگرچہ ہلال باریک تھا مگر بہت سے لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا حتیٰ کہ میں نے اپنی عینک کو آنکھو

پر لگاکر خود اپنی آنکھ سے چاند کا نظارہ کیا۔ ایک خط مولوی حافظ عبدالرحمٰن صاحب کا کل منگل کے دن آپ کے خط کے جواب میں امروہہ پہنچا چونکہ بہت دنوں سے مولوی حافظ عبدالرحمٰن کی خیریت معلوم کرنے کا شوق رکھتا تھا۔ اسلئے میں نے بے تکلف لفافہ کھول لیا اور خط مطالعہ کیا۔ بفضلہ تعالیٰ وہ بخیریت ہیں۔ میں نے چاہا تھا کہ ایک لفافہ میں ملفوف کرکے اُس لفافہ کو آپ کے پاس بھیجدوں مگر خط لکھتے وقت یہ بات بھول گیا۔ اور بجائے لفافہ کے یہ پوسٹ کارڈ میرے ہاتھ میں آگیا، لہٰذا اُس خط کو نہ بھیج سکا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ آئندہ آپ کا تعویذ مع لفافہ مذکورہ بھیجدوں گا مطمئن رہیں۔ یہاں کے سب شناساؤں کا سلام قبول کریں اور اپنے یہاں سب کو میرا سلام پہونچادیں۔ میر صاحب کی خدمت میں تعزیت نامہ روانہ کردیا ہے۔ ۱۱ رماہ مبارک ۱۳۰۵ھ روز چہار شنبہ

از امروہہ

مکتوب نمبر ۴۵

برادرم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہ

خط مرسلہ پہنچا۔ خیریت عزیزاں دریافت ہوکر تسلی ہوئی۔ اِدھر ہجوم آمد احباب اُدھر کثرت ضعف، حواس زمانۂ رمضان میں روز افزوں ہے۔ مانع تحریر جواب رہا۔ معاف کیجئے۔ بندہ نحیف بفضلہ تعالیٰ بہت اچھے ہے۔ باوجود صیام و قیام و تراویح روز بروز مزاج اعتدال پر ہے۔ البتہ ضعف بڑھ گیا ہے۔ دُعا فرماؤ، اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور شفاءِ کامل اور رہ بھی حاصل مرحمت کرے۔ آمین!

جناب مولوی سید احمد صاحب (دہلوی)، جناب مولوی محمود حسن صاحب (دیوبندی) مولوی حافظ احمد صاحب (ابن قاسم العلوم والمعارف) قاضی مولوی عبد الباری صاحب (گڈھ مکتیسر) بجلسہ واحد تشریف لائے۔ اُن کے بعد مولوی عبد الحق صاحب (پیلی بھیتی) (اور) مولوی خادم حسن صاحب (آئے) مولوی عبد الحق کو (اور) مولوی خادم حسن صاحب کو تمھارے نہ ملنے کا افسوس رہا۔ مولوی عبد الحق بعد قیام یک ہفتہ، تشریف لے گئے۔ غالبًا بعد عید پھر تشریف لاویں۔ منشی حکیم الدین احمد صاحب (رڑکی) نے اپنے بھائی آفتاب الدین کو واسطے پڑھنے قرآن کے (تراویح میں) بندۂ نحیف کے پاس بھیجا ہے چنانچہ بعد ختمِ قرآن حافظ عبد الحیؒ[1] کل گیارھویں شب کو جامع مسجد میں آفتاب الدین نے قرآن (تراویح) میں شروع کیا۔ بعد رمضان بغرض طالب علمی آفتاب الدین کا امروہہ قیام رہیگا۔ مولوی عبد الحکیم صاحب بھی مامور رہیں گے اور پابند مدرسہ ہو کر آفتاب الدین کو تعلیم فرماویں گے۔ آفتاب الدین احمد غریب خانہ پر مقیم ہیں اور تم کو سلام کہتے ہیں۔ ان وجوہ سے میرا ارادہ مظفر نگر آنے کا خفیف ہوگیا۔ شاید نہ آسکوں۔ متعلقان نحیف، تمھارے سب متعلقین کو دعا و سلام کہتے ہیں۔ منشی حمید الدین صاحب (سنبھلی) کل بندۂ نحیف کے پاس سے الہ آباد گئے ہیں۔ سلام کہہ گئے ہیں۔ (۱۵ / رمضان المبارک کو پھلاودہ پہنچا)

---

[1] مولانا حافظ عبد الحیؒ صاحب بن شیخ ممتاز علی فاروقی ساکن محلہ جھنڈا شہید حضرت امروہیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ سیوہارہ ضلع بجنور میں درس و تدریس کا مشغلہ رکھا اور مطب بھی کیا۔

مکتوب نمبر ۴۶ بزبان فارسی

(ترجمہ)

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت ...... برادرم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب جعلہ اللہ تعالیٰ کما یحبُّ ویرضاہ ۔

بعد سلام مسنون و آرزوئے دیدار کے لکھتا ہے ۔ خط پہنچا بہت مسرت حاصل ہوئی ۔ شجرۂ بزرگان سلسلہ جو آپ نے نظم کیا ہے ماشاء اللہ بہت اچھا ہے اس کے مضمون وعبارت کی خوبی مجھ سے پوچھی جائے جزاکم اللہ خیرالجزاء ۔

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اُس کو اصلاح سے مزین کر کے ، اُن مواقع سے مُطلع فرمائیں جو ترمیم واصلاح کے لائق ہیں ۔" میں حیرت میں ہوں کہ اس کا جواب کیا لکھوں ۔ آپ بھی جانتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ میں اس میدان کا آدمی نہیں ہوں ۔ مصرع :۔ " صلاح کار کجا و من خراب کجا ۔"

لیکن چونکہ آں عزیز کی خاطر کو ، میں عزیز تر رکھتا ہوں ۔ اب سوائے اس کے کہ حسب خواہش آں عزیز اس کام میں جلدی کروں اور کیا کر سکتا ہوں ۔ ناچار اشعارِ شجرہ کو میں نے بنظرِ غور مطالعہ کیا ۔ اپنے فہم نارسا کے مطابق ، بعض مواقع کی اصلاح کی ۔ اس کی نقل اُتار کر اصل ونقل کو بھیج رہا ہوں ۔ اگر اصلاح پسند آئے تو فبہا ۔ ورنہ " کالائے زبوں بریش خاوند " پر عمل کرتے ہوئے مجھے واپس کر دینا ۔ خدا کی قسم اگر آں عزیز کے حکم کی تعمیل مدِ نظر نہ ہوتی تو میں جس نے بحساب نظمِ فارسی ابجد خوانی بھی نہیں کی ہے ۔ ایسی جرأت نہ کرتا یہ بات صحیح ہے کہ اتفاق وقت سے آپ نے مجھ سے سبق لیا ہے (یعنی مجھ سے تعلیم حاصل کی ہے)

لیکن بفضلہٖ تعالیٰ آپ کو علماً وعملاً اپنے سے زیادہ فائق سمجھتا ہوں کہ ذٰ لِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔
اللہ تعالیٰ آپ کو نوازے اور آپ کی عمر دراز کرکے آپ کے فیض ظاہری و باطنی سے اپنے بندوں کو مستفیض فرمائے۔ میرے مرنے کے بعد مجھ گمنام کا نام آں عزیز کے ذریعے سے باقی رکھے۔ آمین ثم آمین!
میرا دل بے تابانہ آں عزیز کے دیدار کا آرزومند ہے۔ لیکن کیا کروں کہ پابندیٔ کارِ مدرسہ (امروہہ) اور کثرتِ خدمتِ طلبہ میرے لئے سدّ راہ ہوگئی ہے اور میں پابہ زنجیر ہوگیا ہوں۔ اگر مقدّر ہے اور مہتمانِ مدرسہ نے بھی میری موافقت کی تو ان شاء اللہ تعطیل عید اضحیٰ میں دیدارِ آں عزیز سے مسرت اندوز ہوں گا۔ ورنہ میں مجبور ہوں۔ معاف فرمائیں اور مجھے معذور رکھیں۔ کل ہفتہ کے دن کلکٹر امروہہ پہنچا اور اہل سنت وجماعت کے معززین سے خواہش کرکے ملاقات کی۔ اہلِ سُنّت و جماعۃ کا شکر ادا کیا اور اپنی رضامندی کا اظہار کیا، اور کہا کہ بیشک سُنّیانِ امروہہ نے اپنے دل پر ایک بڑے صدمے کو برداشت کیا اور سرکار کی اطاعت کا جو حق تھا اُس میں مدد کی۔ اہل سنت وجماعۃ کے اس صبر وتحمل کا انعام وصلہ سرکار کے ذمہ ہے ان شاء اللہ عنقریب اچھا نتیجہ دیکھیں گے۔ اور مخالفین کی مخالفت اپنی پاداش کو پہنچے گی۔ چارسَو کتابیں بلکہ اس سے کچھ زیادہ میرے پاس داخل ہوچکی ہیں۔ اگرچہ آپ حضرات نے اسی پر اکتفا کرلیا تھا لیکن میری رائے یہ ہے کہ شیعوں کی اس ناپاک کتاب کا ایک ایک ورق ضائع ہوجائے۔ لہٰذا میں ابھی فراہمیٔ کتب کی فکر میں ہوں عنقریب امید فراہمی رکھتا ہوں۔ آپ لوگ خاطر جمع رکھیں اور کچھ پریشان نہ ہوں۔ البتہ عشرۂ محرم کا زمانہ سر پر آگیا۔ اگر گروہ اہلِ سنت وجماعۃ اس زمانہ کو بھی امن و عافیت کے ساتھ گزار دیں تو زیادہ موجب رضامندیٔ سرکار اور بالخصوص مابدولت

کی خوشنودی کا سبب ہوگا ورنہ نیکی برباد اور گناہ لازم ہوجائے گا، اور یہ اندیشہ بھی ہے کہ فریقین کے حق میں کوئی مشکل پیش آجائے"

مصلحتِ وقت کو پیش نظر رکھ کر سُنیّوں نے اس بات کو قبول کرلیا۔ انتظام کی ذمہ داری سے علیحدہ ہوکر اپنی رضامندی دربارہ عشرہ ظاہر کردی اور کلکٹر کو اطمینان دلایا کہ آپ کو فکر و تردد کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارے اور کل شیعوں کے درمیان کوئی خلش نہیں ہے اور نہ ہوگی۔ ہم کو جس قدر تکلیف پہنچی وہ امجد[1] علی خاں اور اُس کی تالیف سے پہنچی ہے اور بس۔ کلکٹر ممنون ہوکر چلاگیا۔ باقی آئندہ۔ مولوی محمد نور الزماں[2] پنجابی کہ اچھی لیاقت رکھتے ہیں بالخصوص فنِ معقول میں، اور مجھ سے بھی شاگردی کا تعلق رکھتے ہیں۔ مولوی محمد لطیف کی جگہ

---

[1] حکیم امجد علی خاں کنبوہ شیعی نے توہین و قدح صحابہ میں ایک زہریلی کتاب لکھی تھی اس کتاب کو ضبط کرانے میں حضرت محدث امروہی کا بہت بڑا دخل تھا۔ اہلسنت وجماعت نے حضرت امروہی کی زیر قیادت اس ناشائستہ کتاب کے خلاف غم وغصہ کا اظہار کیا۔ بالآخر اہلِ حق کو کامیابی ہوئی اور حکومت نے کتاب کو ضبط کرلیا۔

[2] حضرت مولانا نور الزماں ابن سید نظام الدین ۱۲۷۲ھ میں بمقام کوٹ چاندنہ متصل کالاباغ پیدا ہوئے ابتدائی تعلیم پنجاب کے مختلف مقامات پر حاصل کرکے دیوبند آئے وہاں کچھ عرصہ رہ کر حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کی خدمت میں پہونچے۔ مولانا کانپوری جب حج بیت اللہ کے لئے گئے تو آپ نے ایک سال حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی سے علم ریاضی پڑھا۔ پھر ۱۲۹۱ھ میں کانپور ہی میں دورۂ حدیث پڑھا آپ حضرت امروہی کے بھی شاگرد تھے جیسا کہ مکتوب گرامی سے ظاہر ہے۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد مرادآباد میں ممتاز استاذ رہے پھر علم باطن کی طرف متوجہ ہوئے اور شاہ مظفر مجذوب کے ایماء سے آپ حافظ قاری محمد عارف سندھی کی خدمت میں پہنچے انہوں نے سلسلۂ اویسیہ قادریہ میں بیعت کرکے خلافت عنایت فرمائی۔ ۲۰ شوال ۱۳۴۲ھ میں آپ نے وصال فرمایا۔ آپ کے صاحبزادے مولانا فخر الزماں تھے جو آپ کے جانشین اور آپ کے کمالات کے صحیح وارث تھے ۱۲

اس مدرسہ جامع مسجد میں مدرس ہوئے ہیں اور حافظ شرف الدین صاحب بھی یہاں درس دیتے ہیں، لیکن ابھی تک اُن کے تقرر کی کوئی صورت نہیں بنی۔ حافظ کریم بخش[1] صاحب (بخشی ابن قاری امام الدین بخشی امروہیؒ) انتقال فرماگئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط بہت اچھے آدمی تھے۔ اللہ تعالیٰ اُن کی بخشش فرمائے اور نوازے۔ آمین! میری طرف سے اپنے وابستگان کو دعا فرمائیں اور میرے وابستگان کی طرف سے خود سلام قبول کریں۔

محمد حسن سلام پہنچاتا ہے۔ بتول اور سیدہ اور اُن کی والدہ بھی سلام پہنچاتی ہیں۔ عزیز غفورالحسن بھی سلام عرض کرتے ہیں۔ قاسم اور اُن کی والدہ کو میری طرف سے دُعا کہیں اور قاسم کے سر پر میری طرف سے دستِ شفقت پھیریں اُس شجرۂ سلسلہ چشتیہ صابریہ امدادیہ کی نقل محمد اسحٰق سے لے کر میرے پاس روانہ کر دیں۔ (ناکارہ احقر الزمن احمد حسن مرسلہ ہر ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۰ھ)

---

[1] مولانا حافظ کریم بخش بخشیؒ، حضرت مولانا قاری امام الدین بخشیؒ کے صاحبزادہ تھے۔ نیک سیرت و درویش صفت عالم تھے۔ معقولات کی کتابیں مولوی تُراب علی لکھنوی سے پڑھیں اور منقولات حضرت شاہ عبدالغنی مجددی فاروقیؒ سے، علمِ فقہ کے ماہر تھے جزئیاتِ فقہیہ پر کامل عبور تھا۔ مولانا حافظ سید عبدالحیٔ دہلوی ثم امروہیؒ، خلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلویؒ کے مُرید تھے۔ حضرت مولانا قاری عبدالرحمٰن محدث پانی پتیؒ نے رسالہ "تبیین الضاد" آپ ہی کی فرمائش پر لکھا ہے۔ جیسا کہ اس کے دیباچہ سے ظاہر ہے۔ آپ کا سنہ ۱۳۱۰ھ میں انتقال ہوا۔

تذکرۃ الکرام مؤلفہ محمود احمد عباسی میں تاریخ وفات ۱۳۱۱ھ درج ہے۔ جو غلط ہے۔

مکتوب نمبر ۷۴ بزبان فارسی

(ترجمہ)

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادرِ مکرم عزیزم مولوی محمد عبد الغنی صاحب ....

بعد سلامِ مسنون لکھتا ہے کہ آپ کا خط پہنچا۔ یہ معلوم کرکے کہ۔ عزیزم محمد صدر الدین نے داعیۂ اجل کو لبیک کہا اور اپنی جان کو جاں آفریں کے سپرد کیا جو کچھ میرے دلِ غمگین پر گزرا۔ میں جانتا ہوں اور میرا دل جانتا ہے۔ قسم بخدا کہ اس مرحوم کی جوانی کی یاد کرکے اور اس صدمۂ سخت کو یاد کرکے جو آپ کے دل برادر آپ کے عزیزوں کے دل پر گزرا، ایک خاص قسم کا قلق ہے جو خلشِ قلب ہو گیا ہے .... لیکن آپ جانتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ جو پیدا ہوا ہے وہ مرنے کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ البتہ آگے پیچھے کا فرق ضرور ہے۔ ہاں یہ بات مسلّم ہے کہ اگر ہمارے آپ کے وابستگان ہمارے آپ کے سامنے مرتے ہیں اور توفیقِ ایزدی ہم کو صبرِ جمیل دیتی ہے تو اس زبونیِ اعمال کے باوجود یہی امر ہمارے لئے حیلۂ نجات بن جائیگا اور ربِ بے نیاز کی رضامندی کا ذریعۂ قوی ہو جائے گا۔ لہٰذا جزع فزع بیکار سمجھ کر اُن بشارات کو یاد کرکے جن کا صبرِ جمیل کی وجہ سے وعدہ فرمایا گیا ہے میں نے اپنے سینے اور دل پر صبر و استقلال کا بھاری پتھر رکھ لیا اور اپنی توفیق کے مطابق آں مرحوم کی رُوح کو کچھ ایصالِ ثواب کرکے مرحوم کے حق میں دُعاءِ مغفرت کی؛ اور کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اُس کو نوازے اور اپنی رحمت کے قریب جگہ راحت عطا فرمائے۔ آمین! آپ بھی صبر فرمائیں۔ ؎

بُرد درِ صاف ترا دخل نیست دم درکش   کہ ہر چہ ساقیِ ما ریخت عینِ الطاف ست

(ترجمۂ شعر) تلچھٹ اور صاف شراب کے بارے میں اے دل تجھے کوئی دخل نہیں ہے، بالکل خاموش ہوجا۔ اسلئے کہ ہمارے ساقیِ ازل نے جو کچھ ہمارے پیالہ میں انڈیل دیا وہی عین مہربانی ہے۔

آپ نے اپنی کیفیتِ حال کچھ نہ لکھی، اس خط کے جواب میں ضرور اپنے مزاج کی کیفیات سے مفصل اطلاع دیں۔ اس سال (۱۳۱۱ھ) طلبا، اور وہ بھی ذی استعداد مدرسہ جامع مسجد امروہہ میں کثیر تعداد میں آئے ہیں۔ حدیث کے تین سبق میرے پاس ہیں بخاری، مسلم اور ترمذی۔ جماعتِ ترمذی میں قریب پچیس طلبا شریک ہیں۔ فالحمد للہ۔

میر صاحب کی خدمت میں، میں نے ایک علیحدہ خط لکھا ہے۔ جملہ متعلقین کی خدمت میں بعد سلام مسنونہ یہ مضمون تعزیت پیش کردیں۔ اور سب کو سلام پہنچادیں۔ (۲۷ شوال روز شنبہ ۱۳۱۱ھ)

مکتوب نمبر ۴۸

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی آج بروز دوشنبہ غایت کل سہ شنبہ کو دیوبند میں رونق افروز ہوں گے عجب نہیں کہ نواب چھتاری بھی تشریف لاویں۔ غالباً مدرسہ کے متعلق جو معاملات

(باقی اگلے صفحہ پر ملاحظہ کریں)

پیش ہو رہے ہیں اُن کے بارے میں گفتگو ہو اور طرح مصالحت باہمی نکالی جاوے مجھ کو بھی پے بہ پے دو خط بھیجکر حافظ احمد صاحب و مولوی محمود حسن صاحب نے طلب فرمایا ہے۔ غالبًا میں کل سہ شنبہ کو روانہ ہو جاؤں۔ عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحب و عزیزم حاجی غفور الحسن بھی میرے ہمراہ ہونگے جمعہ تک دیوبند قیام رہے گا۔ تم کو اسلئے اطلاع دیتا ہوں (کہ) اگر ہو سکے دیوبند آجاؤ، مولانا کی زیارت سے مشرف ہو جاؤ گے اور میں بھی تمہاری ملاقات سے مسرت اندوز ہو جاؤں گا۔ عزیز غفور الحسن و مولوی عبدالرحمٰن صاحب سے بھی ملاقات ہو جاویگی۔ لیکن حتی الامکان اس طور پر آنا کہ میرے ہمراہ امروہہ تک آجاؤ۔ قاسم کی والدہ کی طرف سے بہت تردد ہے۔ اللہ برتر صحت دے اور ان شاء اللہ صحت ہو گئی ہو گی۔ جناب نور الحسن حیدرآباد روانہ ہو گئے۔ سیدہ کو جاڑا آرہا ہے۔ سید محمد، محمد حسن دونوں بخیریت ہیں۔ سب تم کو اور تمھارے متعلقین کو دعا و سلام کہتے ہیں۔ میرا اسلام سب کو کہہ دینا۔ بالخصوص لخت جگر قاسم اور اُس کی والدہ کو۔

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۱ھ از امروہہ ضلع مراد آباد
محلہ پیرزادگان

(حاشیہ پچھلے صفحہ کا) نواب محمود علی خاں مرحوم رئیس چھتاری (ضلع علی گڑھ) نواب حافظ احمد سعید خاں چانسلر مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے جدِ امجد تھے۔ بڑے دیندار، پرہیزگار رئیس تھے۔ علماء اور صلحا سے بالخصوص اکابر دیوبند سے آپ کا گہرا رابطہ تھا۔ حضرت محدث امروہیؒ سے بھی خاص تعلق تھا۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے بیعت تھے۔ "یادِ ایام" جلد اوّل مولفہ نواب حافظ احمد سعید خاں میں آپ کے مفصل حالات ملتے ہیں۔

۱۹۰۳ء میں آپ کا انتقال ہوا۔

مکتوب نمبر ۴۹

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔
بخدمت جامع کمالات مجموعۂ حسنات برادر مکرم عزیزم مولوی حافظ عبد الغنی صاحب الہمہم اللہ تعالیٰ واوصلہم الیٰ مقاصدہم۔
بعد سلام مسنون مُدعا نگار ہے۔ الحمد للہ علیٰ کل حال۔ خط پہنچا۔ شدائد عوارض زکام و ہجوم ناتوانی وضعفِ دماغ دریافت کر کے طبیعت کو سخت پریشانی ہوئی رب کریم رحم فرمائے اور جلد تر صحت کاملہ و شفاءِ عاجلہ نصیب کرے۔ استعمال دوا و مراعات پرہیز میں مساہلت نہ فرمائیں۔ یہ بھی مسنون ہے۔ میں ہر وقت مشغول بہ دُعا ہوں ارحم الراحمین رحم فرماوے۔ اور عزیز کو تا دیر سلامت با کرامت رکھے۔ مشغلۂ درس و تدریس باعث ہزار مسرت ہے۔ خداوند کریم قائم رکھے اور عزیز کو اپنے افضال و فیوض کا مَورد خاص بنا کر، اپنے بندوں کو ذاتِ بابرکات عزیز سے نفع کامل بخشے، آمین!۔

دل آرزو مندِ ملاقات ہے مگر کیا کروں سر رشتۂ کار اپنے اختیار میں نہیں۔ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن۔ ہجوم کار مدرسہ بدستور۔ خرخشہ ہائے مذہبی ماہِ رمضان سے پھر شروع ہوئے اذان کے بارے میں شیعوں نے لفٹیننٹ کے ہاں اپیل کی اور بالآخر کامیاب ہوئے۔ لفظ "بلا فصل" کے بارے میں جو ممانعت تھی وہ لفٹیننٹ کے حکم سے قائم نہیں رہی۔ پانچواں چھٹا روز ہے جو اہل سنت وجماعت کو ہدایت ہوئی کہ دیوانی سے چارہ جوئی کرو۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط
اب شہر کی حالت نازک ہے اور خاص میری سب سے زیادہ۔ دُعا

فرماوٗ، اللہ کریم رحم فرماوے۔

مصالحتِ باہمی کی طرح ڈالی گئی ہے۔ قادرِ مطلق راست لاوے۔ ان ہی خرخشات کی بناپر، تمھارے خط کا جواب روزانہ لکھنا چاہتا تھا اور نہیں لکھ سکا۔ بہرحال دُعا کی بہت ضرورت ہے مولوی عبدالحی صاحب فرنگی محلی (مرحوم) نے اگر اس بناپر سبِ الشیخین کو کفر نہیں کہا کہ نقیضِ صریح ایمان کا نہیں۔ ایمان از جملہ اعتقادیات ہے نہ سبِ الشیخین۔ تو کلام اُن کا محلِ صحیح پر محمول ہو سکتا ہے بے شبہ سبِ مجرد کفر نہیں۔ بلکہ فسق ہے۔

(آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم) خود فرماتے ہیں "سِبَابُ المومن فسوق" ورنہ سبِ شیخین چونکہ انکارِ ایمان شیخین کو (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) متضمن ہے، بلکہ انکارِ ایمان شیخین ہی پر متفرع اور ایمانِ شیخین ایسا قطعی و یقینی کہ ہم بہ شہادتِ آیاتِ بینات بلکہ بصراحتِ احادیث و آیاتِ واضحات ثابت۔ پس سبِ شیخین بوجہ اس اشتمال کے کہ انکار ایسے ایمان قطعی کا اس کے ساتھ ہے، بلکہ انکار ان آیات کا (ہے) جو اس ایمانِ قطعی پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز متضمن۔ لہٰذا النظر بہ لزوم الاشتمال بے شبہ سبِ الشیخین کفر ہے۔ مع ہٰذا سبِ شیخین اہانتِ خلیفۃ اللہ اور اہانتِ خلیفۂ رسول اللہ کو مستلزم ہے اور سبِ شیخین کی بغاوت پر مشعر۔ پس سبِ شیخین کا کفر ہونا بے تکلف ہے۔ ہاں جیسا کہ مرتبہ صراحت و مرتبۂ التزام میں فرق ہے۔ اس کفرِ التزامی اور کفرِ صریحی میں نیز فرق ہوگا۔ اس صورت میں اقوالِ مختلفہ عمدہ طور پر جمع ہو سکتے ہیں۔ جن بزرگواروں نے فرمایا، سبِ شیخین کفر نہیں، اُن کی نظر کفرِ صریحی پر ہے اور جو حضرات فرماتے ہیں کفر ہے اُن کی نظرِ غائر کفرِ التزامی پر ہے وللنَّاسِ فِیمَا یَعْشَقُونَ مَذَاهِب۔ زجرِ ناس اور تنبیہ خلق اللہ اس کو مقتضی ہے (کہ) قول بالکفر اختیار کیا جاوے اور اس طائفۂ باغیہ طاغیہ شیعہ،

شنیعہ سے ایسا حذر کیا جاوے جیسا کہ اصل کافر سے (لیکن) احتیاط اس کو مقتضی ہے کہ اہلِ قبلہ کی حتی الامکان تکفیر نہ کی جائے اور خاص مسئلہ وراثت اور نکاح میں اس گروہِ غوایت پژدہ کو دائرہ اسلام میں داخل سمجھا جاوے، میراث میں حقِ شرعی دینا اور مناکحت اُن کے ساتھ گو ممنوع ہے اور شدید ممنوع مگر بر تقدیرِ وقوع نسب کو ثابت مانا جائے اور زِنا نہ کہا جائے۔ واللہ اعلم بسرائر احوالِ عبادہ وہو اللطیف الخبیر۔

حررہ خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ

احمد اسمہٗ مہر

وابستگانِ بندۂ نحیف سب بخیریت ہیں۔ آرزومندِ ملاقات ہو کر سب تم کو سلام کہتے ہیں اور تمہارے متعلقین کو نیر لختِ جگر سید محمد سخت علیل ہو گیا تھا۔ مایوسی غالب تھی بارے اللہ نے فضل فرمایا اور اب دو تین ہفتے سے بالکل اچھے ہے۔ داڑھوں کے نکلنے کے سبب تکلیف تھی۔ باقی خیریت

میں شاید برسوں تک حسبِ طلب منشی حکیم الدین صاحب اُن کے وطن (رڈولی) جاؤں لڑکیوں کا عقد ہے اور بتاکید مجھ کو بلاتے ہیں۔

ندوۃ العلماء کے جلسہ میں اس مرتبہ میری شرکت کے بارے میں زیادہ اصرار ہوا۔ پانچ خط آئے اور ایک صاحب نے بغرض ہمراہ لے جانے کے بار بار امروہہ آنے کی تکلیف گوارا کی ۔۔۔۔ مگر میں نے معذوری ظاہر کی۔ عزیزم حکیم ظہور الحق[1] و عزیزم حکیم سردار احمد خاں صاحب[2] اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب سلام شوق کہتے ہیں۔

---

[1] حکیم ظہور الحق صاحب صدیقی مرحوم حکیم عبدالحکیم صاحب صدیقی کے صاحبزادے تھے (باقی اگلے صفحہ پر)

حکیم ضیاء الدین[51] صاحب رامپوری نے یکم شوال کو انتقال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[52]

شاہ بہاء الدین[53] صاحب، محبوب خاں صاحب[54] ہنوز بمبئی میں ہیں۔ شاہ صاحب

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) حضرت محدث امروہیؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے بڑے ذہین ذی استعداد، نیک سیرت، خوبرو اور باوقار عالم اور طبیب تھے۔ ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۳۴ھ میں انتقال فرمایا اور اپنے جد امجد حضرت شاہ عبدالہادی صدیقی چشتی رح کے احاطۂ درگاہ میں دفن ہوئے۔ ۵۲ مولانا حکیم سردار احمد خاں صاحب مرحوم ساکن محلہ افغانان امروہہ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے فارغ التحصیل عالم اور بلند پایہ طبیب تھے۔ بلند شہر میں مطب تھا۔ زمانہ تحریک خلافت کے ارد گرد وفات پائی۔ وہاج احمد خاں وکیل آپ کے بھانجے ہیں۔

۵۱ حکیم ضیاء الدین رامپوری رامپور منہیاران ضلع سہارنپور کے باشندے تھے۔ اوّل حافظ ضامن شہید رح سے بیعت ہوئے اُن کی شہادت کے بعد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سے خلافت پائی۔ حافظ صاحب کی شہادت کے بعد اُن کے حالات میں کتاب لکھی جس کا نام "مونس مہجوراں" ہے۔ یہ کتاب مدرسہ صولتیہ کے کتب خانہ میں حضرت حاجی صاحبؒ کے ذخیرۂ کتب کے اندر محفوظ ہے احقر نے اس کا خلاصہ رسالۂ تذکرہ دیوبند میں شائع کرایا تھا۔ اب یہ کتاب جناب امداد صابری دہلوی کے مقدمہ کے ساتھ "سردار شہیداں" کے نام سے شائع ہو گئی ہے۔

۵۲ شاہ بہاء الدین صاحب نقشبندی امروہیؒ خلف شاہ امین اللہ حضرت مولانا شاہ عبدالرحمٰن شاہ جہانپوریؒ خلیفہ حضرت شاہ غلام علی مجددی دہلویؒ سے بیعت ہو کر خرقۂ خلافت حاصل کیا، ۳ مرتبہ حج و زیارت سے شرف اندوز ہوئے۔ حضرت محدث امروہیؒ اور مدرسہ اسلامیہ جامع مسجد امروہہ سے خاص تعلق تھا آپ کی ذات سے صدہا افراد کو روحانی فیض پہنچا۔ بابائے طب حکیم فرید احمد عباسیؒ آپ کے خلیفہ مجاز تھے۔ آپ کی وفات ۶ ربیع الاوّل ۱۳۴۳ھ میں ہوئی۔

۵۳۔ الحاج محبوب خاں صاحب امروہیؒ حضرت محدث امروہیؒ سے خاص تعلق رکھتے تھے۔

حج کو گئے تو مکہ معظمہ میں حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے دولت بیعت نصیب ہوئی

(باقی اگلے صفحہ پر)

کی لڑکی کے چیچک نکل آئی۔ ادھر آگبوٹ کے آنے میں دیر ہوئی بشاید پہلی دوسری ذی قعدہ کو روانہ ہوئے ہوں۔ دُعا فرماؤ۔ اللہ فائز المرام فرماوے۔

۵ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ روز یکشنبہ از امروہہ ضلع مراد آباد

احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۵

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات عزیزم مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالےٰ

بعد سلام مسنون مُدعا نگار ہے الحمد للہ علیٰ کل حال۔

عرصہ ہوا تمہاری خیریت سے (اطلاع) نہیں ملی، طبیعت کو گرانی ہے۔ کل بعد مغرب برادرم میر محمد عبد القیوم صاحب نے جو بضرورت انتظام عشرہ تشریف لائے ہیں، مُلاقات ہوئی، خیریت دریافت ہو کر تسلی ہوئی۔ میں تمھارے خط آنے سے پہلے خط لکھ چکا ہوں۔ اس لئے اس خط کے جواب میں فی الجملہ مساہلت ہوئی اور ہجوم کار متعلقہ او رنکر معاملات نے جو بوجہ قربِ عشرہ کے زیادہ تھی، اس مساہلت کو قوی کر دیا، اور اس

(پچھلے صفحہ کا بقیہ)

اسی وجہ سے حضرت نے اپنے ایک مکتوب گرامی میں اُن کو بختاور خاں صاحب تحریر فرمایا ہے۔

اُمّی تھے مگر علم مجلسی بہت زیادہ تھا۔ بڑے بڑے علماء صلحاء اطبّاء اور اُمراء کی صحبت اُٹھائی تھی۔ ستّو سے زائد عمر پا کر انتقال کیا۔ ۱۲

دم تک خط لکھنے سے قاصر رہا۔ اب خط سامی ہر چند تلاش کیا مگر نہیں ملا۔ جواب تفصیلی لکھنا دشوار ہے۔ اس قدر یاد ہے کہ شاید میر سجاد حسین کی ملاقات کا واقعہ لکھا تھا وہ جلسہ بخیریت گذر ا تھا اگر محتمل تھا، شاید پھر آ دیں، اس کی کیفیت سے مطلع کرنا۔ نیز اپنے خاندان میں سے کسی بچے کے انتقال کی کیفیت لکھی تھی۔ ارادہ (تھا) خط تعزیت لکھوں، مگر چونکہ اس وقت وہ خط پیش نظر نہیں، اُس کے والدین کے نام تعزیت لکھنے سے معذور رہوں۔ تم میری زبان ہو کر ضرور تعزیت کرنا۔ اللہ تعالیٰ والدین اور جملہ متعلقین کو جزیلہ صبر کی توفیق دے اور اس بچہ کو ذخیرۂ آخرت فرما کر نعم البدل عطا فرما دے۔ مسلمان کے واسطے اولادِ صغار کا انتقال کرنا بشرطِ صبر نجاتِ اُخروی و رضائے خالقِ برتر کے لئے عمدہ ذریعہ ہے۔ چاہئے صبرِ جمیل کو ہاتھ سے نہ دیں۔ ع

" کہ ہرچہ ساقیِ ما ریخت عین الطاف ست "

جو اشعار تم نے قلم بند فرمائے تھے پسند آئے جزاکم اللہ۔ اپنی کیفیت مفصل لکھو اور یہ بھی تحریر فرماؤ آج کل کیا سبق ہوتے ہیں۔ ؟ لختِ جگر قاسم کیا پڑھتا ہے؟ وہ اور اس کی والدہ اور دادی صاحبہ کیسے ہیں؟ میر ظہور الحسن۔ میاں محمد اسحٰق، جناب میر ہدایت علی صاحب، چھوٹے میر صاحب۔ عزیزم حکیم عبد الحکیم و جملہ متعلقین کی خیریت سے اطلاع دو اور سب کو میری طرف سے سلام کہنا۔

نورچشمیان اور اُن کی والدہ تم کو بہت یاد کرتے ہیں اور سلام و دعا کہتے ہیں۔ لختِ جگر سید محمد طال اللہ عمرہٗ نورچشم محمد حسن مدعمرہٗ عزیز غفور الحسن عزیزم مولوی عبد الرحمٰن صاحب، عزیز ظہور الحسن، مولوی خادم حسن صاحب مولوی علی محمد صاحب [ل]، جناب خانصاحب، بھائی ممتاز علی صاحب

[ل] مولوی علی محمد صاحب وکیل شاہ احمد علی عباسی صابری چشتی رح صاحبزادے تھے بابائے طب حکیم فرید احمد عباسی اور مورخ امروہہ محمود احمد عباسی آپ ہی کے فرزندوں میں سے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں انتقال ہوا۔

میر قطب[1] الدین صاحب، عزیز سید محمد وجملہ مصلیانِ مسجد وطلبا مدرسہ سلام مسنون کہتے ہیں۔ امروہہ کی حالت بہت نازک ہے۔ آج (کی) تاریخ پورا خطرہ پیش ہوا۔ بارے اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور لڑائی ہونے سے رہ گئی، مگر جسقدر رہوا شاید استغاثہ اس کا تا بہ عدالت پہنچے۔ اور عزیزم آل علی نیز مدعا علیہ قرار پاوے۔ دعا فرماؤ اللہ تعالیٰ رحم فرماوے اور آبرو کی حفاظت کرے۔ آمین!

....

کل بروز پنجشنبہ تمھارا خط مِلا۔ علالتِ طبیعت دریافت ہوکر پریشانی ہوئی۔ اللہ برتر جلد شفاءِ عاجلہ نصیب فرماوے۔ میں ان ایّامِ عشرہ میں ہردم پریشان خاطر رہتا ہوں۔ دُعا کرتے رہو۔ اللہ کریم رحم وکرم سے معاملہ فرماوے۔
کل تک کی تاریخ خیریت سے گذری گو فساد کے چند مواقع پیش آئے۔ الحمدللہ بھائی عبدالقیوم صاحب بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں (اُن کا) سلام پہنچے۔ اِس وقت لفافہ یا ٹکٹ موجود نہیں اور بحالتِ پریشانی بازار سے منگوانا یاد نہیں آیا۔ ناچار بیرنگ روانہ کرتا ہوں۔ چہارشنبہ کے روز سے خط لکھا رکھا تھا۔ آج بروز جمعہ روانہ ہوتا ہے۔ ....

۷ محرم ۱۳۱۴ھ روز جمعہ۔ از امروہہ ضلع مرادآباد
المکلّف:۔ احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

(بقیہ حاشیہ)

[1] میر قطب الدین حضرت شاہ ابنّ کی اولاد میں صاحبِ ثروت بزرگ تھے۔ حاجی سید محمد رضوی مرحوم آپ ہی کے صاحبزادے تھے۔ ۱۲

مکتوب نمبر ۱۵

(از دیوبند)

بندۂ نحیف خادم الطلباء احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیز از جان مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ ۔ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے، میں ایک اشد ضرورت سے مراد آباد تک حسب اصرار اہل مدرسہ آیا۔ مگر چونکہ وقت انتقال ہمشیرہ رقیہ[۱] (سے) اس دم تک دیوبند حاضر ہونے کا اتفاق نہ ہوا تھا اور جنابہ اماں صاحبہ وغیرہا کی طرف سے خطرۂ شکایت قوی تھا اس لئے وقت کو غنیمت سمجھ کر مراد آباد سے دیوبند آیا۔ جمعہ کے روز آیا تھا، کل روز دوشنبہ صبحدم ان شاء اللہ واپس جاؤں گا۔

احمد خاں خورجوی والد ماجد میاں عبداللہ خاں صاحب نے بھی آخر محرم میں انتقال فرمایا ہے۔ اُن کو بندۂ نحیف سے جو وابستگی ہے تم کو خود معلوم ہے۔ نیز متوقع ہے کچھ مدرسہ کو نفع پہونچے۔ ناچار براہ خورجہ واپسی کا ارادہ ہے۔ ایک شب سے زیادہ ان شاء اللہ خورجہ رہوں گا۔ ان وجوہ سے باوجود ایسے قریب ہونے کے بغیر ملاقات عزیز واپس جاتا ہوں۔ مگر صدمہ اس کا میرے دل سے دریافت کرنا چاہئے۔ خیر ع

از در دوست چہ گویم بچہ عنواں رفتم

---

[۱] رقیہ ۔ آپ حضرت قاسم العلوم والمعارفؒ کی منجھلی صاحبزادی تھیں پیر جی مولوی محمد صدیق قدوسی گنگوہیؒ کے عقد نکاح میں تھیں ۔ ۱۲

مدرسہ کا کارِ تعمیر جاری ہے۔ مسقّف ہونے کی نوبت آگئی ہے۔ صرف کی ایسی کمی کہ گویا مدرسہ بحالتِ اضطرار ہے۔ تنخواہِ مدرسین تین تین چار چار ماہ سے نہیں ملی۔ اسی ضرورت سے مرادآباد تک آیا کہ پنجابی وغیرہ احباب سے شاید کوئی رقم مل جائے۔ اب علاوہ کارِ درس، اس وقت میں میری ایک ایک گھڑی کی غیبت خلافِ مصلحتِ مدرسہ ہے۔ مگر ناچار یہ غیبت گوارا کی۔ اُمید کہ عزیز بندۂ نحیف کو معذور رکھ کر اپنی طبیعت کو پریشان نہ کریں گے۔ میں ان شاء اللہ اگر زندہ ہوں ضرور اس کی تلافی کروں گا۔ باقی یہ کیا لکھوں کہ سید محمد کو دیکھ جاؤ، اس کے بہانے ہم بھی مشرف بدیدار ہوجاویں گے...... سب کو دعا و سلام۔ (صفر ۱۳۱۴ھ)

مکتوب نمبر ۵۲

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا مندرجہ پر اطلاع پائی۔ باللہ العظیم۔ اس قرب پر پہنچکر تم سے نہ ملنے کا جو افسوس ہوا، اب تک دل سے نہیں بھولا درحقیقت مدرسہ کی ایک ضرورت سے مرادآباد تک آیا تھا۔ موقع پاکر بضرورتِ تعزیت دیوبند (اور) خورجہ کا قصد کرنا پڑا۔ پہلے سے اگر آمادگی ہوتی، عجب نہیں تم کو اطلاع دیتا۔ مع ہٰذا تمھارے ضعف کا تصور ایسی اطلاع دینے سے مانع ہوتا ہے اب فرماؤ امروہہ کب آؤگے؟ سچ کہتا ہوں جملہ متعلقین از حد مشتاق ہیں۔

اسباق متعلقہ کا ہونا باعثِ ہزار مسرت ہے۔ الحمدللہ کہ طبیعت نے بارِ تعلیم کافی الجملہ تحمل کیا۔ اللہ کرے تمھارے فیوض ظاہریہ و باطنیہ سے بندگانِ

خدا فیضیاب رہیں۔ حتی الامکان رعایتِ مزاج ضرور ہے۔ تقریر جس قدر ہو ماقلّ و دلّ اور لہجہ نرم کے ساتھ ہو۔ اس مرتبہ مدرسہ امروہہ بوجہ بارِ تعمیر جدید سات سو روپے سے کچھ زائد کا مقروض ہوگیا ہے اور چار ماہ تنخواہ مدرسین و ملازمین کی نیز ذمّہ مدرسہ باقی (رہے) اس زمانہ قحط میں یہ تنگی اور یہ مقروضی، بہت جائے اندیشہ ہے۔ دُعا سے اعانت کیجیے۔ اور ہر موقع پر یاد رکھیں۔
سب متعلقین کو سلام و دعا۔ بالخصوص نورِ چشم قاسم کو لختِ جگر سید محمدؐ محمد حسن اطال اللہ عمرہما، سید محمد کی والدہ اور ہمشیرگان سلام و آداب کہتے ہیں فقط۔
۲۸ صفر ۱۳۱۴ھ

مکتوب نمبر ۵۳

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم …… حافظ عبدالغنی صاحب …… بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ الحمد للہ علیٰ کل حال۔ خط پہنچا۔ مندرجہ پر اطلاع پائی۔ مشکوٰۃ شریف کے اختتام اور ترمذی شریف کے شروع سے مسرت ہوئی اللہ کریم تم کو صحت و عافیت جسمانی و روحانی کے ساتھ تا دیر قائم رکھے۔ اور تم کو اپنے فیوضِ نامتناہیہ کا مورد فرما کر اپنے بندوں کو تمہارے فیضِ ظاہری و باطنی سے مستفیض فرمائے۔ آمین!

علالتِ طبیعت باعثِ خلشِ خاطر ہے۔ بجواب نامۂ ہٰذا خیریت سے جلد تر مطلع کرنا میں بھی کل سے کسل مند ہوں۔ دورانِ سر ہو رہا ہے۔ اس وقت لکھنے میں سر پر وہ گرانی ہو رہی ہے کہ لکھنا دشوار ہے۔ مگر بفضلہٖ تعالیٰ کل کی نسبت

آج بہت تخفیف ہے۔ مدرسہ کی حاضری سے بھی بنماز ظہر کے بعد قاصر ہوں۔ اِن شاءاللہ کل جاؤں گا۔

مخلصی محبوب خاں صاحب (حج وزیارت سے فارغ ہو کر) بفضلہ تعالیٰ مع الخیر امروہہ پہونچے۔ بخت یاور خاں صاحب مکہ معظمہ میں قبلہ (حاجی صاحب) مدظلہٗ سے مشرف بیعت ہوئے اور موردِ الطاف رہے۔ مدینہ طیبہ میں پندرہ روز قیام نصیب ہوا۔ حضرت کی خیریت بیان کرتے ہیں، اور سلام کہتے ہیں۔ حضرت کا والانامہ تمھارے نام بھی لائے ہیں۔ ملفوف لفافہ کر کے بھیجتا ہوں۔ میرے نام، عالی نامہ بھی مرحمت فرمایا اور بغیر طلب ایک کُرتہ ملبوس، اور ایک وہ شجرہ جس میں تمام سلاسل بہ تمام وکمال مندرج ہیں (مجھے عطا فرمایا) خانصاحب سے فرمایا، شاہ بہار الدین صاحب امروہی یا احمد حسن سے تعلیم پانا۔ پھر فرمایا، احمد حسن کے سپرد تم کو کیا جاتا ہے، وہی تعلیم کریگا۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

قطعۂ تاریخ دیکھا۔ ماشاءاللہ عمدہ لکھا ہے .... جملہ وابستگان کو میرا سلام کہنا۔ لختِ جگر محمد قاسم کو دُعا۔ سید محمد اچھے ہے مگر بثورات کی کثرت سے سیدہ کو کل سے بخار ہے۔ غفور الحسن کے دردِ عرق النساء ہو گیا ہے۔ بہ نسبت سابق کچھ آرام ہے۔ باقی خیریت ہے۔ بارش بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے اور فصل کی بھی عمدہ حالت ہے جملہ وابستگان بندۂ نحیف کا سلام قبول ہو۔

تمھاری امی صاحبہ دُعا کے بعد فرماتی ہیں۔ "میرا جی بے ساختہ چاہتا ہے تم امروہہ آؤ" ضرور قصد کرنا ...... بتول، سیدہ، اُن کی والدہ، محمد حسن جمیلہ، سید محمد، بھیں، تمھاری والدہ، والدۂ محمد قاسم اور میاں قاسم کو سلام ودعا کہتے ہیں۔ غفور الحسن کا سلام قبول ہو۔

۶ ربیع الاول بروز شنبہ ۱۳۱۴ھ از امروہہ
ضلع مراد آباد۔ محلہ پیرزادگان

مکتوب نمبر ۵۴

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ۔
بخدمت عزیز القدر عزیز از جاں، جامع کمالات برادرم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ مطلب سند پہنچا باعث مسروری ہوا۔ علاوہ ہجوم کار متعلقہ جس کی بنا پر بالکل عدیم الفرصت ہوں۔ اپنی ناکسی کی وجہ سے زیادہ، تحریر سند میں متامل تھا۔ مگر چونکہ خاطر عزیز زیادہ عزیز ہے تمھارے حسن ظن کو اس بارے میں کافی سمجھ کر، سند تحریری روانہ کرتا ہوں۔ بارک اللہ ثم بارک اللہ۔ اللہ کریم تمھارے فیوض ظاہری و باطنی سے اپنے بندوں کو مستفیض فرماوے۔ آمین!

اپنے متعلقین کو، بالخصوص دادا صاحبان و عم بزرگوار کو میری طرف سے بعد سلام، مبارکباد عرض کرنا۔ چونکہ بفضلہ تعالیٰ تم حضرت کی طرف در بارۂ بیعت مجاز ہو چکے ہو۔ ادھر بفضلہ تعالیٰ مجھ سے بہر حال بہتر و برتر ہو۔ اسلئے گویا گستاخی تھی ورنہ چاہتا تھا کہ بضمن اسی اجازت کے اپنی جانب سے نیز بیعت کی اجازت دوں۔ خیر میں بھی اجازت دیتا ہوں۔ اللہ کریم مبارک کرے۔ مگر جان برادر! دونوں سلسلوں کو تا مقدور جاری کرنا چاہیئے۔

قطعات تاریخ جو لکھے ہیں، لائق پسند ہیں۔ ان شاء اللہ افادات کے ساتھ ضم کرا دیئے جاویں گے۔ تمھاری امی صاحبہ اور تمھاری دونوں ہمشیرگان اوّل اس سند کی مبارکباد دے کر تم کو دُعا و سلام کہتی ہیں۔ میاں سید محمد نیز سلام و آداب

عرض کرتا ہے۔ تمھاری امّی .... کہہ رہی ہیں .... حافظ جی فرماؤ محمد قاسم کیا پڑھتا ہے"؟ ایک حادثہ تازہ پیش آیا۔ میرے اُستاذ مولانا مولوی قاری حافظ محمد عبد الرحمٰن صاحب (پانی پتی)[۵۱] نے دوشنبہ کے روز انتقال فرمایا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ضرور حضرتِ مرحوم کی رُوحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کرنا۔ نواب مشتاق حسین[۵۲] خاں صاحب کے ایک ہی صاحبزادہ تھا۔ اس نے بھی

---

[۵۱] مولانا قاری عبد الرحمٰن محدث پانی پتیؒ آپ فنِ حدیث میں شاہ محمد اسحٰق محدث دہلویؒ کے شاگرد رشید تھے۔ فنِ تجوید حاصل کرنے کے لئے امروہہ آئے اور حضرت مولانا قاری امام الدین بخشی امروہیؒ کے حلقۂ درس میں شامل ہوئے۔ اُستاذِ معظم نے سندِ فراغ سے نوازا۔ تحصیلِ فنِ قرأت کے ساتھ ساتھ آپ نے بخاری شریف کے بھی چند پارے قاری صاحب سے پڑھے۔ بقیہ بخاری شریف دہلی جاکر حضرت شاہ محمد اسحٰق دہلویؒ سے پڑھی۔ چونکہ آپ کی سند عالی تھی اسلئے حضرت محدث امروہیؒ۔ حضرت شیخ الہند دیوبندیؒ اور مولانا اشرف علی تھانویؒ وغیرہم نے آپ سے خصوصی سندِ حدیث حاصل کی تھی۔ ۵ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۳ دسمبر ۱۸۹۶ء بروز دوشنبہ پانی پت میں وصال فرمایا۔ تذکرہ رحمانیہ آپ کی ایک مبسوط سوانحِ عمری ہے۔ جو آپ کے پوتے مولانا قاری عبد الحلیم انصاری پانی پتی نے تالیف کی ہے۔ ۱۲

[۵۲] ۔ وقار الملک نواب مشتاق حسین سراوہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ محترم امروہہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ کنبوہ خاندان سے تعلق تھا۔ حقانی علماء سے عقیدت رکھتے تھے حضرت محدث امروہیؒ سے بھی آپ کو خاص عقیدت تھی۔ مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے مجلسِ شوریٰ کے رُکن تھے۔ حیدرآباد میں ایک اعلیٰ منصب پر فائز رہے

سر سید احمد خاں مرحوم کے تعلیمی رفقاء میں سے تھے مگر یہ رفاقت فقط تعلیم کی حد تک تھی عقائد میں نہیں تھی۔ نواب محسن الملک کے بعد آپ علی گڑھ کالج کے شعبۂ انتظام و انصرام میں اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔ آپ کی زوجۂ اُولیٰ سے ڈاکٹر محمد احمد تھے جن کے انتقال کی اطلاع حضرتِ امروہیؒ دے رہے ہیں۔ بعد کو زوجۂ ثانیہ کے بطن سے ایک صاحبزادے پیدا ہوئے جن کا نام مشتاق احمد تھا۔ جو بیرسٹر تھے۔ بڑے خلیق اور ملنسار آدمی تھے۔ حج بھی کیا تھا۔ اب سے چند سال پہلے کراچی میں اُن کا انتقال ہوگیا۔ ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۹۱۷ء میں نواب صاحب کا انتقال ہوا۔ ڈاکٹر اقبال نے آپ کی مندرجہ ذیل تاریخ وفات لکھی (باقی اگلے صفحہ پر)

انتقال کیا۔ اگر ملاقات (جان پہچان) ہو اور مناسب سمجھا جاوے، نواب صاحب کے نام تعزیت نامہ لکھ بھیجنا۔ عزیز عفور الحسن، لخت جگر محمد حسن، مولوی خادم حسن، صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب، عزیز ظہور الحق، عزیز رضا حسین، میاں ہادی حسن، آل علی، جناب چچا صاحب، جملہ متعلقان مدرسہ وطلبہ مدرسہ سلام کہتے ہیں۔

ربیع الاوّل ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء

مکتوب نمبر ۵۵

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات وحسنات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ۔ بعد سلام مسنون مکلف ہے کہ بفضلہ تعالیٰ دعائے احباب نے اپنا کام کیا اور افضال الٰہی (رنے) مدد فرمائی جو حالت تردد پیش تھی بفضلہ تعالیٰ اب نہیں لیکن فی الجملہ خلجان باقی ہے۔ ہنوز پورا اطمینان نہیں۔ دعا کرو اللہ کریم اپنے افضال کے ساتھ معاملہ فرماوے۔ آمین!

جناب مولانا (گنگوہی) مدظلہ بہت تسلی لکھتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں "مطمئن رہو"

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) نواب وقار ملک وملت | افشاند سوئے جناں رکابش
برلوح مزار او نوشتم | انجام بخیر با خطابش

وقار ملک اور انجام بخیر کے اعداد سے آپ کی تاریخ وفات نکلتی ہے۔ ۱۲

متعلقان نحیف بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ مرضِ تپ ولرزہ گو کچھ ہے۔ مگر اس درجہ نہیں کہ بلفظ کثرت تعبیر کروں۔ باقی خیریت۔ تم اس نواح کے حالات اور اپنے وابستگان کی خیریت سے جلد جلد اطلاع دیتے رہو۔ تمھارے مزاج کی اب کیا کیفیت ہے؟ میر عبدالقیوم صاحب سے ہنوز ملاقات نہیں ہوئی، اور نہ میں نے اُن کو کچھ لکھا۔ اطلاعاً لکھا گیا۔ تمھارے دیکھنے کو بہت جی چاہتا ہے۔ خدا نصیب کرے۔ اپنے سب متعلقین کو سلام و دعا کہنا۔

یہاں سب احباب و لواحقین بندۂ نحیف تم کو سلام و دعا کہتے ہیں۔ محبوب خاں صاحب (اور) مولوی علی محمد صاحب بیمار ہیں۔ مولوی علی محمد صاحب کے استسقاء شروع ہے۔ اللہ رحم کرے۔ نواب مشتاق حسین صاحب کی اہلیہ کا انتقال ہو گیا۔ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ شنبہ از امروہہ

مکتوب نمبر ۵۶

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا۔ علالتِ طبیعت بالخصوص کیفیت ضعفِ بصارت دریافت ہو کر سخت تردد ہوا۔ اللہ کریم جلد شفاء عاجلہ و صحتِ کاملہ نصیب فرماوے۔ متعلقین بندۂ نحیف بالخصوص والدہ سید محمد و ہمشیرگان سید محمد جو آمد سرما میں تمھاری آمد کے (انتظار میں) لبریز بشوق بیٹھے ہوئے تھے، یہ کیفیت مرض دریافت کر کے عجیب حالت افسردگی و حالتِ یاس میں ہیں۔ اللہ اُن کی مراد بر لاوے۔ مدرسہ کی تاریخ کے بارے میں جو اشعار

زیبِ رقم کیے، ماشاءاللہ بہت خوب ہیں اور مادۂ تاریخ لبِ لطیف۔ مہتمم کارِ تعمیر و کارِ مدرسہ کے نام کی طرف نیک اشارہ ہے۔ ماشاءاللہ، ماشاءاللہ۔

میں مشغولیِ کارِ متعلقہ کی وجہ سے فوراً جواب نہ لکھ سکا، معاف رکھنا اور جلد جلد کیفیتِ مزاج سے اطلاع دیتے رہنا۔ یہاں موسمِ سرما شروع ہے۔ حکیم علی حسن[1] صاحب ٹونک سے تشریف لائے ہوئے ہیں۔ چندے اور قیام کریں گے اگر اس وقت امروہہ کا قصد کرو بہت مناسب ہے۔ ع

"چہ خوش بود کہ برآید بیک کرشمہ دو کار"

ورنہ اس سے بھی کیا کم کہ مفصل کیفیتِ مزاج اُردو زبان میں صاف صاف قلمبند فرماؤ تاکہ حکیم صاحب کو وہ ملاحظہ کرا کر نسخہ لکھوایا جاوے۔ سب متعلقین و جملہ عزیزان و احبابِ نحیف کو سلام کہنا۔ عزیزم میاں قاسم اور اُس کی والدہ و خادمہ و دادی صاحبہ کو سلام و دعا۔

۱۲ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۱۴ھ روزِ جمعہ از امروہہ۔ احمد حسن عفرلہٗ

جواب طلب۔ میرے سب متعلقین کو سلام قبول ہو۔

---

[1] حکیم علی حسن صاحبؒ ابن حکیم سید نثار علی صاحبؒ رضوی از اولادِ شاہ ابن حسنؒ صاحبؒ اطباءِ خاندانِ عسکری میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ لکھنؤ میں مفتی سعداللہ مرادآبادیؒ سے پڑھا پھر دہلی جا کر مفتی صدرالدین محدث دہلویؒ سے حدیث کا درس لیا۔ مولانا فضل حق خیرآبادیؒ سے بھی بعض کتابیں پڑھیں۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی کے شریکِ دورۂ حدیث تھے۔ ٹونک میں نواب کے طبیبِ خاص تھے۔ وہاں بڑی شہرت پائی۔ تاریخِ ٹونک میں بھی آپ کا ذکرِ خیر ہے۔ علومِ متداولہ سے فراغت کے بعد ایک سال قانونچے سے قانونِ شیخ تک طبی کتب کا مطالعہ کیا۔ بعدہٗ خاندان کے ایک بزرگ طبیب کے مطب میں علاج و معالجہ میں مہارتِ تامہ حاصل کی۔ حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن مفسرِ صدیقی امروہویؒ کو فنِ طب میں آپ سے تلمذ حاصل تھا۔ آپ کا انتقال ۲ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۶ھ کو ہوا۔ احقر کے نانا سید احمد حسن رضوی مرحوم آپ کے حقیقی بھائی تھے۔

مکتوب نمبر ۵ بزبان فارسی

(ترجمہ)

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات عزیز از جان برادرم مولوی حافظ عبد الغنی صاحب سلّمہ اللہ۔ بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے خط پہنچا۔ اُس کے مضمون سے آگاہی حاصل ہوئی۔ حکیم علی حسن صاحب (امروہی) ثم ٹونکی سے آں عزیز کی جملہ کیفیاتِ مزاج میں نے بیان کردیں۔ حکیم صاحب نے دو نسخے تجویز کئے ہیں۔ ایک نسخۂ سرمہ اور دوسرا نسخۂ مفرح۔ دونوں نسخے نقل کرتا ہوں تیار کرکے مفرح کھائیں اور سرمہ آنکھوں میں لگائیں۔ ان شاء اللہ دونوں نسخے مفید ثابت ہوں گے۔ مگر احتیاط اس میں ہے کہ آدھا آدھا نسخہ یا اس سے کم تیار کریں۔

کافور ۱ل[1]　بہمنین ۴م　تخمِ فرنجمشک ۲م　تخم شاہترہ ۲م　تخمِ بادرنجبویہ ۲م

تخمِ خرفہ سیاہ ۲م　تخم کاسنی ۲م　تخمِ کاہو ۲م　تخم خیارین ۴م　مغزِ تربوز ۳م

مغز تخم کدو شیریں ۳م　صدفِ صادق ۳م　بسدِ احمر ۳م　کہربائے شمعی ۳م　گاؤزبان ۳م

صندلیں ۶م　طباشیر سفید ۳.م　چوب کیوڑہ ۳م　کشنیز خشک مقشر ۳م　گل سرخ ۳م

---

[1] ل سے مراد مثقال (۴.۲ ماشہ) م سے مراد درہم (۳.۰ ماشہ)

گل نیلوفر قند سفید آبِ شیریں
۱۰م سرچند سہ چند

بدستور مفرح تیار سازند ۔ خوراک ۴ ماشہ

نسخہ سُرمہ:- سرمہ اصفہانی ۔ پوست بیخ لسکھپڑا ۔ کافور بھیم سینی
۱ تولہ ۳ ۔ ماشہ ۳ ماشہ

در گلاب و آب بیخ کیلہ و آب برگ حنا سائیدہ سرمہ سازند

حکیم صاحب نصف شعبان تک غالباً امروہہ میں مقیم رہیں ۔ کیا اچھا ہو جو ملاقات کر جاؤ ۔ بنّے میاں بہت یاد کرتا ہے ۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب کا پتہ یہ ہے ۔ " برکوہ دہرہ دون بہ مدرسہ مشن اسکول ۔ بخدمت مولوی خلیل الرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ مذکورہ موصول باد "

بہمہ سلام مسنون و دعا ۔ وازہمہ سلام و دُعا ۔ باقی خیریت ...... جواب جلد لکھیں ۔ رجب ۱۳۱۴ھ (۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء کو لکھا گیا)

مکتوب نمبر ۵۸ بزبانِ فارسی

ترجمہ

از طرف بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللہِ

آپ کا خط پہنچا ۔ آپ کی پریشانی کا حال معلوم ہو کر میرے دل کو پریشانی ہوئی ارحم الراحمین ، رحم فرمائے اور آپ کا کام خیریت کے ساتھ پورا کرے ۔ کل میں نے

بروز دوشنبہ ایک ضرورت کے لئے بخاری شریف کا ختم کرایا تھا، آپ کو بھی دُعائے خیر میں شریک کیا گیا۔ باقی ہر وقت آپ کے حق میں دعاگو ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور آپ کو جملہ پریشانیوں سے باحسن وجوہ نجات دے۔ آمین!

اگر فی الواقع آپ بے قصور ہیں تو وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ کثرت کے ساتھ پڑھیں یا آیۂ کریمہ اور رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ کثرت کے ساتھ بطور وظیفہ پڑھیں۔ اِنْ شَآءَ اللہ انجام بخیر ہے۔

مدرسہ میرٹھ کے مہتموں نے امتحانِ مدرسہ کے لئے اس نحیف کو طلب کیا ہے۔ آن عزیز کے دیدار کے شوق میں میرٹھ جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اگر مقدر ہے تو اِن شاء اللہ بتاریخ ۱۲؍شعبان میرٹھ پہنچوں گا۔ اور بعد فراغتِ امتحان آن عزیز کی خدمت میں (پھلاودہ) پہنچوں گا۔ اِن شاء اللہ میرے ہمراہ فقط عزیزم مولوی (حافظ) عبد الرحمٰن صاحب (صدیقی) ہوں گے۔ اپنے تمام عزیزوں اور مجھ نحیف کے احباب کو فرداً فرداً میرا سلام پہنچادیں۔ بالخصوص اپنے عمِّ بزرگوار اور جدِّ امجد کو۔

اور مولوی محمد حسن، مولوی عبد الحکیم، نورِ چشم محمد قاسم، اپنی اہلیہ اور اپنی والدہ صاحبہ کو، نیز نحیف کے تمام وابستگان کو سلام پہونچادیں۔

یکم شعبان ۱۳۱۴ھ سہ شنبہ روز

مکتوب نمبر ۵۹ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت عزیزاں مولوی محمد عبد الغنی صاحب و مولوی محمد حسن صاحب سلمہما اللہ تعالیٰ ۔ بعد سلام مسنون و دعا ہائے ترقیات تحریر کرتا ہے ۔

مولوی محمد حسن صاحب کا خط بلند شہر سے اور آپ کا خط پھلاودہ سے یکے بعد دیگرے پہنچا ۔ عزیزم محمد ابراہیم کی مواخذۂ ناحق سے چھٹکارا پانے کی خوشخبری سے دل کو مسرت ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ اُن کو نوازے اور اُن کو روزافزوں ترقیات مرحمت فرمائے ۔ اور اپنی مرضیات کی توفیق بخشے ۔ میری طرف سے اور تمام گھر والوں کی طرف سے اپنی والدہ ماجدہ کو اور اپنے عمِ بزرگوار کو اور جملہ اہل خاندان کو بعد سلام مسنون مبارکباد پیش کر دیں ۔ اور عزیز ابراہیم کو بھی مبارکباد لکھ بھیجیں ۔ میں ایک خواب کے بعد جس کو میرٹھ میں دیکھا تھا ، لختِ جگر سید محمد (عرف بنّے میاں) اور نورِ چشم محمد حسن اور اُن کی ہمشیرہ کی طرف سے بہت کچھ تشویش اور اندیشہ اپنے دل میں رکھتا تھا ، وہ تشویش خالی نہ گئی ۔ میں میرٹھ میں تھا کہ سید محمد کو شدید بخار آگیا اور چند دن کے بعد چھوٹی چیچک (خسرہ) نمودار ہو گئی ۔ مرض کی شدت اس حد تک پہنچی کہ متعلقین پریشان ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ تار کے ذریعہ اطلاع دیں مگر مجھے بلا لیں بارے فضلِ الٰہی شاملِ حال ہوا اور میاں سید محمد کو افاقہ ہو گیا ۔ ابھی اُس کو شفائے کامل حاصل نہ ہوئی تھی کہ نورِ چشمی جمیلہ مبتلائے مرض ہو گئی ۔ چنانچہ شب یکم رمضان کو وطن (امروہہ) پہونچا ۔ میرے پہنچنے کے بعد اس مرض کے انحطاط کا پہلا دن تھا ۔ اب بفضلہ تعالیٰ محمد حسن ، سید محمد ، جمیلہ سب بخیر ہیں ۔ مگر مرض کا

اثر ابھی باقی ہے، اکثر بخار آجاتا ہے۔ میرے خاندان کے اور دوسرے بچے بھی بیمار تھے مگر بفضلہ تعالیٰ وہ بھی سب کے سب بخیر ہیں، اطمینان رکھیں۔ والدہ سید محمد آں عزیز کو دُعا لکھواتی ہیں اور عزیزم محمد قاسم اور اُن کی والدہ کو بھی۔ اور والدۂ محمد قاسم نے سید محمد کو جو لباس ہدیۃً بھیجا تھا اس کو والدہ سید محمد نے بہ ہزار مسرت قبول کیا، اور والدہ محمد قاسم کی اس سعادت مندی کو دیکھ کر بہت کچھ آفریں کہی۔ اور والدۂ محمد قاسم کو سید محمدؐ کی ہمشیرگان، محمد حسن اور غفور الحسن کی طرف سے سلام پہنچا دیں اور ہم سب کی طرف سے اپنی والدہ صاحبہ کو سلام کہہ دیں۔ اور میری طرف سے اپنے تمام گھر والوں کو، بالخصوص مولوی عبدالحکیم، مولوی محمد حسن، میر ظہور الحسن صاحب، میر سعادت علی صاحب کو سلام اور میاں محمد اسحٰق، یوسف اور لختِ جگرم محمد قاسم کو دُعا کہہ دیں۔ اور بد اندیشوں کے انجام سے بھی مجھے مطلع کریں۔ والدۂ سید محمد بہ ہزار اصرار آپ کے عزمِ سفر امروہہ کی خواستگار ہیں۔ ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ سہ شنبہ

مکتوب نمبر ۶ بزبان فارسی

ترجمہ

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ۔

بعد سلام مسنون و شوقِ دیدار تحریر کرتا ہے۔ خاص اس وقت جبکہ میں اور میرے اہلِ خاندان سب کے سب آں عزیز کی آمد کے اشتیاق میں تھے اور آپ کی تشریف آوری کی دیرینہ آرزو کے حصول کے خیال سے شادماں تھے کہ آں عزیز

کا خط پہنچ گیا۔ اس خط نے مشتاقانِ دیدار کو مایوسی میں ڈال دیا۔ یہ نہ پوچھئے کہ مجھ پر اور میرے متعلقین پر کیا گذری۔ خیر اللہ تعالیٰ آپ کو نوازے اور روحانی وجسمانی عافیت کے ساتھ رکھ کر مقاصدِ قلبی تک پہنچائے اور آرزومندانِ دیدار کو بھی خیروخوبی کے ساتھ آن عزیز کی ملاقات سے مسرور فرمائے آمین!

لختِ جگرم سید محمد، محمد حسن، جمیلہ یہ سب بفضلہٖ تعالیٰ شدایدِ مرض کو جھیلنے کے بعد قدرے صحت یاب ہوگئے۔ فالحمدُ للہِ علیٰ ذالکَ کلہٖ۔

لفافہ میں رکھے ہوئے آپ کے اشعار کا میں نے مطالعہ کیا۔ ماشاءاللہ خوب لکھے ہیں۔ آخر ماہِ رمضان کو بھائی صاحب کے عہدہ میں ترقی ہوگئی۔ کیونکہ تازہ ترقی ہے اس لئے درخواستِ رخصت نامناسب ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان شاءاللہ اوائل سرما میں وطن پہنچوں گا۔ اگر میں زندہ رہا اور سب بخیر وعافیت رہے تو بشرطِ مشیتِ ایزدی بھائی صاحب مدظلّہ کی تشریف آوری کے بعد تقریبِ عقدِ عزیزہ کو انجام دونگا۔

پورے ضلع مرادآباد میں بلا اختلاف تقریبِ عید کا دوگانہ ہفتہ کے روز ادا کیا گیا۔ بوجہ ابرِ غلیظ مطلع پوشیدہ تھا۔ رؤیتِ ہلال ۲۹ رشعبان کو پنجشنبہ کے دِن نہیں ہوئی۔ وَالعلمُ عِندَ اللہ۔

اپنے سب گھر والوں کو میرا سلام پہنچائیں۔ نورِ چشم محمد قاسم طال عمرہٗ اُس کی دادی صاحبہ اور والدہ محمد قاسم کو دعا وسلام کہیں اور میرے تمام وابستگان اور متعلقانِ مدرسہ اور آپ کے جملہ احباب کی طرف سے سلامِ شوق۔

۱۱ رشوال سہ شنبہ ۱۳۸۸ھ

مکتوب نمبر ۱۶

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا۔ ہجوم کار متعلقہ کی وجہ سے جواب میں دیر ہوئی۔ معذور رکھیں۔ ندوۃ العلماء کے بارے میں جو اشعار زیب رقم فرمائے، ماشاء اللہ بہت خوب ہیں اور اس سے زیادہ خوب مادۂ تاریخ۔ اپنی کیفیت مزاج سے جلد اطلاع دو۔ اب کے گرمی زیادہ ہوئی ہے مزاج کی کیا حالت ہے؟ عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحب بخیریت ہیں۔ اُن کے برادر کلاں مولوی عبداللہ صاحب نے بمقام بمبئی بمرض معلوم انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اللہ غریق رحمت فرماوے۔ حافظ صاحب دعائے مغفرت کے خواستگار ہیں۔ ریاست بھوپال سے بحساب تنخواہ مولوی عنایت اللہ صاحب مرحوم، مولوی عبداللہ صاحب کے نام ساٹھ روپیہ ماہوار تنخواہ مقرر تھی۔ حافظ عبدالرحمٰن صاحب بھوپال اس غرض سے گئے تھے کہ وہ تنخواہ بنام اُن کے یا بنام صاحبزادگان مولوی عبداللہ صاحب مرحوم بحال رہے۔ درخواست دے آئے ہیں۔ ہنوز پیش حضور ہو کر منظوری نہیں ہوئی۔ خود واپس آگئے۔ اِن شاء اللہ عقب سے جواب آوے گا۔ اگر بنام حافظ صاحب یہ تنخواہ ہوئی (تو) حافظ عبدالرحمٰن صاحب کو بمبئی رہنا ہوگا۔ خیر اللہ کریم کو جو منظور ہے ہوگا۔ دعا کرتے رہنا۔ تحریر معلومہ کی بابت چونکہ حافظ عبدالرحمٰن صاحب بھوپال تھے اور نیز پریشان۔ ابھی جواب شافی نہیں لکھ سکتا۔ مگر اطمینان فرماؤ، مجھ کو خود خیال ہے۔ سب کا سلام پہنچے...... عزیزم محمد ابراہیم کہاں ہیں اور کیسے ہیں۔ اُن کے حال سے اطلاع دو۔ اور جملہ متعلقین کو سلام و دعا کہدینا۔ (۲۱ اپریل ۱۸۹۷ء) ۸ ذی قعدہ روز سہ شنبہ از امروہہ

مکتوب نمبر ۶۲

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات، عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون و دعاءِ ترقیات مدعا نگار ہے پس از دیر نامہ پہنچا۔ سرمایۂ مسرت ہوا۔ ہجوم امراضِ عزیز ہمیشہ سے باعثِ دلخراشی تھا۔ مگر ضعفِ بصارت کا صدمہ ناقابلِ برداشت ہے لیکن بمطابق ع

"ہرچہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف ست"

بہرحال رضا بقضا، (ضروری ہے) ربِ کریم عزیز کو صحتِ کاملہ نصیب فرماکر تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

اس مرتبہ عشرۂ محرم بخیریت گزرا۔ الحمدللہ میں بفضلہٖ تعالیٰ باجمیع متعلقین بخیر ہوں۔ اطمینان فرمائیں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ عزیزم محمد ابراہیم کس جائے اور کس خدمت پر مامور ہوئے۔ خیر اللہ کریم کا شکر ہے، خدا کرے جہاں رہیں باعزت و آبرو و خیریت کے ساتھ رہیں اور ترقیاتِ دارین اُن کو نصیب ہوں۔ آمین!

مولوی عبدالرحمٰن صاحب کو حافظ احمد صاحب (ابن حضرت نانوتویؒ) نے وہ رسالہ نہیں دیا۔ تھوڑا وقت قیام کا تھا۔ چند مرتبہ حافظ صاحب نے تقاضا کیا مگر ہر مرتبہ بہت اچھا کہہ کر بالآخر صاف ٹالا۔ یہ فرمایئے آپ نے تو کوئی تحریر خاص حافظ عبدالرحمٰن کو نہیں دی ہے۔ اگر دی ہو لکھو۔ اُن کو یاد دلاؤں ورنہ وہ بھولے ہوئے بیٹھے ہیں اور سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ جملہ عزیزان و بزرگان و احباب کو میرا سلام کہہ دیجئے اور یہاں سب احباب داعی اور خادمانِ مدرسہ وطلبا مدرسہ سلام کہتے ہیں۔ لختِ جگر سید محمد و نورِ چشم محمد حسن کا (سلام)، وآداب قبول ہو۔ (۱۹ محرم ۱۳۱۵ھ روز شنبہ از امروہہ)

مکتوب نمبر ۶۳

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات عزیزم مولوی محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ آج ہی بروز یکشنبہ خط پہنچا ابھی جواب لکھتا ہوں۔ حافظ صاحب پرجویں نے چند مرتبہ تقاضا کیا، اُن بزرگوار نے تلاش کرکے مجھ کو جواب دیا کہ:-
رسالہ[1] "کلمۃ اللہ العلیا" مل گیا، آپ حافظ صاحب کا اطمینان فرمادیں۔ جمعہ کے دن ارادہ تھا خط لکھوں مگر بوجوہ نہ لکھ سکا۔ اب تمھارے اضطراب کا خیال کرکے اطلاع دینی ضروری سمجھتا ہوں۔ الحمد للہ وہ متاع بے بہا گم نہیں ہوا۔ حافظ عبد الرحمٰن صاحب بھول گئے تھے۔ اطمینان رکھیں۔ میں ان شاء اللہ بہت جلد اس کی تصحیح بھی کرنے کی صورت نکالوں گا۔

شاہ بہار الدین صاحب نے مکہ معظمہ سے خط روانہ فرمایا۔ بفضلہٖ تعالیٰ حضرت قبلہ وکعبہ حاجی صاحب بخیریت ہیں۔ مگر الحاج مخدومی حافظ احمد حسین صاحب[2] نے بقضائے الٰہی رحلت فرمائی۔ حضرت کو بھاری صدمہ پہنچا۔ اللہ اُن کو غریق رحمت فرماکر اپنے مقربانِ خاص میں داخل فرماوے اور وابستگان کو صبر دے۔ آمین فآمین۔

عزیز محمد ابراہیم کے حال سے اس مرتبہ ضرور مطلع کیجئے۔ یہاں پر شروع اساڑھ پر چند مرتبہ اچھی بارش ہوئی۔ اب پانچ چھ روز سے کشش ہے بلکہ آج لو چل رہی ہے۔ اللہ کریم رحم فرماوے۔ غلہ بھی گراں ہونے لگا۔ باقی خیریت۔ سب کا سلام قبول ہو۔ بالخصوص تمھاری ہمشیرگان اور اُن کی والدہ بہت بہت سلام کہتی ہیں۔ عزیز محمد حسن اور سید محمد

---

[1] حضرت نانوتویؒ کا یہ نادر رسالہ "جزو لا یتجزیٰ" کی بحث میں ہے ابھی تک طباعت سے آشنا نہیں ہوا ہے پھلاودہ میں یہ رسالہ موجود ہے ۱۲ [2] آپ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کے برادرزادہ

اچھے ہیں۔ سلام وآداب عرض کرتے ہیں۔ مظہر الہادی[1] بمقام اجمیر شریف کوٹھی لال محمد خاں میں ہیں۔ حکیم ظہور الحق، مولوی عبد الرحمٰن سلام کہتے ہیں۔ جملہ عزیزان واحباب کو میرا سلام کہنا۔ بالخصوص میاں قاسم، اسحٰق ومیر ظہور الحسن صاحب وحکیم عبد الحکیم وبرادرم مولوی محمد حسن وچھوٹے میر صاحب کو۔

(۲۵ محرم ۱۳۱۵ھ از امروہہ)

مکتوب نمبر ۴۶ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
وَالصَّلٰوۃُ عَلٰی رَسُوۡلِہٖ الۡکَرِیۡمِ

بندۂ نحیف احمد حسن عفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات بہتر از من لمن عزیزی مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ۔ بعد سلام مسنون وشوقِ دیدار می نگارد۔

خط پہنچا میرے دامانِ جان میں مسرتوں کو بکھیر دیا۔ ع
"اے وقتِ تو خوش کہ وقتِ ما خوش کردی"

---

[1] حکیم مظہر الہادی صاحب عباسی ابن منشی عبد الرحمٰن صاحب عباسی از اولادِ محمد اکبر صاحب عباسی امروہی۔

آپ کے خط کے پہنچنے کے بعد میں بحسب طلب منشی حمید الدین صاحب و دیگر عزیزان برائے عیادت نور چشمی بانو جو منشی صاحب کی بھانجی ہیں اور مدت سے بیمار رہی ہیں اور جو میری وساطت سے بدست حضرت مرشد برحق حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی شرف بیعت رکھتی ہیں سنبھل گیا تھا۔ یہ لطیفہ الطاف غیبی دیکھنے کے قابل ہے کہ نحیف کے پہونچتے ہی بفضلہ تعالیٰ مریضہ کو افاقہ میسر ہوا۔ اور یاس پر آس غالب آگئی۔ والحمد للہ۔ وہاں دو روز قیام کرکے مریضہ کو حالت افاقہ میں چھوڑ کر وطن واپس آیا۔ آپ کے خط کے جواب کی فکر میں تھا مگر ہجوم کار متعلقہ نے مجھے فرصت نہیں دی اور اس مدت میں مجھے معلوم نہیں کہ آپ کا خط جو کہ جیب میں رکھا تھا تلف ہوگیا۔ یا کسی محفوظ جگہ رکھ کر بھول گیا۔ اس وقت جبکہ میں نے جواب کے لئے قلم اٹھایا نامۂ عزیز مجھے نہیں ملا۔ خیر انّا للہ.........

روز جمعہ سے یہاں پر (امروہہ میں) بارش شروع ہوئی اور آج تک کہ روز پنجشنبہ ہے شبانہ روز بارش ہو رہی ہے اور کثرت باراں کی ایسی ہی خبریں ہر طرف سے آرہی ہیں۔ اپنے نواح کی کیفیت لکھیں۔ باقی خیریت ہے اور بفضلہ تعالیٰ سب وابستگان نحیف بخیر ہیں۔ آپ کو اور آپ کے متعلقین کو سلام پہنچاتے ہیں۔ بالخصوص میاں سید محمد و میاں محمد حسن، محمد حسن کی والدہ اور اس کی خالہ و والدہ سید محمد (اور عزیزم) غفور الحسن کی طرف سے بھی سلام و دعا قبول کریں۔ مجھ نحیف کی طرف سے اپنے جملہ عزیزوں، تمام احباب اور حاضرین مجلس کو سلام مسنون پہنچائیں۔ میاں محمد قاسم طال عمرہٗ کے سر پر میری طرف سے دست شفقت پھیر کر دعائیں کریں اور والدہ محمد قاسم کو بھی دعا کہیں۔ اپنی والدہ صاحبہ، عمّ بزرگوار، اپنے جدّاً مجد، عزیزم مولوی محمد حسن مولوی عبد الحکیم اور عزیزم محمد اسحٰق صاحب سے سلام مسنون کہہ دیں۔

مولوی حافظ عبد الرحمٰن صاحب، مولوی خادم حسین صاحب، بھائی ممتاز علی صاحب

عزیزم حکیم ظہور الحق صاحب، مولوی علی محمد صاحب، اکثر طلبۂ مدرسہ اور حاجی محبوب خاں صاحب وغیرہ وغیرہ سلام مسنون کہتے ہیں۔

میں نے بتقریب فتوحات سلطانی خلد اللہ ملکہٗ مبارکباد کا ایک تار خلیفۃ المسلمین کے نام (استنبول) بھیجا ہے۔

۱۴ ؍صفر ۱۳۱۵ھ آدینہ روز (جمعہ)

مکتوب نمبر ۶۵ بزبان فارسی

ترجمہ

بخدمت گرامی مرتبت جامع کمالات عزیزم مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون و دعائے عافیت جسمانی و روحانی اور بعد اظہار شوق دیدار تحریر کرتا ہے کہ سید محمد خانصاحب مرحوم کے انتقال کی خبر سے میرے دل کو صدمہ پہنچا۔ واقعی وہ اخلاق و وضعداری میں یگانۂ روزگار انسان تھے اللہ تعالیٰ اُن کو بخشے اور خلد بریں میں اُن کو راحت کی جگہ عنایت فرمائے آمین جناب شاہ توکل شاہ صاحب[1] کہ اس زمانہ میں اکابر مشائخ نقشبندیہ

---

[1] سلسلۂ نقشبندیہ مجددیہ کے بڑے ممتاز اور بافیض بزرگ تھے انبالہ میں قیام تھا دہیں مدفن ہے حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ قدس سرہٗ تک آپ کا سلسلۂ طریقت یہ ہے۔

شاہ توکل شاہ صاحبؒ عن قادر بخش صاحبؒ عن شاہ محمود صاحبؒ عن محمد شریف صاحبؒ عن شاہ ابو سعید صاحبؒ فاروقی مجددی عن شاہ غلام علی صاحب مجددی دہلویؒ عن حضرت مرزا مظہر جانجاناں قدس سرہٗ مولانا حافظ عبد الرحمٰن پنجابیؒ ساکن محلہ پیر غیب مراد آباد حضرت شاہ توکل شاہ صاحب کے خلیفہ مجاز تھے جن سے بیشمار طالبانِ سلوک کو روحانی فیض پہنچا۔ ۱۲

میں سے تھے۔ اور اسم بامسمّٰی تھے۔ شہر انبالہ میں ایک مسجد کے اندر اوقات بسر کرتے تھے۔ اور زندگی متوکلانہ گزارتے تھے۔ اُنھوں نے ۸ ربیع الاوّل ۱۳۵۱ھ کو داعئ اجل کو لبیک کہا اور اس دارِ فانی سے کوچ کرکے اپنی جان کو جان آفریں کے سپرد کیا۔ حیف صد حیف نیک لوگ اُٹھ رہے ہیں اور ہم جیسے نابکار اُن کی جگہ لے رہے ہیں۔ ربّ کریم برحمتِ خاصہ اُن کے ساتھ معاملہ فرمائے اور اپنے خاص بندوں کے زمرہ میں رکھے آمین۔ اگرچہ میں اُن کی زیارت سے مشرف نہیں ہوا تھا مگر میں اُن کی حیات میں رابطۂ عقیدت رکھتا تھا۔ نیز آں عزیز سے بھی اُمید رکھتا ہوں کہ بقدرِ وسعت اُن کی رُوح کو ثوابِ تلاوت پہنچائیں اور دعائے مغفرت کریں۔

عزیزم غفورالحسن کے گھر میں ۲۹ صفر کو بعد نمازِ جمعہ دوسرا فرزند پیدا ہوا۔ نواسگانِ محمدی (حسنؓ، حسینؓ) صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنامی کی نسبت کے شرف کی اُمید میں جس کو اپنے اور نومولود کے لئے سرمایۂ عزت جانتا ہوں میں نے بڑے نواسے محمد حسن کا نام تبدیل کرکے "حسن احمد" رکھ دیا اور اس بچہ کا نام حسین احمد رکھا ہے۔ اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب صدیقی کے گھر میں بھی ایک بچہ پیدا ہوا ہے اور آلِ علی کے گھر میں بھی ایک لڑکا تولد ہوا ہے۔ مولوی عبدالرحمٰن کے بچے کا نام میں نے عبدالقیوم[1] رکھا ہے اور فرزند آلِ علی کا نام ضیاء النبی رکھا ہے

---

[1] ۔ مولانا عبدالقیوم صاحب شفق ابن حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صدیقی مفسر امروہوی ۱۳۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ علومِ دینیہ کی تحصیل جامع مسجد امروہہ میں کی، نہایت ذہین و ذکی تھے۔ حافظہ غیر معمولی تھا۔ شاعری میں کم عمری کے باوجود ید طولیٰ حاصل کرلیا تھا۔ بڑے خوش مزاج اور بذلہ سنج تھے۔ بعمر ۴۴ سال ۱۳۵۹ھ میں انتقال کیا۔ آپ کے

غضنفر ایم، اے بھتیجے ۱۲

اور اُس کا تاریخی نام مظفرالدین ہے۔ ربِ کریم ان سب بچوں کو بابرکت کرے اور عمرِ طبعی کو پہنچائے اور تا عمر اُن کو سعادت اندوز کر کے علمِ نافع اور عملِ صالح کی دولت سے نوازے۔ آمین!

آپ کو میرے تمام متعلقین کی طرف سے دُعا و سلام۔ اور میرا سلام اپنے تمام احباب و اعزّا کو پہنچا دیں۔ لختِ جگر سید محمد بخیر و عافیت ہے اور سلام کہتا ہے۔ حالاتِ مدرسہ بہت نازک ہیں۔ اس کے لئے دُعا فرمائیں فقط

(۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۱۵ھ ازامروہہ ضلع مرادآباد)

مکتوب نمبر ۶۶

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی محمد عبد الغنی سلّمہٗ ربّہٗ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا۔ قطعات تاریخ پسند آئے۔ ماشاء اللہ عزیزی محمد اسحٰق نے عمدہ تاریخ لکھی ہے۔ بارک اللّٰہ فی فہمہ۔ میں بوجوہ یک گونہ پریشان تھا۔ اور ہوں۔ اسلئے جواب میں دیر ہوئی معاف رکھنا۔ اوّل مدرسہ کی حالت باعتبار آمدنی زیادہ نازک ہوتی جاتی ہے۔ بحساب تنخواہ اس وقت مدرسہ قریب چار سو روپیہ کا مقروض ہے اللہ مدد کرے۔ دوسرے لختِ جگر سید محمد طال عمرہٗ کسی قدر علیل ہوگیا تھا اب بفضلہٖ تعالیٰ آرام ہے مگر کبھی کبھی بخار ہو جاتا ہے چنانچہ اس وقت بھی بخار میں پڑا ہے۔ تیسرے بعض بداندیشان نحیف نے ایک ضعیف امر کو منشار قرار دیکر تحریراً و تقریراً بالادست اشخاص کو میری طرف سے بدگمان کر دیا ہے اور ناواقعی امور گوش گذار کئے ہیں۔ گو بفضلہٖ تعالیٰ ہنوز

کوئی اثر نہیں اور ان شاء اللہ نہ ہوگا۔ مگر حالتِ اطمینان بھی نہیں۔ میاں عبدالقیوم صاحب کو لکھا جائے مناسب فکر سے غافل نہ رہیں۔ اور یہاں کے نفاقِ باہمی کو پیش کرکر اصلاح کریں۔ زیادہ کیا لکھوں۔ جملہ عزیزان کو سلام و دعا کہہ دینا۔ مولوی خادم حسن صاحب، مولوی حافظ عبدالرحمٰن صاحب، بھائی ممتاز علی صاحب، محبوب خاں صاحب، عزیز غفور الحسن، ظہور الحق، عزیز آلِ علی، جناب چچا صاحب، بھائی ہادی حسن، لختِ جگر سید محمد حسن احمد و حسین احمد اور اُس کی والدہ، خالہ نانی، سب دُعا و سلام کہتے ہیں۔ قاسم کو دُعا۔

۲ ربیع الثانی روز یکشنبہ امروہہ

مکتوب نمبر ۲

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات برادرم حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ دیر ہوئی خیر خیریت سے آگاہی نہیں۔ مناسب کہ بعود دیکھنے اس خط کے اپنی اور اپنے متعلقین کی خیریت سے مسرور الوقت فرماؤ۔

میں بفضلہٖ تعالیٰ باحمدہٖ و البستگان بخیریت ہوں۔ سید محمد طال عمرہٗ ایک مہینے سے علیل تھا، اب بفضلہٖ تعالیٰ بالکل اچھے ہے اطمینان فرماؤ۔ بھائی صاحب لکھتے ہیں مرض رستہ ہوگیا ہے گو قریب بانحطاط ہے مگر ہنوز صحت کلیہ نہیں۔ دُعائے خیر دو۔ عزیز مولوی علی محمد صاحب نے بمرض استسقا رحلت فرمائی۔ عزیز کے ساتھ خلانہ محبت تھا۔ دُعائے مغفرت ضرور کرنا۔ عزیز عبدالرحمٰن خاں بارک اللہ فی علمہٖ نے از مقام خورجہ ایک سوال پیچیدہ دریافت کیا تھا۔ جواب میں سخت دشواری

تھی مگر بفضلہ تعالیٰ سہل ہوگئی۔ بنظرِ مطالعہ واستصواب عزیز کی خدمت میں بھیجتا ہوں اگر پسند ہو جواب وسوال دونوں کی نقل لیکر واپس بھیجدو۔ اور جلد واپس بھیجو۔ تمھاری اماں صاحبہ، ہمشیرگان مع نورچشمہ، سید محمد، و حسن احمد و حسین احمد جمیلہ آداب وسلام (و) دُعا کہتے ہیں۔ غفور الحسن، حافظ عبد الرحمٰن، مولوی خادم حسن، بھائی ممتاز علی، محبوب خاں، میر قطب الدین، عزیز ظہور الحق کا سلام قبول ہو۔ سب وابستگان کو میری طرف سے سلام ودعوات کہنا۔ نورچشم قاسم کو خاص (طور پر)

مدرسہ کی حالت نازک ہے۔ دُعا فرماؤ۔ اللہ کریم رحم فرماوے اور مشکلاتِ مدرسہ کو آسان فرماوے۔

۲۵ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۵ھ شنبہ روز از امروہہ ضلع مرادآباد

مدرسہ اسلامیہ۔ نامہ نگار احقر الزمن احمد حسن عفی عنہٗ

مکتوب نمبر ۶۰ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بعد سلام مسنون و دعائے ترقیات تحریر کرتا ہے۔ آپ کا خط پہنچا مسرت بخشیں۔ میرے میرٹھ پہنچنے کی خبر آن عزیز کے گوش گزار ہوئی، غلط ہے۔ نہ اہل میرٹھ نے مجھے بلایا نہ اہل گلاوٹھی نے۔ میں یہ بات بھی نہیں کہہ سکتا کہ عزم میرٹھ رکھتا ہوں۔ ہاں آن عزیز کے شوقِ دیدار کو نہ پوچھیے کہ کس قدر ہے اور کتنا کچھ آرزوئے ملاقات میں لبریز بیٹھا ہوں۔ لیکن چونکہ کام قضا وقدر سے وابستہ

اور بختِ نارسا میرے حصّہ میں آیا ہے، اس لئے وعدہ نہیں کرسکتا۔ ربِ کریم نے میرے عزیز حافظ محمد احمد (ابن حضرت قاسم العلوم والمعارف) کو فرزند[1] عطا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بچّے کو نوازے۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اماں صاحبہ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ شاید ماہِ رمضان میں یہ آرزو پوری ہو۔ اگر میں نے دیوبند کا ارادہ کیا تو ضرور آں عزیز کی خدمت میں بھی (پھلاودہ) پہنچوں گا۔ اطمینانِ خاطر رکھیں۔ ورنہ ماہِ شوال میں کہ آں عزیز نے بتقریب جلسۂ عقدِ نکاح عزیزہ امروہہ آنے کا وعدہ کیا ہے، آپ کے دیدار سے مسرت اندوز ہوں گا۔

اس مرتبہ مدرسہ بریلی نے امتحان کے لئے فقیر کو طلب کر رہے ہیں۔ ابھی عزم مصمم نہیں ہے۔ مگر شاید اپنے اس مدرسہ کے امتحان سے فراغت کے بعد، جو ان شاء اللہ ۱۶ یا ۱۷ تاریخ کو ہوگی عزمِ بریلی کروں گا اور ۱۸ کو روانہ ہو جاؤں گا مدرسہ بریلی کے امتحان سے فراغت کے بعد سنبھل پہنچوں گا۔ اور اس ماہ کے آخر تک وطن (امروہہ) واپس آجاؤں گا۔ تاکہ راہِ دیوبند اختیار کروں و العلم عند اللہ۔ اگر میں دیوبند جاؤں گا تو دیوبند پہنچکر آں عزیز کو اطلاع دوں گا۔ شاہ صاحب (شاہ بہاء الدین نقشبندی امروہی) امروہہ مع الخیر پہنچ گئے۔ سلام مسنون پہونچاتے ہیں۔ مولوی خلیل الرحمٰن صاحب (امروہی) مولوی خادم حسین صاحب عزیزم حکیم ظہور الحق (صدیقی امروہی) سلام عرض کرتے ہیں۔ نورِ چشم سید محمد طال عمرہٗ۔ برخوردار حسین احمد، حسن احمد، جمیلہ اور اُن کی والدہ، خالہ، نانی سب بخیر ہیں۔ اور آں عزیز کو دعا و سلام پہنچاتے ہیں۔ عزیزہ غفور الحسن و رضا حسین بھی سلام کہتے ہیں میری طرف سے اپنے سب گھر والوں کو سلام پہنچائیں۔ عزیز محمد قاسم اور اُن کی والدہ کو دعا۔

(۱۳ شعبان ۱۳۴۵ھ بروز دوشنبہ)

---

[1] - اس فرزند سے مراد فخر الاماثل والاقران حضرت مولانا قاری محمد طیب قاسمی ہیں سابق مہتمم دار العلوم دیوبند جو صحیح معنوں میں اپنے دور کے حکیم الاسلام تھے۔ خوب رُو، خوب سیرت (باقی اگلے صفحہ پر)

مکتوب نمبر ۶۹

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفی عنہٗ

بخدمت جامع کمالات برادرم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب

سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مطالعہ فرماویں مصلحتِ وقت پر نظر کر کر مصمم قصد تھا امسال امتحان وغیرہ کے واسطے نہ جایا جاوے مگر شہر بریلی کے حضرات نے نہ چھوڑا اور اوّل رجب سے بیس شعبان تک پیہم خطوط بھیجے اور عمائدِ شہر نے اس طور پر لکھا کہ ناچار جانا پڑا۔ وہاں سے فارغ ہو کر ۲۵ شعبان کو سنبھل آیا اور امتحان لیا۔ منشی حمید الدین صاحب کی ہمشیرہ زادی نے جو عرصہ سے علیل تھی ۱۷ شعبان کو انتقال کیا۔ اور نیز چھوٹے فرزند نے جو قریب ایک سال کے تھا اُسی روز انتقال کیا۔ منشی صاحب اور وابستگانِ منشی صاحب کو جو مجھ نحیف اور متعلقان سے رابطہ ہے عزیز کو معلوم۔ ناچار والدہ سید محمد کو سنبھل جانا ہوا۔ ۲۹ شعبان کو ہمراہی سواریٔ زنانہ وطن آیا ہوں۔ چونکہ وقت نہ ملا اسلئے اُس نواح میں نہیں آسکا۔ معاف رکھیے اگر ہو سکا اوائلِ شوال میں آؤں گا۔ ورنہ تم کو مع عزیز قاسم و والدۂ قاسم وغیرہما خود وقتِ معلومہ پر آنا ہوگا۔ فقط

۶ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ شنبہ روز

از امروہہ ضلع مراد آباد

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) خوش تحریر اور خوش تقریر بزرگ تھے۔ حضرت مولانا تھانوی کے خلیفہ مجاز تھے ایک طویل مدت تک دار العلوم دیوبند کے مہتمم رہے اور دار العلوم کو بامِ عروج پر پہنچایا۔ آپ کی وفات

مکتوب نمبر ۷

بندۂ نحیف احقر الزمن، احمد حسن عفرلہٗ۔
بخدمت جامع کمالات برادر مکرم عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب
اوصلہم اللہ تعالیٰ الی مرادہم

بعد سلام مسنون ودعاہائے فراواں، مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا، سرمایۂ مسرت ہوا۔ عزیز من بہ قسم کہتا ہوں، میں وطن سے اس ارادہ سے نکلا تھا کہ دو تین روز دیوبند قیام کر کے ایک دو روز کے واسطے گنگوہ حاضر ہوں، اس کے بعد سب عزیزان کے دیدار سے مسرت اندوز ہوں اور دو تین روز قیام کر کے وطن واپس ہوں۔ سولہ تاریخ رمضان کی وطن سے چلا اور ایک شب مراد آباد رہ کر سترہ تاریخ کو دیوبند روانہ ہوا۔ بارش میرے ہمراہ تھی۔ دیوبند کے اسٹیشن پر عین بارش میں پہنچا۔ شب کو بکثرت بارش ہوئی اور چہارشنبہ کے دن سے جمعہ تک برابر پیہم بارش ہوتی رہی اور وہ بھی بکثرت تمام زمین پر آب رواں تھا۔ سارے تالاب لبریز ہو گئے، دیوبند میں احباب سے ملنا دشوار ہو گیا۔ جمعہ کے روز اکثر احباب سے ملاقات ہوئی۔ اس وجہ سے یکشنبہ تک دیوبند قیام رہا۔ مگر بعد اس کثرت بارش کے گنگوہ کا ارادہ فسخ کر دیا وعلیٰ ہٰذا۔ عزیز کی خدمت میں ارادہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ لیکن جو حسرت دل پر تھی اور ہے ـــ اس کو علام الغیوب جانے۔ تمہارا قلب بھی ان شاء اللہ اس کی شہادت دے گا۔

گنگوہ، پھلاودہ کا جب عزم ملتوی کیا تو ہنگام واپسی دوسری لین سے سوار ہو کر خورجہ پہنچا اور چار روز وہاں قیام ہوا۔ آخری جمعہ خورجہ میں پڑھا۔ شب یکشنبہ کو روانہ ہو کر یکشنبہ کے دن مراد آباد پہنچا۔ بعض اسباب مراد آباد سے

خریدنا تھا اسلئے ایک شبانہ روز مراد آباد رہا۔ ۲۸ر تاریخ رمضان کی واپس آیا۔ اب اوّل یہ اُمید کرتا ہوں کہ بتقریبِ شادی عزیزہ تم خود مع عزیز قاسم، د میر ظہور الحسن و مولوی عبدالحکیم و عزیز محمد اسحٰق کے امروہہ آؤ گے۔ اگر یہ خیال غلط ہوا اور خدا نہ کرے تو میں بشرطِ زندگی تعطیلِ عیدِ اضحیٰ میں تم سے ملنے کا قصد کروں گا۔ اللہ راست لاوے۔ بھائی صاحب ہنوز تشریف نہیں لائے (ہیں) تحریر سے ایسا معلوم ہوتا ہے کچھ دیر سے آویں۔ شاید ذی قعدہ کے مہینے میں تقریبِ شادی ہو۔ آئندہ اَلغیب عند اللہ۔

مجھ کو پرسوں سے دردِ سر و زکام (کی) شدت ہے۔ خطِ ہٰذا دشواری سے لکھا ہے۔ آج فی الجملہ تخفیف ہے۔ دُعا کرو اللہ صحت دے۔

جوابِ استفتا مُرسل ہے۔ دیر اس وجہ سے ہوئی کہ حافظ عبدالرحمٰن مدرسہ میں نہ تھے۔ جملہ بار میرے ذمہ تھا۔ تحریر جواب کی فرصت نہ ملی۔ ادھر طبیعت علیل ہو گئی معاف رکھیں۔ مولوی عبدالرحمٰن سہ شنبہ کے دن تشریف لائے ہیں بفضلہٖ تعالیٰ مع الخیر ہیں۔ اور متعلقین نیز ہمراہ ہیں۔ سب احباب کا سلام قبول ہو۔ اور سب عزیزان دُعا و سلام کہتے ہیں۔ اپنے جملہ وابستگان کو ہمارا سلام و دعا کہنا۔ فقط۔

۱۶ر شوال ۱۳۱۵ھ

پنجشنبہ روز از امروہہ ضلع مراد آباد

دعا نامہ احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ

مکتوب نمبر ا۔ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ......

بعد سلام مسنون و دعائے ترقیات تحریر کرتا ہے۔ آپ کا خط پہنچکر بے انتہا خوشی کا باعث ہوا۔ اس سے پہلے بھی آپ کا ایک خط میرے لئے سرمایۂ مسرت ہوا تھا۔ آپ نے جو غزل لکھی ہے ماشاء اللہ خوب ہے۔ مضامین اور بندش الفاظ کے لحاظ سے پوری غزل پسند آئی۔ اور اس غزل نے متقدمین کی طرز کو یاد دِلایا۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ اس غزل کو بطور ہدیہ منشی صاحب (حمید الدین تجوّد سنبھلی) کو بھیجوں گا۔ اس خط میں آپ نے مجھ پریشان خاطر کی تحریرات کی فراہمی کے بارے میں اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے۔

عزیز من! یہ خیال بے فائدہ ہے، اوّل تو میں کیا اور میرا کلام کیا۔ میرا کلام اہلِ نظر کی نگاہ میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔ دوسری بات یہ ہے کہ میری تحریرات کے اندر جو خطا و عیوب ہیں اُن کا تقاضہ ہے کہ وہ اسی طرح پردۂ گمنامی میں رہیں۔ اس کام کا موقع کچھ عرصہ بعد ہے (یعنی رحلت کے بعد) نہ ایسے وقت میں جبکہ میں نے ابھی تک قیدِ حیات سے چھٹکارا نہیں پایا ہے مگر پھر بھی آں عزیز کی منشاء کو نظر انداز نہیں کرتا ہوں۔ اِن شاء اللہ جس قدر بھی ہوسکے گا تحریرات پریشان کو بہم پہنچاکر آں عزیز کی خدمت میں بھیجوں گا۔ وہ تحریر جو آپ نے مانگی ہے بوجہ اس کے کہ اس میں انتشارِ مضمون، ترکِ الفاظ اور نیرنگیٔ خط ہے سوائے میرے اور آپکے دوسرا کوئی نقل نہیں کرسکتا۔ آپ چونکہ معذور ہیں۔ اِن شاء اللہ میں تعطیل عید الضحیٰ میں امروہہ رہوں یا کہیں اور اُس کی نقل کرکے آں عزیز کو بھیجوں گا۔ مطمئن رہیں۔

اور یہ بھی لکھیں کہ آں عزیز کے پاس میری کون کون سی تحریر موجود ہے۔ وہاں میرا سب کو سلام کہہ دیں اور میرے والتگان اور اپنے احباب کی طرف سے سلام قبول فرمائیں۔ بھائی صاحب ابھی تشریف نہیں لائے اور اُن کی موجودہ حالت کو مدِّنظر رکھتے ہُوئے نہیں کہہ سکتا کہ وہ کب آئیں گے۔

مکتوب نمبر۲۷

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات برادرم گرامی قدر مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچکر سرمایۂ مسرت ہوا۔ ہر دو مادّۂ تاریخ قابلِ پسند ہیں مگر طبع کرانا قرینِ مصلحت نہیں۔ ناحق حواریین کا مادّۂ خصومت جوش کھاویگا، اور اگر خواہ مخواہ طبع کرانا قرار پائے، عزیز کا نام ہونا کسی طرح مناسب نہیں۔ اس عرصہ میں پریشانی زیادہ رہی اور رہے۔ عزیز القدر طال عمرہٗ قریب ڈیڑھ ماہ سے بیمار ہے۔ بخار، دردِ سر (اور) قبض کی شکایت (رہے) پچھلے عرصہ میں شدائدِ مرض اس مرتبہ (درجہ) تک کہ دوبارہ قریب سرسام نوبت پہنچی۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ بہ نسبت سابق بہت افاقہ ہے مگر ہنوز قابلِ اطمینان نہیں، نہ نبض صاف ہے نہ قارورہ۔ دُعا کرو ربِّ کریم رحم فرماوے۔ اور صحتِ کاملہ اور شفاءِ عاجلہ نصیب کرے آمین!

لختِ جگر سید محمد سَلّمہٗ حیاتہٗ کی ناک پر اتفاقیہ چوٹ لگ گئی تھی، آنکھ پر ایک گونہ صدمہ تھا مگر بفضلہٖ تعالیٰ آنکھ محفوظ رہی۔ ناک کا زخم البتہ کئی روز تک تکلیف دہ رہا اب بکرمہٖ تعالیٰ بالکل صحت ہے۔ نورِ چشم حسین احمد فرزندِ اصغر

عزیز غفور الحسن زیادہ بیمار رہا۔ آخر الامر آج دو ہفتے ہوئے انتقال کیا (اس کے اندر) آثار سعادت و بلند اقبالی چونکہ نمایاں تھے (اسلئے) نحیف کو زیادہ عزیز تھا۔ صدمہ گذرا۔ اِنّا للّٰہ۔ رب کریم ذخیرۂ آخرت فرماوے۔ اور ہم کو توفیق مرضیات سے نوازے۔ آمین!

بھائی صاحب کا خط آیا۔ لکھتے ہیں، درخواست رخصت دی ہے۔ اِن شاء اللہ عید اضحیٰ وطن میں کروں گا۔ بعد تشریف آوری بھائی صاحب کے غالباً تقریب شادی عزیزہ قرار پاوے۔ مگر میں دو خیال سے زیادہ حیران ہوں۔ اوّل عزیز رضا حسین کی علالت۔ جب تک کہ بہمہ جہت قابل اطمینان صحت نہ ہو التوا یر شادی ضروری (رہے) دوسرے موسم گرما روز بروز سخت ہوتا جاتا ہے۔ شاید اس وقت میں ناقابل برداشت ہو۔ احباب کو اطلاع (دے کر) ناحق تکلیف شاقہ میں ڈالنا ہے بغیر اطلاع بارِ شکایت سر پر رکھنا۔ پس بہر حال مناسب ہے کہ اوائل سرما تک تقریب معلومہ ملتوی رہے۔ لیکن بھائی صاحب کو اس وقت میں رخصت ملنا دشوار (رہے)۔

بھائی صاحب کو اطلاع دی ہے کہ اوائل سرما تک بشرط امکان اور التوا رہے، ورنہ جو مصلحت (ہو) رضا حسین کی نسبت اُمید کرتا ہوں ہفتہ عشرہ میں بالکل تندرست ہو جاویں۔ خدا ہمچنیں کند۔ بھائی صاحب کی آمد یا آمد جواب پر جو قرار پایا اِن شاء اللہ اطلاع دوں گا۔ بھائی صاحب کی آمد تعطیل عید اضحیٰ میں جو عزم (تقریب نکاح) تھا عزیز رضا حسین کی علالت (اس کی) سدّ راہ معلوم ہوتی ہے چونکہ معذور ہوں اُمید ہے عزیز معذور رکھیں اور بشرط قرار داد شادی خود تکلیف اُٹھادیں۔ والسّلام (میری جانب سے) سب اعزّا و احباب کو سلام و دعا اور (نیز) سب احباب کا سلام پہنچے۔ .... فقط

یکم ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ شنبہ روز از امروہہ

مکتوب نمبر ۳، بزبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ....

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے کہ خط پہنچا سرمایہ مسرت ہوا۔ آپ کے خط کے مضمون کو اپنی اور آپ کے تمام مخلصین کی دیرینہ آرزو کہہ سکتا ہوں۔

مگر شاید آپ نے جو لکھا ہے معاشرت ابنائے وقت و اہلِ خاندان سے تنگ آ کر لکھا ہے ورنہ آں عزیز کے ضعف اور ہجوم امراض کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے اور اس آزادی کو دیکھتے ہوئے جو کہ آں عزیز کے خمیر میں رکھی ہوئی ہے، یہ احتمال کہ آپ امروہہ قیام کر لیں گے، دُور از قیاس ہے اگر یہی بات اور غالباً یہی بات صحیح ہے کہ آپ کا امروہہ قیام کرنا مشکل ہے تو اِدفع بالتی ھی احسن (دشمن سے اس خصلت کے ساتھ مدافعت کر جو اچھی ہو) پر عمل ہونا چاہیئے۔ کیا کیا جائے لوگ ایسے ہی ہیں (مجبوراً) ایسے ہی لوگوں کے ساتھ رہ کر زندگی گزارنی چاہیئے۔ اور اگر میرے ہمراہ رہنے کے شوق میں اور خدمتِ علم کے شوق میں یہ ارادہ کیا ہے اور خدا کرے یہی بات ہو تو بسم اللہ علی الراس والعین (بسر و چشم) ارادہ کر لیں اور بے تکلف امروہہ تشریف لے آئیں۔ مدرسہ کے اربابِ حل و عقد بھی آں عزیز کی خدمت گزاری کی آرزو رکھتے ہیں۔ اور تمام متعلقینِ نحیف منت و سماجت کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ اگر مستقل طور پر نہ ہو تو چند روز کے لئے تشریف لے آئیں اِن شاء اللہ یہاں آں عزیز کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ والدۂ سید محمد باوجود ضعف و مرض کے آں عزیز کی میزبانی و راحت رسانی کو ملحوظِ خاطر رکھتی ہیں اور وہ کہتی ہیں کہ حافظ صاحب جبکہ ہم دونوں کو اپنے ماں باپ کی جگہ سمجھتے ہیں اور ہم بھی اُن کو فرزندِ عزیز کی مثل جانتے ہیں۔ تو قیام فرد

کے سلسلہ میں حافظ صاحب کا تکلف کرنا اور تامل کرنا مناسب نہیں ہے۔ جواب جلد لکھیں اور اپنے ارادے سے جو کچھ بھی دل میں طے کریں۔ جلد اطلاع دیں۔

بھائی صاحب شاید آخر ذی الحجہ میں تشریف لائیں۔ بھائی صاحب کی تشریف آوری کے بعد تقریب شادی عزیزہ طے ہوگی۔ عزیز رضا حسین کو پہلے کی بہ نسبت بفضلہ تعالیٰ افاقہ ہے۔ الحمدللہ ثم الحمدللہ......

جناب مولوی فخر الحسن (گنگوہی)[1] اور مولوی محمد یحییٰ صاحب ساکن سیوہارہ انتقال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ جو صدمہ مجھے پہنچا وہ میں جانتا ہوں اور میرا دل جانتا ہے لیکن ع

"اوست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند"

(وہ بادشاہ حقیقی ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے)

ربِ کریم مغفرت فرمائے اور اپنی رحمتِ خاصہ سے نوازے۔ آمین!

مدرسہ کی جانب سے شاید چند عدد اشتہارات آپ کی خدمت میں پہنچیں۔ اس سلسلہ میں جسقدر کوشش کر سکیں، کریں۔ اسلئے کہ مدرسہ امداد کا زیادہ محتاج ہے۔......

۸ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ بروز شنبہ از امروہہ

المکلف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ

---

[1] حضرت مولانا فخر الحسن ابن عبدالرحمٰن صاحب گنگوہیؒ۔ آپ حضرت نانوتویؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ سفر و حضر کے رفیق تھے۔ سننِ ابی داؤد پر آپ کا ایک عمدہ حاشیہ ہے جس کا نام "التعلیق المحمود" ہے۔ فن طب حکیم محمود خاں دہلوی سے حاصل کیا۔ کانپور میں مطب کرتے تھے۔ ۱۳۱۵ھ میں وہیں انتقال ہوا۔ ۱۲

مکتوب نمبر ۴۷

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب

بعد سلام مسنون مدّعا نگار ہے۔ نامہ پہونچا میر صاحب مخدوم و مکرم کا بمرضِ فالج مریض ہونا مورثِ ہزار پریشانی ہے۔ اللہ کریم شفاءِ عاجلہ مرحمت فرمادے آج ایک خط جناب میر صاحب کی خدمت میں روانہ کیا ہے، جلد جلد میر صاحب کی کیفیتِ مزاج سے مطلع فرماتے رہو اور عزیزم مولوی عبد الحکیم سلمہٗ سے بعد سلامِ مسنون بتاکید کہہ دو کہ وہ میر صاحب کے حال سے مفصل اطلاع دیتے رہیں۔ دوسرا خط مرسلہ معہ منی آرڈر دس روپیہ واسطے صرفِ طلبۂ مدرسہ وصول ہوا۔ رسید میرے پاس ہے، اِن شاء اللہ بھیجدوں گا۔ ورنہ اسی تحریر کو بجائے رسید تصور فرماویں۔ وہ خط جو بند لفافہ میں بجواب خطِ عزیز روانہ کیا تھا اُس کا جواب ہنوز نہ روانہ کیا۔ میں اور دیگر وابستگان سب منتظر ہیں! بجواب خطِ ہٰذا ٹھیک ارادہ سے مطلع فرماوٗ۔ سب چھوٹے بڑے سلام و دعا کہتے ہیں میری طرف سے اپنے سب عزیزان و احباب کو سلام کہنا۔ اور لختِ جگر محمد قاسم طال عمرہٗ کو دعا۔ برخوردار محمد حسن، نورچشم سید محمد، عزیز غفور الحسن والدہ سید محمد و ہمشیرگان سید محمد سلام و آداب و دعا کہتے ہیں۔

۲۳ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ یکشنبہ روز

مکتوب نمبرہ،

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔
بخدمت برادرِ مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ تمھارے دو خط موصول ہو کر سرمایۂ مسرت ہوئے۔ میں بوجوہ تحریر جواب سے قاصر رہا۔ اوّل ہجوم کار متعلقہ، دوسرے بوجہ موسم بہارانہ بعض احباب کی تشریف آوری اور اُن کی مدارات میں اوقات فرصت کا صرف ہونا۔ تیسرے برخوردار ی کلاں، والدہ محمد حسن طال عمرہما عرصہ سے علیل ہے۔ اکثر اوقات تبخیر کی شکایت، گاہے گاہے تپ کا اندیشہ امراضِ نسائی اُن سب کا منشا ہے۔ عبدالاضحیٰ سے اب تک اس نکرنے سخت پریشان کر رکھا ہے۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ بہ نسبت سابق اس کو بہت افاقہ ہے۔ اور دوا پرہیز وغیرہ بحال خود ہے۔ دُعا کرو اللہ پوری صحت دے۔ بالجملہ ان وجوہ سے تحریر جواب میں زیادہ دیر ہوئی۔ معاف فرماؤ۔ تمھاری کیفیت دریافت ہو کر رنج ہوا۔ اللہ کریم رحم فرماوے۔ واقعی بلا بختگی آب علاج قدح بالکل ناجائز ہے۔ چندے اور انتظار کرو۔ صوفی قربان احمد صاحب کو ایک فقیر نے سرمہ کا نسخہ بتلایا ہے۔ کہتے ہیں امراض چشم کو بہت مفید ہے۔ جالا (اور) نزول ماء کو دُور کرتا ہے۔ میں اس بات کا منتظر ہوں کہ ایک دو جگہ تجربہ ہو جائے اس کے بعد ان شاء اللہ ضرور کسی قدر خرید وں گا۔ نصف اس کا والدہ سید محمد کو دیا جائیگا اور نصف تمھارے پاس بھیجوں گا۔ ان شاء اللہ۔

میر صاحب کی کیفیتِ مزاج سے مفصل اطلاع دو۔ بھائی صاحب ہنوز تشریف

نہیں لائے۔ اوائلِ سرما میں اِن شاء اللہ آویں گے۔ بھائی صاحب کے آنے کے بعد جو تاریخ شادی قرار پاوے گی اِن شاء اللہ تم کو مطلع کروں گا۔ عبد اللہ خاں خورجوی معہ محمد خاں فرزند حسین علی خاں شب میں تشریف لائے ہیں۔ محمد خاں بقصد طالب علمی آیا ہے، مقیم رہے گا اور عبد اللہ خاں بعد دو چار روز کے واپس جاوینگے نور الحسن صاحب حیدر آباد سے تشریف لائے ہیں، قریب دو ماہ قیام کریں گے۔ سب تم کو سلام کہتے ہیں۔ میرا سب کو سلام کہہ دیجیے۔

۱۶ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ روز جمعہ

مکتوب نمبر ۶۷ بزبان فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔ ....

بعد سلام مسنون و شوق دیدار تحریر کرتا ہے۔ عرصہ ہو گیا کہ آن عزیز اور آن عزیز کے وابستگان کی خیریت کی کوئی اطلاع نہ ملی تعلق خاطر کی بنا پر پریشانی لاحق ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ میرے اس خط کو دیکھتے ہی فوراً جملہ حالات سے مطلع کریں۔ باقی میں اور میرے گھر والے بخیر ہیں۔ الحمد للہ۔

قبل ازیں تبدیلیٔ موسم اور کثرتِ بارش کی وجہ سے والدہ سید محمد سلمۂ

۵۱

سیدمحمد کی چھوٹی بہن، برخوردار محمد حسن اور خود بندۂ نحیف زکام و بخار میں ایک ہفتہ تک مبتلا رہے۔ آخر اللہ تعالیٰ کا فضل شاملِ حال رہا اور سب کو صحت میسر ہوگئی۔ فَلَهُ الْحَمْدُ وَالشُّكْرُ۔

کل بروز دوشنبہ یکم جمادی الاولیٰ برخوردار محمد حسن کی ختنہ ہونی قرار پائی ہے۔ .... نورچشمی کی رخصت کے وقت جو کہ اوائل سرما میں متوقع ہے آن عزیز کی تشریف آوری کا ابھی سے تقاضا ہے۔ میری دخترِ کلاں کو پہلے کے مقابلہ میں بہت افاقہ ہے۔ اطمینان رکھیں۔ اپنے عمِ بزرگوار، جد امجد، اپنی والدہ ماجدہ، برادرم مولوی محمد حسن، حکیم عبدالحکیم اور اپنے تمام احباب و متعلقین کو میری طرف سے سلام مسنون پہنچائیں۔ عزیزان نحیف آپ کو اور آپ کے متعلقین کو سلام پہنچاتے ہیں۔ نورچشم سیدمحمد اور محمد حسن آپ کو سلام کہتے ہیں۔

(غرہ جمادی الاولیٰ بروز یکشنبہ)

مکتوب نمبر ۷، بزبان فارسی

ترجمہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بندۂ نحیف احقرالزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادرِ مکرم، عزیز تر از من بمن ....

بعد سلام مسنون و دعائے ترقیات تحریر کرتا ہے کہ آپ کا خط پہنچا، آن عزیز کی علالت کی خبر سے نہ پوچھئے کہ مجھ پر اور میری جانِ ناتوان پر کیا عالم گزرا۔ خدا آپ کو نوازے اور افضالِ خداوندی آپ کے شاملِ حال رہے اور شفاءِ کاملہ اور صحت

عاجلاً آپ کو نصیب ہو۔ آمین آمین۔

آپ پر لازم ہے کہ میرے خط کے دیکھتے ہی فوراً اپنی اور اپنے خاندان کی خیریت سے اطلاع دیں۔ آپ کی امی اور ہمشیرہ (یعنی میری اہلیہ اور دختر) آپ کے خط کے مضمون سے جو سعادت سے لبریز تھا نہایت محظوظ ہوئیں اور تہِ دل سے آں عزیز کے حق میں دعائیں کرتی ہیں۔ ربِّ رحیم وکریم قبول فرمائے۔

اشعارِ تقریظ جو آپ نے بھیجے تھے اُن کو از اوّل تا آخر میں نے دیکھا، ماشاء اللہ خوب لکھے ہیں کیونکہ میں ناکارہ فنِ شاعری سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس لائق نہیں ہوں کہ آپ کے اشعار بہ نظرِ اصلاح دیکھوں یا آں عزیز کے الفاظ یا بندش کی اصلاح کروں۔ مگر واللہ آں عزیز کی دلجوئی غالب آئی اور آں عزیز کی خاطرِ نازک کے ملال کے اندیشہ سے چار و ناچار ایک دو حرف کی اصلاح کر دی ہے۔ اگر پسندِ خاطر ہو فبہا ورنہ بے تکلف اس کو قلم زد کر دیں۔ آپ کا بھائی سید محمد سلمہٗ اس وقت میرے پاس بیٹھا ہے، زبان واشارے سے خدمتِ عزیز میں سلام پہنچاتا ہے قبول فرمائیں۔ اور دعائے خیر میں اس کو یاد رکھیں۔ بروز سہ شنبہ ۲ جمادی الاولیٰ عزیز محمد حسن کی ختنہ سے فراغت ہوئی۔ کیونکہ پُروا ہوا متواتر چل رہی ہے اس لئے ابھی عزیز محمد حسن کو صحتِ کلی حاصل نہیں ہوئی۔ اِن شاء اللہ جمعہ کے دن تک بالکل تندرست ہو جائیگا۔ اطمینان خاطر رکھیں۔

میرے تمام متعلقین اور اپنے احباب وطلبہ وخدام مدرسہ کی طرف سے آپ خود بھی سلام قبول فرمائیں۔ اور اپنے اہلِ خاندان کو بھی سلام پہنچا دیں۔ اور عزیزم محمد قاسم سلمہٗ کے سر پر میری طرف سے دستِ شفقت رکھ کر دعائیں دیں۔ نیز محمد قاسم کی والدہ کو بھی دعا کہہ دیں۔ مولوی خادم حسین صاحب حافظ عبدالرحمٰن صاحب، حکیم مولوی ظہور الحق صاحب، مولوی خلیل الرحمٰن صاحب

اور شاہ ممتاز علی صاحب سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ قبول فرمائیں۔ بھائی نورالحسن صاحب عزیز غفورالحسن اور رضا حسین سراپا شوق بن کر سلام مسنون پیش کرتے ہیں قبول فرمائیں۔ مولوی خلیل الرحمٰن دہرہ دون سے ترکِ تعلق کرکے امروہہ پہنچ گئے ہیں۔ اہلِ مدرسہ مولوی ظفریاب خاں کی بے توجہی سے تنگ آگئے تھے۔ جب وہ رخصت پر گھر چلے گئے تو اہلِ مدرسہ نے اُن کی جگہ مولوی خلیل الرحمٰن کو دیدی۔

۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۶ھ بروز دوشنبہ

احقرالزمن احمد حسن غفرلہٗ

مکتوب نمبر ۷

بندۂ نحیف احقرالزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات برادر مکرم عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ بتقریب تعزیت انتقال جناب نواب محمد محمود علی خاں صاحب مرحوم و مغفور بہمراہی مہتمم صاحب منجانب مدرسہ میں چھتاری گیا تھا۔ وہاں سے اہلِ خورجہ نے نہ چھوڑا اور خورجہ جانا پڑا۔ چودھویں روز وطن واپس آیا ہوں۔ نتیجہ اس سفر کا بحق مدرسہ اچھا رہا۔ نامۂ عزیز رکھا ہوا ملا۔ بینائی کی جو حالت لکھی ہے دیکھی نہیں جاتی۔ ربِّ کریم عزیز کے حال پر رحم فرماوے۔ اور جلد شفاءِ عاجلہ نصیب کرے۔ غالباً پانی پختہ ہوگیا ہو۔ اب ڈاکٹر عبدالرحمٰن[۵] صاحب (مظفرنگری) کو ملاحظہ کراکر جلد آنکھ کو بنوایا جاوے۔

---

[۵] ڈاکٹر عبدالرحمٰن مظفرنگری۔ عقیدتمندانِ حضرت نانوتویؒ میں آپ نمایاں حیثیت رکھتے تھے افسوس کہ آپ کے حالات نہیں مل سکے۔ اور سالِ وفات کا بھی پتہ نہیں۔ ۱۲

قصیدہ جو مرسل کیا ہے ماشاء اللہ ہر طرح لائق پسند ہے۔ جزاک اللہ۔ منشی حمید الدین صاحب کی خبر آمد قریب ہے۔ ان شاء اللہ عند الملاقات حرف حرف ان کو سنایا جائیگا۔ اطمینان فرماویں۔ مولوی خادم حسین صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے نیز بہت پسند کیا۔ دونوں صاحب سلام کہتے ہیں۔ اگر دشوار نہ ہو نواب صاحب مرحوم کے انتقال کی تاریخ ضرور لکھیئے۔ اسلام اور اہل اسلام کے بڑے معاون تھے۔ اور ہم سب کے ساتھ رابطہ خواجہ تاشی تھا۔ حضرت (حاجی صاحب) مدظلہ کی ان کے حال پر بڑی عنایت تھی۔ سب احباب کا سلام قبول ہو۔ میری طرف سے اپنے سب والبستگان کو سلام کہنا بالخصوص جداً امجد دعم بزرگوار دع عزیز الم مولوی عبدالحکیم و مولوی محمد حسن میاں محمد اسحٰق، نور چشم محمد قاسم اور اس کی والدہ کو دعا۔ اپنی والدہ ماجدہ کو سلام کہنا۔ نور چشم سید محمد و محمد حسن دع عزیز غفور الحسن کا سلام و آداب قبول ہو۔

۵ رجب ۱۳۱۶ھ پنجشنبہ از امروہہ

مکتوب نمبر ۹۰

بندہ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادرم جامع کمالات عزیزم مولوی محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون مکلف ہے۔ منشی حمید الدین صاحب پرسوں بروز پنجشنبہ سنبھل سے تشریف لائے۔ آج بروز سہ شنبہ واپس گئے ہیں بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہیں قصیدہ مولفہ عزیز حرفاً حرفاً منشی صاحب سلمہٗ کو سنایا گیا

بہت پسند کیا اور ہمراہ لے گئے ہیں۔ شاید وہاں جاکر کچھ تم کو بھی لکھیں۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب (مظفر نگری) کو خط بھیجدیا گیا، آنکھوں کے بنوانے میں ضرور توجہ کیجئے۔ مجھ کو اللہ کے افضال سے کامل اُمید ہے بصارت عمدہ ہوگی۔ اِنْ شاء اللہ، اِنْ شاء اللہ۔

مجھ کو بریلی و ریاست چھتاری سے طلب، واسطے امتحانِ طلبہ و شرکت جلسۂ دستار بندی آچکی ہے اور سنبھل کا جانا خود لازم۔ مگر بھائی صاحب قبلہ غالباً اوائل شعبان میں تشریف لے آویں۔ رُخصت صرف ایک ماہ کی ہو۔ غالباً شعبان ہی میں تقریبِ رُخصت قرار پاوے۔ ایسی حالت میں سفر کرنا مشکل مگر تاہم چھتاری جانا ضرور ہے۔ تاریخ جلسہ ۱۲ر شعبان ہے۔ اور دو روز پیشتر سے بغرض امتحان طلب کرتے ہیں شاید ۱۹ ر ۲۰ر شعبان تک چھتاری چلا جاؤں۔ آئندہ الغیب عنداللہ۔

سب عزیزان واحباب اور اپنے جملہ والستگان کو سلام کہہ دینا۔ عزیز قاسم اور اس کی والدہ کو دُعا۔ برخوردار سید محمد، برخوردار محمد حسن بخیریت ہیں۔ سلام وآداب کہتے ہیں۔ اُس کی والدہ ہمشیرگان، عزیز غفور الحسن، رضا حسین، مولوی خادم حسین، حافظ عبدالرحمٰن، حکیم ظہور الحق، مولوی عبدالغفور[1]، مولوی عبدالحق، شاہ بہار الدین صاحب، شاہ ممتاز علی صاحب، محبوب خاں وغیرہ سلام کہتے ہیں۔

۱۴ر دسمبر ۱۸۹۰ء

---

[1] مولانا عبدالغفور سیوہاروی۔ آپ حضرت محدّث امروہیؒ کے مایۂ ناز شاگرد تھے۔ کئی مدارس میں علوم دینیہ کا درس دیا۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے ابتدائی عربی تعلیم آپ ہی سے حاصل کی۔ ۱۲۔

مکتوب نمبر ۸۰

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادرِ مکرم مولوی عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے ۔ الحمد للہ علیٰ کلِّ حالٍ ۔ بتاریخ دوسری شعبان بھائی صاحب تشریف لے آئے ۔ قیام فقط ۲۰ شعبان تک ہے ۔ ناچار اسی حالتِ عجلت میں تقریبِ شادی ۱۶ کو قرار پائی ہے ۔ گو تمھاری معذوری سب کو معلوم ہے مگر باوجود اس کے والدۂ سید محمد طال عمرہٗ تمھاری شرکت کی بہت آرزومند ہیں ۔ اور علیٰ ہٰذا جناب بھائی صاحب قبلہ (اور) میں بھی بالکل (ہمہ تن) آرزو مند ہوکر بشرطِ عدمِ دشواری تمھاری شرکت کا خواستگار ہوں ۔ جہاں تک ممکن ہو خود بھی قصد کیجئے اور عزیزان محمد اسحٰق و محمد ابراہیم و سید ظہور حسن صاحب و عزیزم مولوی محمد حسن صاحب و مولوی عبد الحکیم صاحب و نورِ چشم محمد قاسم طال عمرہٗ کو ضرور ہمراہ لائیں ۔

گھر میں کی یہ آرزو ہے کہ والدۂ محمد قاسم بھی تکلیف کریں ۔ سب عزیزان کو سلام و دعا ۔ والدعا ۔

عزیز محمد ابراہیم نے جو رضائی بندۂ نحیف کے واسطے حاجی محمد اکبر صاحب (مراد آبادی) کے ذریعہ روانہ کی (ہے) پہونچی ۔ اللہ کریم جزائے خیر دے آمین ۔ فقط

راقم

سید محمد اصغر حسین و بندۂ نحیف احمد حسن غفر لہما

۶ شعبان المعظم ۱۳۱۶ھ

سہ شنبہ از امروہہ

مکتوب نمبر ۱۸

•ندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات برادرم مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے کل بروز سہ شنبہ ایک خط باطلاع تاریخ عقد نور چشمی زاد عمرہا روانہ کر چکا ہوں۔ بعد روانگی اس خط کے تمہارا نامہ پہنچا میر فتح حسین صاحب کے ہاں تقریب شادی میں جو تم شرکت چاہتے ہو۔ میں ان شاء اللہ میر صاحب موصوف کی یاد فرمائی کا مشکور ہو کر ضرور شریک ہوتا مگر چونکہ خود میری دختر کے عقد کی تقریب پیش ہے۔ اب بجواب اس کے اور کیا لکھوں کہ میر صاحب موصوف مجھ کو معذور سمجھ کر معاف فرمادیں۔ اللہ تعالیٰ یہ تقریب اُن کو مبارک فرماوے۔ آمین میں نے اپنے خط میں جو تاریخ عقد لکھی ہے، غلطی کی۔ بجائے ۱۶[1] تاریخ ۱۷ لکھ گیا ہوں۔ تاریخ عقد ۱۶ ربروز جمعہ ہے۔ عزیز محمد ابراہیم سلمہ نے جو رضائی میرے واسطے بھیجی، وصول ہوئی۔ مجھ کو بہت پسند آئی۔ ان شاء اللہ خود استعمال کرونگا رب کریم عزیز کو بایں ہمہ اخلاص خوش و خرم رکھے اور مرادات قلبی برلاوے۔ بھائی صاحب فرماتے ہیں اونٹ یکسالہ نر ہو یا مادہ اگر خاص بیکانیر (میں) اصطبل راجہ صاحب سے خرید اجائے، اوسط درجہ کا سو روپیہ کا مل سکتا ہے اور اعلیٰ اعلیٰ کو اور ادنیٰ ادنیٰ کو۔ دو برس کی قیمت سو روپیہ سے زیادہ ہوگی۔

مظہر الہادی اجمیر میں اور قریب آنے والے ہیں۔ والد مولوی مظہر الہادی منشی

---

[1] سہواً یہ تحریر فرمایا حضرت نے اپنے پہلے خط میں ۱۶ تاریخ ہی لکھی ہے

محمد عبدالرحمٰن صاحب امروہہ میں بمحلہ چاہ ملا امان تشریف رکھتے ہیں۔ برخوردار محمد قاسم کو دُعا اور سب کو سلام۔ نورچشم سید محمد اور محمد حسن بخیریت ہیں۔ سلام و آداب کہتے ہیں۔ فقط۔

۷ رشعبان المعظم ۱۳۱۶ھ چہارشنبہ از امروہہ ضلع مرادآباد

مکتوب نمبر ۸۲

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی سلمہٗ ربہٗ۔

بعد سلام مسنون، مدعا نگار ہے میں چھتاری، بریلی بعد فراغ تقریبات بطور دورۂ مقررہ گیا تھا، چھتاری کے مدرسہ میں جلسۂ دستار بندی تھا، اور بریلی کے دونوں مدرسوں میں نیز امتحان کی خدمت انجام دینی پڑی۔ ۲۹ رشعبان کو وطن آیا ہوں۔ تمھارے خطوط سے درد کمر کی بہت شکایت معلوم ہوتی تھی اس کے بعد کوئی اطلاع نہیں ملی طبیعت کو بہت تردد ہے۔ بفور مطالعہ اس خط کے پوری کیفیت سے اطلاع دو۔

اشعارِ تہنیت بہت پسند آئے جزاکم اللہ خیر الجزاء۔ بھائی صاحب قبلہ بہت مشتاق دیدار رکھتے۔ ۲۰ رشعبان کو بہ غیبت احقر ملازمت پر واپس تشریف لے گئے سلام کہہ گئے ہیں۔ برادرم سید محمد عبدالقیوم صاحب نے دس روپے کا آرڈر روانہ فرماکر بندۂ نحیف کو بہت ممنون کیا۔ جزاء ھم اللہ عنی خیر الجزاء۔ میری طرف سے شکریہ لکھ دینا۔ عین تاریخ پر آرڈر پہونچا ...... پھر میں سفر میں چلا گیا اس لئے تحریر شکریہ سے قاصر رہا۔ ضرور شکریہ تحریر کیجئے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن کو

خط لکھ دیا گیا۔ جواب نہیں آیا۔ لکھو کیا ارادہ ہے۔ میں بفضلہ تعالیٰ اس تقریب سے خوبی کے ساتھ فارغ ہوا۔ قرضہ کی آفت سے بھی محفوظ رہا۔ اطمینان فرمائیے۔ مبلغ پانچ روپیہ کا آرڈر تمھارے نام بھیجتا ہوں۔ مولوی بشیر احمد صاحب[1] کو عمدہ قسم کی گلیم سیاہ مطلوب ہے۔ بمعرفت برادرم محمد عبد الکریم خرید کرا کر بذریعہ پارسل بھیجد یجئے۔ مگر کمبل عمدہ ہو جو صرف زیادہ پڑے بے تکلف لکھا جائے۔ اگر قیمت ادا کر کر کچھ نہ بچے۔ پارسل بیرنگ بھیجی جائے۔

سب اعزا کو سلام و دعا۔ مولوی خادم حسین، مولوی عبد الغفور صاحب سلام کہتے ہیں۔

۶ ر رمضان المبارک پنجشنبہ از امروہہ ضلع مرادآباد
۱۹ ر جنوری ۱۸۹۹ء

مکتوب نمبر ۸۳

بندۂ ضعیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ۔
بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

---

[1] مولوی بشیر احمد فریدی ابن شیخ ابدال محمد احقر کے جد امجد تھے۔ اپنے بڑے بھائی منشی ارشاد علی صاحب فریدی سے زیادہ تر اکتساب علم کیا "البشیر النصائح" اور "بشیر المدائح" فارسی کی یہ دونوں کتابیں منشی ارشاد علی فریدی کی تالیف ہیں آپ ہی کے نام سے موسوم ہیں آپ پنجاب میں ڈپٹی محکمہ انہار رہے۔
۱۹۱۵ء میں انتقال ہوا۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہونچکر سرمایۂ مسرت ہوا۔ درد کمر میں تخفیف ہوئی۔ فی الجملہ مورثِ اطمینان ہوا۔ اللہ کریم بقیہ امراضِ لاحقہ سے شفاءِ کامل نصیب فرماکر مقاصدِ قلبی پر فائز فرمادے۔ گلیم سیاہ کے بارے میں جو تحریر کیا ہے، جملہ دریافت ہوا۔ اس قیمت (یعنی) پانچ روپے سے زیادہ قیمت کی چادر خریدنی منظور نہیں۔ سابق میں عزیز غفورالحسن نے بوساطت عزیزم مولوی محمد حسن صاحب ایک چادر (گلیم سیاہ) طلب کی تھی۔ غالباً اسی قیمت یا اس سے بھی کسی قدر کم کو خریدی گئی ہے بس اگر ویسی مل سکے بے تکلف بھیجدیجئے۔ اور اگر وہ نمونہ یاد نہیں خیر مختصر یہ ہے کہ پانچ روپیہ قیمت کی چادر (گلیم سیاہ) خرید کر بھیجدو۔ بلٹی بنام منشی شبیر علی مالک کارخانہ ڈاک گھوڑا گاڑی روانہ فرمایئے یا بنام حاجی محمد اکبر صاحب بیرنگ بھیجدیجئے محصول وغیرہ وصول کرلیں گے۔

مولوی حکیم محمد بخش صاحب نے قائم گنج ضلع فرخ آباد سے خط لکھا ہے بہت پریشان ہیں۔ اُن کی اہلیہ نے جو ہر طرح لائق و اہل تھیں انتقال کیا اور دو بچے چھوڑے۔ اِنّا للہ۔ اللہ مغفرت فرمائے۔ اور اُن کو صبر دے۔ شاید جیبذا آبا کے واسطے امروہہ بھی تشریف لاویں۔ غالباً تم کو بھی خط لکھا ہو۔

سب کو سلام و دعا اور سب کی طرف سے دعا و سلام۔ ہاں خوب یاد آیا، حسبِ وعدہ غالباً تم شوال میں امروہہ کا قصد کرو۔ بہتر یہ ہے کہ چادر (گلیم سیاہ) ہمراہ لاؤ۔ دوسرا تردد کرنا فضول ہے۔ میں نے بجواب خط مولوی محمد بخش صاحب اپنی رضامندی سے اطلاع دیدی۔

۱۶ر رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

یکشنبہ۔ از امروہہ ضلع مرادآباد

مکتوب نمبر ۱۴۰ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ....

بعد سلام مسنون و دعاہائے عافیت جسمانی و روحانی و ترقیاتِ ظاہری و باطنی می نگارد۔

آپ کے بھیجے ہوئے پچاس روپیہ بذریعہ ڈاک پہنچے۔ مخدومی و مکرمی حاجی سید محمد ہدایت علی[۱] صاحب کے حادثۂ ارتحال کی خبر سے نہ پوچھئے کہ میرے دلِ غمگین پر کیا گذری۔ خدا کی قسم اُن روابط کو یاد کر کے جو میرے اور اُن کے درمیان تھے اور اُن کے عزیزوں کے صدمہ کو یاد کر کے جو کچھ میرے دل پر گزرتی ہے، اُس کو میں جانتا ہوں یا میرا دل جانتا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں کہ جزع و فزع سب بے سود ہے۔ ع

اوست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند

(وہ بادشاہ حقیقی ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے)

ہم بندگانِ بانیاز کا کام یہی ہے کہ اپنے ربِّ کریم کی رضا کے سامنے سرِ تسلیم خم کریں اور صبرِ جمیل کی بشارتوں کو یاد کر کے سب کے سب صبر کے ساتھ زندگی گذاریں اور مرحوم و مغفور کے لئے دُعائے مغفرت کریں۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے امتحانات کے وقت لغزش کا ہونا اندیشۂ ذلت و رسوائی سے خالی نہیں ہے اللہ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو اس ذلت و رسوائی سے محفوظ رکھے۔ اسی وجہ سے

---

[۱] - حاجی سید ہدایت علی صاحب ابن سید امانت علی الحاج مولانا سید محمد عبدالغنی صاحب کے جدِ امجد کے بھائی تھے۔

میں نے بھی صبر و استقلال کے سنگِ گراں کو سینہ و دل پر محکم رکھ کر دُعاءِ مغفرت کی اور قرآن شریف کی تلاوت کرکے اُن کی رُوح کو ثواب پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے ساتھ اپنی رحمتِ خاصہ کا معاملہ فرمائے اور وابستگان کو صبرِ جمیل عطا کرکے اپنی مرضیات کی توفیق سے نوازے۔ ایک خط جو بعنوانِ تعزیت تھا۔ برادرم منشی عبداللطیف صاحب اور دیگر عزیزوں کے پاس روانہ کردیا ہے۔ آں عزیز بھی، ملاقات کے وقت اُن کو میرا سلام پہنچادیں۔ اور میری طرف سے تعزیتِ مسنونہ پیش کردیں۔ میں نے آں عزیز کے پہلے خط کے جواب میں خط لکھا ہے۔ وہ اِن شاء اللہ پہنچے گا۔ ایک سیاہ کمبل پانچ روپیہ تک کی قیمت کا جو عمدہ قسم کا ہو خرید کر بھیجدیں اور اس کی بلٹی منشی شبیر علی صاحب مالک کارخانہ گھوڑا گاڑی کے نام بمقام مرادآباد بھیجدیں اور جلد بھیجیں مولوی خادم حسین صاحب اور حافظ مولوی محمد حسین صاحب تعزیتِ مسنونہ کے بعد آپ کو سلام پیش کرتے ہیں۔ ان دونوں سے بھی دُعاءِ مغفرت اور ایصالِ ثواب کی درخواست کی گئی ہے۔

منشی عبدالحق[1] صاحب عباسی امروہی بھی سلام پیش کرتے ہیں۔ سب کی طرف سے سب کو سلام۔

۲۴؍ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ بروز دوشنبہ

---

[1] منشی عبدالحق صاحب عباسی۔ آپ خاندانِ عباسی کے ایک ذی وجاہت فرد تھے مولانا انوارالحق صاحب عباسی، مولانا نورالحق صاحب عباسی، مولانا اظہارالحق صاحب شہیق عباسی مولانا ریاض الحق صاحب عباسی۔ مولانا حکیم ابرارالحق صاحب عباسی آپکے ذی علم اور لائق صاحبزادگان تھے۔ قاری عزیزالحق صاحب ابن مولانا نورالحق صاحب عباسی سابق مدرس تجوید و قرأت جامعہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ آپکے پوتے تھے آپکے نواسوں میں مولانا سید حامد حسن صاحب مہتمم مدرسہ، مولانا حافظ طاہر حسن صاحب استاذِ حدیث مدرسہ۔ مولانا حافظ عارف حسن صاحب وغیرہم ہیں۔

مکتوب نمبر ۸۵

باسمہ تعالیٰ و تقدس

یک شمہ نیست ہمچو حنا، اختیارِ ما
در دستِ غیر ہست قیام و قرارِ ما

(مہندی کی طرح ہمیں ذرہ برابر اختیار نہیں۔ ہمارا قیام و قرار دوسرے کے ہاتھ میں ہے)

بندۂ نحیف خادم الطلباء احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ....

بعد سلام مسنون لکھتا ہوں۔ آن عزیز کے بھیجے ہوئے پچیس ۲۵ روپے بذریعہ ڈاک پہنچے برادرم میر شجاعت علی[1] کی رحلت کی اطلاع پاکر (اللہ تعالیٰ اُن کو جوارِ رحمت میں جگہ دے) نہ پوچھئے کہ کیا میرے دلِ حزیں پر گذری۔ خدا کی قسم آپ لوگوں کے صدمہ کو یاد کرکے بالخصوص یہ خیال کرکے کہ میر صاحب سلمہٗ نے عالمِ پیری میں غم و اندوہ کے اس بارِ گراں کو برداشت کیا۔ دراں حالیکہ ابھی برادرم میر ہدایت علی کے انتقال کے صدمہ سے اُن کا قلبِ حزیں صد پارہ تھا کہ یہ واقعہ جانکاہ اُن کی جاں گدازی کا باعث ہوا میرے دل پر غم پر غم، صدمہ پر صدمہ، حیرت پر حیرت بر افزائش طاری ہے لیکن آپ جانتے ہیں اور سبھی جانتے ہیں کہ جو پیدا ہوا ہے وہ مرنے کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ ہر ایک کو یہ راہ نادیدنی دیکھنا اور یہ ذائقہ ناچشیدنی چکھنا لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر ایک نفس موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے) پس تقدیم و تاخیر کے ساتھ ہر شخص کو یہی راہ درپیش ہے۔ ہاں یہ فرق ہے کہ اگر ہمارے

---

[1] میر شجاعت علی ابن میر سعادت علی۔ آپ الحاج مولانا حافظ سید محمد عبد الغنی رح صاحب کے والد کے چچا زاد بھائی تھے ۱۲

عزیز ہمارے سامنے رخصت ہو جائیں اور ہم اپنی خوش نصیبی اور توفیق ازلی سے خوبیٔ صبر کو ہاتھ سے نہ دیں اور اس صبر کی بشارتوں کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں اور یہ جان لیں ع

"کہ ہر چہ ساقیٔ ما ریخت عین الطاف ست"

(جو کچھ ساقیِ ازل نے ہمارے پیمانہ میں ڈال دیا وہ عین مہربانی ہے)

تو معیتِ خداوندی جو کہ ہمارا اور آپ کا مقصودِ اعظم ہے، ہم کو نصیب ہو جائے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) اور ایسی حالتِ زبوں کے ساتھ کہ ہم سراپا آبِ معاصی میں غرق ہیں۔ اُمیدِ نجات و دخولِ جنت اور امیدِ نعمتِ وصول مزید برآں ہے۔ آیات و احادیث کو دیکھئے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مومنین صابرین کو کسطرح بشارتوں سے نوازا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ اگر ہمارے متعلقین ہمارے بعد رخصت ہوں تو ہم کو بجز اس کے کہ ان تمام مبشرات سے یاس و حرماں ہو اور کیا حاصل ہوگا۔ پس ہم بندگانِ بانیاز کے لئے مآل اندیشی یہی ہے کہ جزع و فزع کو بے سود جان کر سب صبر کے ساتھ گزاریں اور ایسے امتحان کے وقت قدمِ استقلال کو جمائے رکھیں اور سمجھ لیں کہ ع

"او ست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند"

(وہ بادشاہِ حقیقی ہے جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے)

میں نے بھی صبر کر کے اپنے حسبِ توفیق مرحوم کیلئے ایصالِ ثواب کے بعد دعاءِ مغفرت کی اللہ تعالیٰ مرحوم کو نوازے اور بخشے اور اپنے جوارِ رحمت میں راحت کی جگہ مرحمت فرمائے اور اپنے مقربین کے ساتھ اپنے الطاف کا مورد بنائے۔ آمین!

تمام عزیزوں بالخصوص جناب میر صاحب سلمہٗ اور آن عزیز سے اُمید

رکھتا ہوں کہ صبر و استقلال کے سنگِ گراں کو اپنے سینہ و دل پر رکھ کر صبر و سکون سے گذاریں اور مرحوم کے حق میں دعائے مغفرت کریں۔ اور اپنی موت کو یاد کر کے اپنے اوقات کو مرضیاتِ خداوندی میں گذاریں۔ اور بس!

حافظ مولوی عبد الرحمٰن صاحب کی معرفت مطبع مجتبائی سے کتبِ حدیث و تفسیر منگائی ہیں۔ اِن شاء اللہ وہ عنقریب بھیجیں گے۔ خاطر جمع رکھیں اور تمام عزیزوں کی خدمت میں میرا اسلام پہنچائیں اور میرے تمام متعلقین کی طرف سے سلام مسنون پیش کر کے تعزیت کر دیں۔ بالخصوص میر صاحب[1] سلمہٗ کی خدمت میں ملازمین و مدرسین اور طلباءِ مدرسہ سب کے سب آپکی خدمتمیں سلام مسنون پہنچاتے ہیں۔

عزیزم حامد حسن[2] حیدر آباد سے وطن پہونچ گئے ہیں اور جلد واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں وہ اپنا سلام پیش کرتے ہیں۔

..... اس وقت میں اپنے مکان میں بیٹھا ہوں مرسلہ روپیوں کی دونوں رسید مدرسہ میں ہیں۔ چونکہ خط کی روانگی میں چند وجوہ سے تاخیر ہوگئی، انتظارِ رسید کو فضول سمجھ کر اسی تحریر کو بجائے رسید بھیج رہا ہوں......

احقر الزمن احمد حسن عفر لہٗ

۱۵ شوال ۱۳۱۶ھ یکشنبہ

---

[1] میر سعادت علی ۱۲

[2] افسر الاطباء حکیم حامد حسن رضوی امروہی ۱۲

مکتوب نمبر ۸۶

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔
بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلّمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مُکلّف ہے۔ نامہ پہنچا۔ بدریافت خبر انتقال مکرمی حاجی محمد یٰسین[1] صاحب، جو صدمہ گذرا کیا لکھوں۔ بیشک ایسے ہی قدسی صفات تھے کہ اُن کی رحلت پر جس قدر صدمہ گذرے تھوڑا ہے۔ اللہ کریم اُن کی مغفرت فرمائے اور بندگانِ خاص کے قرب میں اُن کو جائے راحت دے اور وابستگان کو جمیل صبر کے ساتھ نوازے۔ میں نے حسبِ توفیق اپنی مرحوم ومغفور کے واسطے ایصالِ ثواب کرکے دُعائے مغفرت کی۔ ربِّ رحیم قبول فرماوے۔ آمین۔

پارسل مرسلہ عزیز معرفت حاجی محمد اکبر صاحب وصول ہوا۔ پنجشنبہ کے روز پارسل بعد مغرب میرے پاس آیا تھا اور جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ بتقریب شرکت جلسۂ نکاح صاحبزادہ حاجی محمد اکبر صاحب میں مراد آباد چلا گیا۔ وہاں سے دوشنبہ کے روز واپس آیا۔ سہ شنبہ کو صاحبزادہ حافظ مولوی محمد احمد صاحب امروہہ تشریف لائے اور کل بروز جمعہ روانہ وطن ہُوئے اس لئے رسید پارسل بھیجنے میں البتہ دیر ہوئی۔ مہتمم مدرسہ مولوی نادر شاہ خانصاحب[2] کو پارسل قبل روانگی مراد آباد سپرد کرچکا

---

[1] حاجی محمد یٰسین صاحب۔ حضرت مولانا پھلاودیؒ کی ابتدائی تعلیم کے معلّمین میں سے تھے۔ ماہر عملیات تھے۔ کھنولی میں قیام تھا۔ وہیں انتقال ہوا اور وہیں اُن کی قبر ہے۔

[2] مولوی نادر شاہ خانصاحب وکیل ساکن محلہ نیازی بان شہر امروہہ کے معزز اور باوقار

(باقی صفحہ آئندہ پر)

اور تفصیل جملہ پارچہ ہائے گرما و سرما کی لکھوادی تھی۔ شاید خاں صاحب رسید روانہ فرمادیں۔ اس وقت مکان پر بیٹھا ہوا ہوں اسلئے مفصل رسید نہیں بھیج سکتا۔ اطمینان فرماؤ۔ اِن شاء اللہ عقب سے بھیجوں گا۔

گلیم سیاہ معہ ایک روپیہ بقیہ کے مولوی بشیر احمد صاحب کو دی گئی (اسکو) بہت پسند کیا اور درحقیقت گلیم مرسلہ لائق پسند ہے بالخصوص اس قیمت میں۔ آنکھ کے معالجہ کے بارے میں مناسب مشورہ ہے کہ اوائل سرما تک انتظار کیا جاوے۔

سید محمد طال عمرہٗ کا (سلام) آداب قبول ہو۔ اس کے واسطے نَرآہو ہرگز نہ لیجئے۔ واقعی سخت دشواری ہوگی۔ مجھے یاد نہیں کہ اس نے یہ فرمائش کی تھی یا اب یاد کرتا ہو۔ اگر کسی وقت ہٹ کرے گا یہاں پر میسر آنا ممکن ہے۔ تم ہرگز کوئی خیال مت کرو۔ والدۂ سید محمد مع ہمشیرگان (سید محمد) و برخورداران محمد حسن و حسین احمد و نورچشمی جمیلہ و عزیزان عفور الحسن، رضا حسین دعا و سلام عرض کرتے ہیں۔ والسلام۔

(تاریخ ۲۵ مارچ ۱۹۹ء)

(بقیہ حاشیہ صفحہ)

بزرگ تھے۔ عرصہ تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے مہتمم رہے۔ طلباء پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ ۱۳۷۳ھ میں انتقال کیا۔ میر محمد ابراہیم پھلاودی ذوق ثانی برادر حضرت پھلاودیؒ نے آپ کے انتقال پر ایک قطعۂ تاریخ وفات لکھا ہے جس میں معنوی و صوری دونوں قسم کی تاریخیں نکالی ہیں۔ صوری تاریخ یہ ہے۔

تھی جمادی ثانی کی تاریخ دسویں صاحبو ۔۔۔ سال تیرہ سو چہالیس ہجری تھا اندر گِنِس

یوم شنبہ کا تھا مرحوم کا یوم وفات ۔۔۔ جب چلے دنیا کے دوں سے سوئے فردوس برِیں

مکتوب نمبر ۸۷

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم بہتر از من بجن جامع کمالات عزیزم مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔ بالعافیت الجسمانیہ والروحانیہ۔

بعد سلام مسنون و دعاہائے خیر مدعا نگار ہے یہ سابق میں خط عزیز کا جواب نامۂ نحیف پہونچکر سرمایۂ مسرت ہوا تھا جواب میں کچھ بانتظار تحریر جناب بھائی صاحب اور کچھ بہ ہجوم کار مدرسہ دیر ہوئی تھی کہ پرسوں دوسرا نامہ پہونچا کیفیت علالت دریافت ہوکر جو صدمہ گذرا کیا لکھوں۔ پابندی خدمت گذاری مدرسہ وطلبۂ مدرسہ نے اس مرتبہ پا بزنجیر کر رکھا ہے کہ جنبش کرنا دشوار ہے ورنہ اپنے دل پر جو گذرا اور گذر رہا ہے ایسا نہیں جس کی برداشت سہل ہو اور بحالت صبر چپکا بیٹھا رہوں اور اس پرچے کے روانہ کرنے پر اکتفا کروں۔ تاہم جو جو خیال پختہ ہو ہوکر شبانہ روز ہجوم کر رہے ہیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ خدا کرے تائید غیبی وارادۂ خداوندی اپنا رہبر ہو۔ اور موانع وعوائق سے نیک نجات ملے۔ شعر

یک گونہ نیست ہیچ جنا اختیار ما
در دست دیگر ست خزان وبہار ما

آج دو روز کے تردد کے بعد یہ خط لکھ رہا ہوں اور چونکہ میری طرز اضطراب سے خود واقف ہو اسلئے زیادہ تاکید کے ساتھ آرزومند ہوں کہ روزانہ ایک پرچہ متضمن حالات لکھ کر بھیجتے رہو۔ تمھاری اماں صاحبہ وہمشیرگان وعزیزان عنوز الحسن ورضا حسین مزاج پرسی کے بعد سلام مسنون کہتے ہیں اور نیز اکثر احباب سب دعا کر رہے ہیں۔ اللہ کریم شفاء عاجلہ وصحت کاملہ نصیب فرماکر تادیر سلامت رکھے۔

لختِ جگر سید محمد، برخورداران محمد حسن و حسین احمد و نورِ چشمی جمیلہ تم کو (سلام و)
آداب کہتے ہیں میرا سلام و دعا اپنے سب متعلقین و احباب و اعزا کو کہہ دینا
حافظ مولوی عبدالرحمٰن صاحب، مولوی خادم حسین صاحب، مولوی عبدالحق
صاحب، مولوی عبدالغفور صاحب، شاہ ممتاز علی صاحب و شاہ بہاءالدین
صاحب کا خاص سلام قبول ہو۔

۳ رذی الحجہ آدینہ روز امروہہ ضلع مرادآباد
محلہ پیرزادگان ۱۵ اراپریل ۱۸۹۹ء

مکتوب نمبر ۸۰

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب
سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ میں بفضلہ تعالیٰ باجملہ وابستگان
بخیریت ہوں اور خیریت عزیز کا ہر وقت خواستگار۔ دیر سے خط نہیں آیا
باعثِ تعلقِ خاطر ہے۔ مناسب ہے کہ بفور مطالعہ خط ہٰذا اجمالاً کیفیت سے مفصل
اطلاع دو۔ اور بہت جلد جلد خط بھیجتے رہو۔ بھائی صاحب مفصلات میں ہیں۔
افسرانِ صیغۂ پولیس سے اتفاقی ملاقات ہوتی ہے اس لئے عزیز محمد ابراہیم
سلمہٗ کے تعلق کے بارے میں کچھ نافع کوشش نہیں کر سکتے۔ مع ہٰذا لکھتے ہیں
کہ رئیسِ تازہ با اختیار ہوئے ہیں اُن کی توجہ زیادہ اس طرف ہے کہ ملکی نوکر
رکھا جاوے۔

منشی عبدالرحمٰن[1] صاحب فرماتے ہیں۔ نقل اسناد کارگزاری مدراس سند کے جس سے ستوفی ہونا معلوم ہو بھیجد یجیئے یا خط ایک افسر یعنی سپرنٹنڈنٹ پولیس کے نام روانہ کیا جاوے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب مسلمان ہیں اور حکیم محمد حسن[2] صاحب کے شاگرد مظہرالہادی (اور) منشی عبدالرحمٰن صاحب سے رابطہ ملاقات ہے ان شاء اللہ اُن کی توجہ سے اُمید ہے کہ عزیز محمد ابراہیم کو روزگار مل جاوے۔ آئندہ مقدر۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب کا سلام قبول ہو۔ مولوی مظہرالہادی

---

[1] منشی عبدالرحمٰن صاحب عباسی ساکن محلہ چاہ مُلّا امان امروہہ کے ایک معزز شخص تھے

[2] حکیم محمد حسن ابن شیخ کرامت علی از احفادِ داؤد بڑہگہ۔ ۱۲۴۹ھ میں پیدا ہوئے۔ علومِ عقلیہ میں مولانا فضلِ حق خیرآبادی کے، علومِ نقلیہ میں مولانا مفتی صدرالدین دہلوی کے اور طب میں حکیم امام الدین دہلوی کے شاگرد تھے۔ حاجی نجم الدین خلیفہ حضرت شاہ محمد سلیمان صاحب تونسوی سے بیعت تھے۔ بسلسلۂ ملازمت آگرہ کوہ آبو میں رہے۔ بعدہٗ گورنمنٹ کالج اجمیر میں فارسی اور عربی کے پروفیسر مقرر ہوئے۔ کالج سے رخصت لیکر کچھ عرصہ مہارانا اودے پور کے طبیب خاص رہے۔ ریاست پالنپور میں بھی ملازم رہے پھر اپنی مستقل ملازمت پر اجمیر چلے آئے تقریباً ۴۰ سال اجمیر میں قیام رہا۔ ترکِ ملازمت کرکے اجمیر ہی میں مطب کیا۔ عمر کے آخری سال وطن میں گزارے۔ علمِ تصوف سے آپکو خاص دلچسپی تھی، توریت اور انجیل کا گہرا مطالعہ کیا تھا۔ آپ نے تفسیر غایۃ البرہان اُردو میں اور تفسیر حضرت شاہی فارسی میں۔ شرح فصوص الحکم، تلخیص التواریخ، عقائد حسن، کواکب دُرّیہ، معراج رسول، حقانیتِ اسلام، آثارِ محشر وغیرہ اور ان کے علاوہ بہت سی کتابیں تالیف و تصنیف کی ہیں۔ ۱۹ رمضان المبارک ۱۳۲۳ھ میں وفات ہوئی اور اپنے باغ متصل تکیہ ساہو میں دفن ہوئے۔ (ماخوذ از تذکرۃ الکرام) آپکی نمازِ جنازہ حضرت محدث امروہی نے پڑھائی

اس وقت بمعیت مولوی حکیم محمد حسن صاحب بھوپال ہیں۔ کچھ عرصہ بعد ان شاء اللہ واپس ہو جائیں گے۔ سب عزیزوں کو سلام و دعا۔

اہلِ ندوۃ امروہہ حسب طلب مولوی مشتاق حسین وبعض وابستگان مولوی صاحب آئے، تخیف ہر طرح یک سو رہا۔ اہلِ شہر نے پوری شرکت نہیں کی صرف محلہ کنبوہ اور محلہ قریشی شریک ہوا۔ چندہ کی مقدار کم رہی۔ گیارہ سو روپیہ جمع ہوا۔.....

اہلِ ندوۃ مجھ سے ملے دیر تک کلام رہا۔.........

۱۸ ذی الحجہ شنبہ از امروہہ ضلع مرادآباد

۳۰ اپریل ۱۸۹۹ء

مکتوب نمبر ۸۹

بندۂ نحیف خادم الطلبا احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمکم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعائے ترقیات مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا۔ خیریت دریافت ہو کر تسلی ہوئی اللہ کریم شفاء عاجلہ نصیب فرما کر صحت جسمانی و روحانی کے ساتھ تادیر سلامت باکرامت رکھے .... دُعا فرمایئے فضلِ خداوندی ہمیشہ سرپرستی فرماوے۔ آمین!

حکیم مولوی محمد حسن صاحب ہنوز بھوپال ہیں۔ گیارہ بارہ محرم کو ان شاء اللہ روانہ ہوں گے۔ منشی عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں۔ "لعد آنے مولوی محمد حسن صاحب کے اسانید مطلوبہ بھیجدیجئے"

عزیزم مولوی مظہر الہادی، مولوی محمد حسن صاحب کے ہمراہ ہیں۔ آج پانچواں

روز ہے اُن کے صاحبزادہ پیدا ہوا ہے زوجۂ ثانیہ سے، بچہ بہت کمزور ہے دودھ بھی کمی کے ساتھ پیتا ہے۔ دُعا فرماؤ اللہ اس کو عمر طبعی دے اور سعید و صالح فرما دے۔ تاریخی نام اگر لکھ بھیجو، اچھا ہے۔ نور چشم سید محمد طال عمرہٗ (سلامٌ) آداب کے بعد کہہ رہا ہے۔ "بھائی تم نے ہرنی کے بچے خریدنے و پالنے کی کیوں تکلیف اُٹھائی۔ بھیّا قاسم میں تمھارا احسانمند ہوں۔ گو میرا دل چاہتا ہے اس کو طلب کروں، مگر فی الواقع آنا دُشوار ہے۔ بھائی صاحب تم اپنے پاس رکھو سید محمد کی والدہ، ہمشیرگان سب کو دعا و سلام کہتی ہیں۔ میری طرف سے سب کو سلام کہہ دینا۔ اس وقت فی الجملہ متوحش ہوں مگر بفضلہ تعالیٰ خیریت ہے۔

۱۰ محرم ۱۳۱۷ھ یکشنبہ از امروہہ ضلع مراد آباد
محلہ پیرزادگان ۲۲ مئی ۱۸۹۹ء

مکتوب نمبر ۹

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات برادرم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلّمہم اللہ تعالیٰ۔ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا۔ مولوی خادم حسن صاحب کے نام جو مرصع تحریر تھی وہ اُن کو مُلاحظہ کرا دی گئی شاید جواب لکھ دیں۔ فرماتے ہیں شیرینی کی دعوت دینے رہیں، کوئی عذر نہیں۔ خدارا کسی تدبیر سے آؤ اور کھاؤ۔ آپ کی آمد کی علیحدہ شیرینی دوں گا۔ مجھ کو مولوی صاحب کی مردانہ ہمّت سے بے شک اُمید ہے کہ اُن کا جواب تحقیقی ہے۔ کل میں مولوی حکیم محمد حسن صاحب سے ملا۔ مولوی صاحب

سے فرمایا کہ جس مضمون کا خط آپ یا حافظ صاحب لکھ دیں، میں بعینہٖ اس کی اپنے ہاتھ سے نقل کرکے اپنی مہر لگادوں۔ مگر مجھ کو اُس شخص سے کوئی اُمید نہیں کہ وہ اس پر پورا التفات کرے۔ بے شک، صاحب اختیار، میرا شاگرد، مگر لیاقت کہاں! بعد قطع تعلق از ریاست اجمیر، اُن کو جو اخلاص اور دعوئ اخلاص تھا سب کا خاتمہ ہو گیا۔ حافظ صاحب کو آپ اس مضمون کی اطلاع دیں۔ اگر خط لکھوائیں اسناد بھیجدیں ورنہ جو مرضی"۔ عزیزم مولوی مظہر الہادی بچھرایوں گئے ہیں۔ شاید کل تک آجائیں۔ ان کا خط بھی آپ کے نام پہنچے گا مطمئن رہیں۔ فقط۔ سب کا سلام اور سب کو سلام۔ ۱۰ رجون ۱۸۹۹ء

مکتوب نمبر ۹۱

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلّمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ عرصہ ہوا، جو خطِ عزیز سرمایۂ مسرت ہوا تھا۔ چونکہ جواب اس کا دوسرے کے جواب پر موقوف تھا۔ اس لئے بانتظار اس جواب کے اس قدر دیر واقع ہوئی اور امروز فردا ہوتے ہوتے یہ وقت آگیا۔ اس وقت تک مولوی محمد حسن صاحب کی تحریر کا کوئی جواب نہیں۔ مولوی صاحب فرماتے ہیں۔ "مجھ کو اوّل ہی سے ناامیدی تھی مگر بلحاظ آپ کے اور مولوی عبد الغنی صاحب کے خط لکھنا گوارا کیا تھا۔ خیر۔ اب مولوی صاحب اس کا کچھ انتظار نہ فرمادیں اور اس نااہل سے کچھ امید نہ رکھیں۔ افسوس اتنا ہے کہ آپ کو (اور) مولوی محمد عبد الغنی

صاحب کو ناحق کوفت انتظار اٹھانی پڑی"۔ اور تم کو سلام بھی کہتے ہیں۔ حمائل موصوفہ میں نے بھی دیکھی ہے واقعی عمدہ چھپی ہے۔ اِنْ شاء اللہ میں بھی خرید دوں گا۔ اپنی کیفیتِ مزاج سے معہ جملہ متعلقین مفصل اطلاع دو۔ میں نے آج کل ایک انگریزی چٹھی کا جو ملکِ اسٹریا سے آئی تھی جواب لکھا ہے۔ خلاصہ مضمون یہ ہے کہ توحید و رسالت کو بدلائلِ عقلیہ ثابت کیا ہے[1]۔ اور یہ بھی کہ اس وقت یعنی بعد بعثت حضور سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نجاتِ اُخروی بغیر اتباعِ شریعت محمدیہ ممکن نہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب مدظلہٗ نے بھی ایک ایک لفظ مسموع فرمایا اور بہت پسند کیا۔ بریلی میں اس کا ترجمہ انگریزی ہو کر معہ اصل کے شاید قریب روانہ ہو۔ مولوی عبدالغفور صاحب سیوہاروی سے تمھارے واسطے نقل کرا رہا ہوں۔ اِن شاء اللہ بعد نقل خدمت میں روانہ کردوں گا۔ بارش کی کشش باعثِ ہزار وحشت ہے۔ غلہ کی گرانی ہوتی جاتی ہے دُعا کرو اللہ بر تر رحم فرماوے اور ہم سیاہ کاروں کی بداعمالیوں سے درگذر کرے آمین سب وابستگانِ بندۂ نحیف تم کو اور تمھارے سب متعلقین کو سلام و دعا کہتے ہیں۔ اپنے سب احباب و سب عزیزان کو میرا سلام کہہ دینا۔

۲ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ ۱۱ اگست ۱۸۹۹ء روز جمعہ از امروہہ
ضلع مرادآباد۔ محلہ پیرزادگان

---

[1] حضرت مولانا پھلاودی نے اس تحریر دلپذیر کو دیکھ کر حسب ذیل قطعہ تاریخ عربی زبان میں لکھا۔

یَا مَنْ ھُوَ عَالِمٌ شَہِیرٌ — اِسْتَغْزَرَ عِلْمُکَ الْغَزِیرُ
اُوْتِیْتَ جَوَامِعَ الْکَلِمِ فِیْہِ — اَعْطَاکَ رَسُوْلُنَا الْبَشِیرُ
اَبْدَعْتَ کَقَاسِمِ الْعُلُوْمِ — فِی الْفَضْلِ کِلَاکُمَا نَظِیرُ
طَالَعْتُ کِتَابَکُمْ مِرَارًا — اُلْہِمْتُ بِاَنَّکَ الْخَبِیرُ

اَرَّخْتُ لِذَالِکَ ارْتِجَالًا
لَا نِدَّ لَہٗ وَلَا نَظِیرُ
۱۳۱۷ھ

مکتوب نمبر ۹۲

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ کل نامۂ عزیز پہنچا۔ مکرمی میر[1] سعادت علی صاحب مرحوم کے واقعہ انتقال سے جو صدمہ گزرا۔ کیا لکھوں صبر و شکیبائی کے سوا اور کیا چارہ۔ ربِ رحیم مغفور مبرور کو اپنے بندگان خاص کے قرب میں جائے راحت دے۔ اور رحمتِ خاصہ کے ساتھ نوازے۔ آمین

عزیز کو چاہئے کہ بیادِ مبشراتِ صبر، صبرِ جمیل فرماویں اور سب وابستگانِ کو تسلی دیں فانّ للّٰہ ما اخذ ولہٗ ما اعطیٰ وکلُّ شیٍٔ عندہٗ بمقدار فلتصبر ولتحتسب ۔ میں نے حسبِ توفیق ایصالِ ثواب کر کے بحق مرحوم دعائے مغفرت کی۔ ربِ کریم قبول فرماوے۔

سب وابستگان کو میری طرف سے بعد تعزیتِ مسنونہ سلام مسنون کہہ دینا۔ متعلقانِ نحیف سب سلام کہتے ہیں۔

۱۸ ربیع الثانی ۱۳۱۷ھ شنبہ از امروہہ
۲۶ اگست ۱۸۹۹ء

---

[1] میر سعادت علی بن میر امانت علی صاحب۔ آپ حضرت پھلاودیؒ کے دادا کے بھائی تھے۔

مکتوب نمبر ۹۳

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ،

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلّمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مکلف ہے۔ دیر سے خط نہیں آیا باعث تردد ہے اور چونکہ اخبار پریشان، مرض کے ہر طرف سے مسموع ہوتے ہیں اسلئے زیادہ تردد ہے۔ مناسب کہ بفور مطالعہ اس خط کے اپنی اور اپنے سب متعلقین کی خیریت سے مفصل اطلاع دو اور اپنا تمامی حال مفصل لکھو۔ یہاں پر فی الجملہ مرض رہا مگر اب بفضلہ تعالیٰ امن ہے۔ آخر ماہ بھادوں میں کسی قدر بارش بھی ہوئی۔ فالحمد للہ مگر غلہ گراں ہے۔ ساڑھے آٹھ ثار (سیر) کے گیہوں ہیں اور بظاہر امید ارزانی نہیں۔ دُعا فرماؤ اللہ رحم فرماوے اور ہم سیاہ کاروں کی زبونی اعمال سے درگذر کرے۔ آمین۔

مولوی[1] احمد حسن صاحب کانپوری کی تحریرات سے حضرت قبلہ مدظلہ' کا زیادہ علیل ہونا معلوم ہوا۔ مولوی احمد حسن صاحب (کانپوری) شدائدِ مرض کی

---

[1] مولانا احمد حسن صاحب کانپوری۔ آپ پنجاب کے باشندے تھے۔ حضرت مفتی لطف اللہ علی گڑھی سے تعلیم پائی۔ جامع معقول و منقول تھے۔ مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے ابتدائی دور میں آپ مدرس دوم رہے اس کے بعد مدرسہ فیض عام کانپور میں درس و تدریس کا سلسلہ جاری کیا اور تاحیات وہیں پر اپنے چشمۂ فیوض علمیہ سے تشنگانِ علوم کو سیراب کیا۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کے خلیفہ مجاز تھے ۱۳۲۲ھ میں کانپور میں انتقال فرمایا۔

اطلاع پاکر حسب ایما حضرت قبلہ عرب شریف کو روانہ ہوگئے۔ زہے نصیب چاہئے نہیں جس کو بلاتے ہیں یوں۔ دُعا فرماؤ اللہ کریم حضرت پیر و مرشد کو شفاءِ عاجلہ نصیب فرما کر تا دیر ہم سب کے سر پر سلامت با کرامت سایہ گستر رکھے۔ عزیز غفور الحسن سلمہٗ بامید روزگار حیدر آباد روانہ ہوگئے۔ عزیز رضا حسین، لختِ جگر سید محمد، اس کی والدہ، ہمشیرگان۔ تمھیں اور تمھارے سب متعلقین کو سلام کہتے ہیں۔ میرا اسلام سب کو کہہ دینا۔ میاں قاسم کو دُعا

۷، ۲۲ر جمادی الاولیٰ ۱۳۱۷ھ مہ ر اکتوبر ۱۸۹۹ء

از امروہہ

مکتوب نمبر ۹۴

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ اس وقت ایک ایسے حادثۂ جانکاہ کی اطلاع دیتا ہوں جو تمام ہندوستان کے واسطے قیامت سے کم نہیں۔ وہ یہ کہ حضرت قبلہ مرشد برحق نور اللہ مرقدہٗ نے بداعیِ اجل ۱۲ر جمادی الثانیہ چہار شنبہ کو صبح کی اذان کے وقت لبیک فرماکر رحلت[1] فرمائی إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُون۔

---

[1] حضرت پھلاودیؒ نے حضرت حاجی صاحب قدس سرہٗ کی وفات کی خبر سُن کر ایک قطعہ تاریخ وفات لکھا جس کے چند شعر یہ ہیں ؎

در شریعت کس نبود ہمپایہ اش | در طریقت کس نبود ش ہمقریں
گشت از نورِ محمد مستنیر | مستفیض از رحمۃ اللعالمین
دست گیرِ اولیاء و اتقیاء | قاسم العلم و رشید الکاملیں
آہ دل از اہلِ دل ہمراہ بُرد | آوخ آوخ ماتِ شمس العارفیں
۴۴ تعمیہ | ۱۳۱۷ھ

واقعی یہ صدمہ ناقابلِ برداشت ہے مگر ع
اوست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند
دیکھنا اس وقت امتحان میں ثابت قدم رہنا فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ لَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْئٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ فَلْتَصْبِرْ وَلْتَحْتَسِبْ
دعا کرو حضرت علیہ الرحمۃ کو ربِّ کریم اپنے قربِ خاص میں جائے راحت دے اور ہم سب وابستگان کی نیک سرپرستی فرماکر ہم سب کو توفیقِ مرضیات کے ساتھ موفق فرمادے اور اپنے اسلاف علیہم الرحمۃ کے برکات کے ساتھ مستفیض فرمادے اور خاتمہ بالخیر کرے۔ آمین!
کل بعد نمازِ جمعہ قرآن خوانی کرکے ایصالِ ثواب کیا گیا اور پرسوں پنجشنبہ کو نیز قریب سَو قرآن کے ایصالِ ثواب کیا۔ باقی خیریت۔ والسّلام
۱۳؍ رجب ۱۳۱۷ھ شبنہ
(تاریخ مہرِ ڈاک ۱۸؍ نومبر ۱۸۹۹ء)

مکتوب نمبر ۹۵

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ
بخدمت جامع کمالات برادر مکرم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلّمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مکلّف ہے۔ دیر ہوئی جو نامۂ عزیز سرمایۂ مسرت ہوا تھا میں رمضان میں بھی بوجوہ کچھ ایسا عدیم الفرصت رہا جو اس وقت تک تمہارے خط کا جواب نہ لکھ سکا۔ اِنْ شاءَ اللہ بہت جلد ملِ کر سب احوال بیان کروں گا۔ اطمینان فرماؤ۔ دفترِ ہفتم مثنوی شریف واقعی نادر الوجود ہے۔ بلکہ نایاب

اہالیانِ مطبع جسقدر اس کی قدر کریں کم ہے۔ مگر مدارِ کارِ مطبع یعنی جناب مولوی احمد حسن صاحب (کانپوری) بیت اللہ شریف ہیں۔ یہ معاملے کیونکر ہو اور کس سے ہو۔ ذی الحجہ کے آخر یا اوائلِ محرم میں ان شاء اللہ وہ آجائیں گے۔ اس وقت ان شاء اللہ مناسب طور پر تحریک کی جاوے گی۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب (مظفر نگری) نے اپنے مدرسہ قاسمیہ کے امتحان یا تقسیم انعام کا جلسہ تیسری چوتھی شوال (کو) مقرر کیا ہے۔ بہت اصرار و آرزو کے ساتھ مجھے طلب فرماتے ہیں۔ خود دو خط بھیجے ہیں اور صاحبزادہ صاحب کا خط نیز آیا ہے۔ بامیدِ ملاقات عزیزو حاضری دیوبند و گنگوہ عازم ہوں۔ اللہ راست لاوے۔ یہاں پردو شخص معتبر نے، ایک وہ جو حیدرآباد سے آئے ہیں اور ایک بین پوری سے۔ ادائے شہادت کی کہ ۲۹ر شعبان (بروز سہ شنبہ) بچشم خود چاند دیکھا اور وہاں پر بالکل مطلع صاف تھا۔ علیٰ ہٰذا ٹونک۔ اجمیر، نواحِ لکھنؤ، دِلّی، نواحِ علی گڑھ ہر طرف سے بطور استفاضہ یہی خبر ہے۔ میں نے یہاں پر اعلان کر دیا کہ پنجشنبہ کے دن ۳۰ر رمضان ہے۔ گنگوہ، دیوبند میں بھی یوں ہی اعلان کیا گیا ہے۔ والسلام

مُہر ڈاک ۲۶ر جنوری ۱۹۰۰ء

مکتوب نمبر ۹۶

(از گنگوہ)

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ......

بخدمت عزیزم مولوی محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ میں آج بروز سہ شنبہ مولانا (گنگوہی) مدظلہم

کی خدمت سے رخصت ہو کر سہارنپور جاتا ہوں۔ وہاں سے کل ان شاء اللہ تعالیٰ وطن کو روانہ ہو جاؤں گا۔

مولانا مدظلہم تم کو اور تمھارے سب متعلقین کو سلام مسنون فرماتے ہیں اور بفضلہ تعالیٰ بخیریت ہیں۔ یہ بھی فرماتے ہیں کہ حفظ صحت مسلمان کو بہت ضروری ہے زیادہ عمر میں بڑے بڑے کام کر سکتا ہے۔ محنت شاقہ کرکے اپنے کو ہلاک کر دینا ہے۔ ضرور مشاغل میں کچھ کمی کر دو اور محنت بقدر طاقت رکھو۔ خدمت علم (اور) مشاغل سے زیادہ اہم ہے اور زیادہ مفید۔

عزیز محمد یوسف[1] مجھ سے دیوبند آملا، گنگوہ میرے ہمراہ آیا حضرت کے سلسلہ میں اس کو داخل کرا دیا۔ بارک اللہ۔ حضرت نے جو اس کو تعلیم فرمایا ہے میں بھی قلمبند کئے دیتا ہوں۔ تم بھی اس کی نگرانی رکھنا اور علیٰ ہٰذا عزیز محمد ابراہیم کی اور اپنے سب وابستگان کو میرا شوق کے ساتھ سلام مسنون کہنا اور برخوردار محمد قاسم کو دعا بھائی امیر شاہ خاں صاحب مولوی عبدالرحمٰن صاحب، حافظ عبدالرحیم، مولوی عبداللہ سلام مسنون کہتے ہیں۔ جناب لوی مسعود احمد صاحب صاحبزادہ حافظ احمد صاحب سلام کہتے ہیں۔ مولوی عبدالعلی[2]

---

[1] میر محمد یوسف علی حضرت پھلاودیؒ کے چچا میر ظہور الحسن کے صاحبزادے تھے۔

[2] ۔ مولانا عبدالعلی صاحب فریدی عبداللہ پور ضلع میرٹھ کے رہنے والے تھے حضرت قاسم العلوم والمعارف کے تلامذہ میں سے تھے حضرت مولانا احمد علی سہارنپوری۔ حضرت مولانا فیض الحسن سہارنپوری رحمہم اللہ سے بھی اکتساب علم کیا تھا۔ دارالعلوم دیوبند، مدرسہ شاہی مرادآباد میں صدر مدرس رہے۔ آخر میں مدرسہ عبدالرب دہلی سے تعلق ہوگیا تھا وہیں تا حیات درس علوم دینیہ دیا۔ اور سیکڑوں تشنگان علوم دینیہ کو سیراب کیا۔ ۱۳۳۷ھ میں انتقال فرمایا۔ اور احاطہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ میں مدفون ہوئے

صاحب نے مدرسہ دیوبند سے علیحدگی اختیار کی۔ دیکھئے کیا نتیجہ ہو اور تنزل کس عضو ضعیف پر گرے۔ فقط۔

مکتوب نمبر۹۷

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت جامع کمالات برادرم عزیز مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مکلف ہے جس وقت سے میں عزیز سے رخصت ہوا ہوں جب سے آج تک کوئی خط عزیز نہیں پہنچا، باعث تعلق خاطر ہے۔ مناسب کہ بفور مطالعہ اس خط کے تمامی حالات سے اطلاع دو...... یہ زمانہ علاج تقدرح کے مناسب ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے بھی فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ آخر سرما میں علاج ہوگا۔ اُمید ہے تم مظفر نگر ہو اور علاج شروع ہو گیا ہو۔ یہ لکھو کیا ارادہ رہا اور اگر علاج شروع ہو گیا ہے تو نتیجہ علاج کیا رہا۔ جلد جملہ کیفیت سے مفصل اطلاع دو۔ میں تم سے رخصت ہو کر دیوبند پہنچا وہاں سے گنگوہ گیا۔ وہاں سے سہارنپور میں ایک روز قیام کر کے مراد آباد آیا۔ اور ایک شب مراد آباد رہ کر امروہہ بفضلہ تعالیٰ سب کو بخیریت پایا۔ دیوبند سے مولوی عبد العلی صاحب نے ترک تعلق کیا۔ چاہتے ہیں کہ میں خدمت مدرسہ دیوبند قبول کروں بمطابق حالت کے موافق مولوی محمود حسن صاحب کی میری تنخواہ غالباً مساوی ہو اور دونوں ایک درجہ میں سمجھے جاویں۔ تنخواہ ساٹھ روپے متوقع ہیں۔ مجھ کو حالات سابقہ ولاحقہ پر نظر کر کے ہنوز تردد ہے اور اپنا قیام دیوبند خالی از خلش نہیں سمجھتا۔ یہ دوسرا خلجان کہ مدرسہ امروہہ کو غالباً بھاری نقصان پہونچے۔ تم بھی غور کر کے مشورہ دو

لختِ جگر سید محمد کو ۲۵ شوال کو مدرسہ میں بٹھا دیا گیا بفضلہ تعالیٰ روز جاتا ہے۔ مبارک باد، عزیزان کو سلام ودعا اور سب عزیزانِ نحیف کی طرف سے سلام مسنون۔ فقط

۷ ذی قعدہ ۱۳۱۷ھ دوشنبہ از امروہہ ضلع مرادآباد
(تاریخ مہر کارڈ ۱۹ مارچ ۱۹۰۰ء)

مکتوب نمبر ۹۸

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت جامع کمالات برادرم عزیز مولوی عبدالغنی صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون مکلف ہے دیر ہوئی کہ نامۂ عزیز مسرت بخش دلِ حزیں ہوا تھا، ہجوم کارِ متعلقہ و بعض خلش ہائے زمانہ کی وجہ سے اس مرتبہ عدیم الفرصت و پریشانی خاطر تھا کہ جوابِ نامہ لکھنے سے آج تک قاصر رہا۔ عزیز کو کوفت انتظارِ جواب ضرور اٹھانی پڑی ہوگی۔ مگر کیا کروں مجبور تھا۔ نیز مولوی محمد عبدالغفور صاحب تعطیل مدرسہ کی بنا پر وطن میں۔ متعلق جواب کچھ اُن سے بھی دریافت کرنا تھا۔ خیر اندازہ سے زیادہ جواب میں دیر ہوئی۔ معاف کیجئے میری پریشانی کی یہ تفصیل ہے کہ قریب ایک ماہ کا عرصہ ہوا جو میری چچازاد ہمشیرہ میاں آلِ علی کی ہمشیرہ خورد نے انتقال کیا۔ آج گیارہ بارہ روز ہوئے جو میر غلام جیلانی[1] صاحب نے رحلت فرمائی۔

---

[1] میر غلام جیلانی حضرت شاہ ابن قدس سرہٗ کی اولاد سے تھے میر بھاون جنکے نام پر مسجد میر بھاون ہے، آپکے جدِ امجد تھے۔ تاریخ وفات ۱۳۱۸ھ ہے۔ جیسا کہ مکتوب گرامی سے ظاہر ہے۔

اور تیسرا دن ہے کہ مولوی حافظ محمد حسین[1] صاحب مدرس قرآن نے جو میرے پرانے رفیق اور دوست تھے، انھوں نے داعیۂ اجل کو لبیک کہا، اور وہ صدمۂ مفارقت دیا کہ ناقابلِ برداشت۔ حافظ صاحب کے انتقال کا صدمہ دیکھئے کب تک نہ بھولا جائے۔ اللہ کریم اُن کو اور اُن سب کو غریقِ رحمت فرما کر اپنے قربِ رحمت میں جائے راحت دے آمین!

دُعائے مغفرت ذمۂ عزیز ہے۔ میر قطب الدین صاحب کے صاحبزادے کی شادی قریب الوقوع تھی غالباً عزیز کو شرکت پر مجبور کرتے مگر بوجہ اس حادثہ[2] کے ملتوی رہی۔ میری طرف سے سب کو سلام کہہ دینا اور میاں قاسم و والدۂ قاسم و عزیزان محمد ابراہیم و محمد اسحاق کو دعا۔ لختِ جگر سید محمد و عزیز محمد حسن و رضا حسن و مولوی خادم حسن صاحب اور مولوی عبدالرحمٰن صاحب (کا) سلام مسنون۔ (نور جہاں) (لڑکیاں) اور اُن کی والدہ دُعا و سلام کہتی ہیں۔ بیان یزدانی میرٹھی کے انتقال کا صدمہ گزرا

---

[1] مولانا حافظ محمد حسین صاحب صدیقی محلہ قریشیان امروہہ کے ساکن تھے۔ مادرزاد نابینا تھے۔ مدت العمر درس و تدریس کا شغل رہا۔ عرصہ تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں مدرس رہے۔ حفظِ قرآن کے شعبہ میں بھی آپ نے بہت زیادہ فیض پہنچایا۔ کثیر التعداد جید حفاظِ قرآن آپ کے شاگرد تھے۔ مؤلف تحفۃ التواریخ نے آپ کی استعداد کے بارے میں فارسی زبان میں جو کچھ لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے۔ "آپ نے تفسیر، فقہ، عقائد وغیرہ کی اکثر کتبِ درسیہ پڑھی تھیں اور استعدادِ کامل پیدا کی تھی۔

۱۳۱۸ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

تذکرۃ الکرام میں لکھا ہے کہ آپ نے تقریباً ۱۳۲۳ھ میں وفات پائی۔ یہ غلط ہے جیسا کہ اسی مکتوب گرامی سے ظاہر ہو رہا ہے۔ [2] وفات میر غلام جیلانی

اپنی مفصل کیفیت سے اطلاع دو۔ مولوی عبدالغفور کے آنے کے بعد ان شاء اللہ جملہ تحریرات کا مقابلہ کرلیا جائے گا۔ اطمینان رکھو۔ فقط

۲۵ صفر ۱۳۱۸ھ از امروہہ ضلع مرادآباد

(۲۶ جون ۱۹۰۰ء) از امروہہ

مکتوب نمبر ۹۹

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ بعد سلام مسنون و دعائے ترقیات مدعا نگار ہے۔ الحمدللہ کہ میں با جملہ وابستگان بخیریت ہوں اور خیریت عزیز و متعلقان عزیز کا ہر دم خواستگار۔ دیر ہوئی کہ نامۂ عزیز سرمایۂ مسرت ہوا تھا۔ اس کے بعد کوئی خط نہیں آیا۔ باعث تعلق خاطر ہے مناسب کہ بفور مطالعہ خط ہٰذا کے اپنی اور سب متعلقین کی خیریت سے اطلاع دو۔ مولوی عبدالغفور صاحب آئے تھے مگر دو روز قیام کیا۔ مقابلہ نہ کرسکے مگر ان شاء اللہ بہت جلد مقابلہ قابل اطمینان سے فارغ ہو کر جملہ تحریرات تمہارے پاس بھیجدیں گے اطمینان فرماؤ۔

مولوی احمد حسن صاحب (کانپوری) کو در بارۂ دفتر مفتی لکھ دیا ہے بمضمون جواب سے بعد آنے جواب کے اطلاع دونگا۔ مولوی منظہ الہادی امروہہ میں اُن سے تمہارا پیغام مفصل کہہ دیا تھا۔ وعدہ کیا تھا کہ ان شاء اللہ بذریعہ تحریر اطلاع دونگا اُمید ہے ان کی تحریر پہنچ گئی ہو۔ قصبہ اولدن کے مقلدین اور سراوہ کے غیر مقلدین میں باہم مناظرہ قرار پایا تھا۔ مولوی احمد اللہ غیر مقلد کی بد زبانی اور گستاخی سے

مقلدین تنگ آگئے تھے۔ ناچار مولانا (گنگوہی) مدظلہ نے مناظرہ ہونا گوارا کیا۔ اور مجھے، مولوی محمود حسن صاحب اور مولوی خلیل احمد صاحب کو بتاکید لکھا شریک ہوں۔ گو میری طبیعت کے بالکل خلاف تھا مگر اول حکم ناطق مولانا کا۔ دوسرے یوں معلوم ہوا کہ غیر مقلدین لاہور، پنجاب، دہلی وغیرہ ہر طرف سے ہجوم کریں گے۔ ایسی حالت میں مولوی محمود حسن صاحب، مولوی خلیل احمد صاحب کا تنہا چھوڑنا گوارا نہ ہوا۔ ناچار گلاوٹھی میں، جو مقام مناظرہ تھا فریق مخالف مرعوب ہو کر تابِ مناظرہ نہ لا سکا اور نہ اُس کی جماعت کے عمائد آئے۔ دہلی کے بعض علماء نے ناتمام گفتگو کی اور اثنائے گفتگو میں کھانے کی ضرورت سے اُٹھے مقلدین بعد فراغ فوراً موقع مناظرہ پر پہونچے اور غیر مقلدوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ چھوٹے بڑے نے ملامت کی مگر کچھ التفات نہ کیا۔ دوسرے روز میرا وعظ ہوا۔ اتفاق کی خوبی تنازعہ باہمی کے عواقب خوبی کے ساتھ بیان ہوئے اور مسئلہ تقلید[1]

---

[1] ۔ گلاوٹھی کے اس مناظرہ کا سلسلہ تین دن رہا حضرت مولانا امروہی کے علاوہ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن، حضرت مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰنؒ۔ حضرت مولانا ناظر حسن دیوبندیؒ ۔ .... ۔ حضرت مولانا محمد صدیق صاحب انبیٹھویؒ ۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب واعظ دہلویؒ۔ حضرت مولانا انور شاہ محدث کشمیریؒ۔ حضرت مولانا مفتی ریاض الدین افضل گڑھیؒ۔ حضرت مولانا محمد امین الدین مہتمم مدرسہ امینیہ دہلی اور دیگر علماء و عمائد میرٹھ و بلند شہر احناف کی طرف سے اس میں تشریف لائے۔ مولوی حمید اللہ صاحب مولانا عبدالوہاب صاحب نابینا دہلوی مولوی محمد ادریس صاحب اُلدنی اور مولوی علیم الدین صاحب میرٹھی وغیرہم اہل حدیث کی طرف سے گلاوٹھی میں آئے۔ ۔ یکم ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ کو (بقیہ اگلے صفحہ پر)

مسئلہ قرآتِ خلف الامام جو پیشِ مناظرہ تھے، اُن کا زورِ تقریر کے ساتھ شافی جواب دیا گیا۔ بقایا غیر مقلدین نیز اس جلسۂ وعظ میں شریک تھے (وہ بھی) تحسین کہنے پر مجبور ہوتے۔ فالحمد للہ اس کے بعد رُخصت ہو کر خورجہ آیا وہاں دو تین روز قیام کر کے جمعہ کو وطن واپس پہنچا۔

سب متعلقین کو میرا سلام کہنا اور میرے جملہ وابستگان (کا سلام)۔ نیز غفور الحسن دو ماہ کے واسطے پندرہ روپیہ ماہوار کے نوکر ہو گئے۔ عجب نہیں جلد مستقل ہو جائیں۔ میر قطب الدین کے فرزند سید محمد کی شادی ہو گئی۔ مولانا عبدالرحمن مولوی خادم حسن، شاہ ممتاز علی شاہ بہار الدین خانصاحب (اور) طلبارِ مدرسہ سلام کہتے ہیں۔ پنجشنبہ کے روز یہاں بارش حسبِ دلخواہ ہوئی۔ فالحمد للہ۔

۱۰ ربیع الثانی یکشنبہ ۱۳۱۸ھ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مولانا انور شاہ صاحبؒ کشمیری اُستاد مدرسہ امینیہ دہلی۔ اور مولوی عبدالوہاب صاحب دہلوی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ اس مناظرہ میں احناف کو غلبہ حاصل ہوا۔ ۲ ربیع الثانی کو علی الصباح منشی مہربان علی مرحوم کے مکان پر حضرت محدث امروہیؒ کی ایک معرکۃ الآرا تقریر ہوئی جس میں فاتحہ خلف امام پر سیر حاصل روشنی ڈالی اور نقلی و عقلی دلائل سے ثابت کیا کہ امام کی قرأۃ فاتحہ مقتدی کے لئے کافی ہے۔ اس تقریر میں ایک بڑا مجمع تھا۔ غیر مقلدین کے دو مولوی بھی اس تقریر میں موجود تھے۔

اس مناظرہ کی روئیداد "السراج الانور" کے نام سے نامی پریس میرٹھ میں شائع ہو گئی ہے۔ اسی روئیداد میں حضرت محدث امروہیؒ کی تقریر بھی "باید دید" کے عنوان سے درج ہے۔ اس تقریر کو مولانا سراج احمد صاحب رشیدی نے مرتب فرمایا ہے۔

مکتوب نمبر ۱۰۰

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادرِ مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ و جعلہ فی رضاہ

بعد سلام مسنون مکلّف ہے۔ نامۂ عزیز وصول ہو کر کاشفِ مافیہ (ہوا) مرضِ وبائی کی چھیڑ چھاڑ باعثِ ہزار پریشانی ہے۔ کیا اچھا ہو جو روزانہ ایک کارڈ متضمن خیریت روانہ کرتے رہو۔ باقی اہتمام کے ساتھ صدقات کی کثرت ہونی چاہیے۔ اور استغفار کی مزاولت کم از کم یہ کہ بعد نمازِ فجر و بعد نمازِ مغرب ہر مسجد کے نمازی ایک سو ایک مرتبہ أَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِیْ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ أَتُوْبُ إِلَیْهِ پڑھ کر دعا کرتے رہیں اور دعا اَللّٰهُمَّ أَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَأَعُوْذُ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَأَعُوْذُ بِمَغْفِرَتِكَ مِنْ عَذَابِكَ وَأَعُوْذُ بِرَحْمَتِكَ مِنْ غَضَبِكَ وَأَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ لَا أُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ أَنْتَ كَمَا أَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ نیز کثرت کے ساتھ پڑھتے رہیں ان شاء اللہ عمل مجرب ہے۔ جلد امن ہو گا۔ یہاں پر بفضلہٖ تعالیٰ کچھ کشش کے بعد اب اچھی بارش ہے اور آب و ہوا نیز بفضلہ تعالیٰ قرینِ اعتدال ہے۔ زمانۂ کشش میں فصل کی حالت خطرناک تھی۔ اور اب بافضالہٖ تعالیٰ و تقدس اچھی حالت ہے اور نرخ بھی ٹھہرا ہوا ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک کلہ۔ تمہاری ہمشیرگان (اور) ان کی والدہ سخت پریشان ہیں اور سلام و دعا کے بعد ممنت آرزو مند ہیں کہ روز خط بھیجتے رہو۔ سب احباب اور سب عزیزان سلام کہتے ہیں۔

مولوی احمد حسن صاحب کانپوری نے جو جواب لکھا ملفوف لفافہ کرکے روانہ کرتا ہوں۔ مولوی عبد الغفور صاحب نے ہنوز تحریرات مجھ تک نہیں روانہ کیں شاید بطور خود مقابلہ کرکے تمہارے پاس بھیجدیں۔ تاریخ مندرجہ اچھی ہے۔ اپنے سب متعلقین کو میری اور میرے جملہ وابستگان کی طرف سے سلام و دعا کہنا بالخصوص لخت جگر قاسم و والدۂ قاسم، والدہ ماجدہ صاحبہ و میر ظہور الحسن صاحب و عزیزانم محمد ابراہیم و محمد اسحٰق، مولوی عبد الحکیم[1] و مولوی محمد حسن[2] کو سید محمد طال عمرہٗ محمد حسن و حسین احمد کا رسلام و آداب قبول ہو۔ منشی حمید الدین باجملہ متعلقین بخیر ہیں کل روانہ سنبھل ہونگے۔

۲۲ ربیع الثانی ۱۳۱۵ھ از امروہہ ضلع مرادآباد

مکتوب نمبر ۱۰۱

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبد الغنی صاحب

سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون و دعائے عافیت مدعا نگار ہے۔ پہلے خط سے خیر و عافیت

---

[1] مولوی حکیم عبد الحکیم:۔ آپ حضرت پھلاودیؒ کے دادا کے بھائی میر ہدایت علی کے صاحبزادے ہیں۔ [2]۔ مولوی محمد حسن صاحب حضرت پھلاودیؒ کے تایا سید محمد یعقوب علی کے صاحبزادے اور سید عبد القیوم کے بھائی ہیں۔

عزیزاں دریافت ہوکر تسلّی ہوئی تھی مگر تعجب ہے کہ باوجود اس تاکید کے کہ روزانہ ایک کارڈ بھیجتے رہیں۔ عزیز نے اس دم تک دوسرا خط نہیں بھیجا۔ (یہ بات) باعث خلش خاطر ہے۔ مناسب کہ بفور مطالعہ اس خط کے خیریتِ عزیزاں وجملہ کیفیتِ حال سے مطلع کرو، اور تا اعتدال آب وہوا روزانہ ایک کارڈ متضمن خیریت روانہ کرتے رہو۔ حاجی کرامت اللہ صاحب کے انتقال سے ملال ہوا۔ اللہ کریم اُن کی مغفرت فرماوے اور اُن کی زلات سے درگزر۔ آمین۔ اُن کی ہمشیرہ یا جو وابستگان کہ بندۂ نحیف سے تعارف رکھتے ہوں۔ بعد سلام مسنون اُن کی خدمت میں تعزیتِ مسنونہ کردینا۔ یہاں پر بفضلہ تعالیٰ بارش بہت عمدہ ہے اور ہو رہی ہے۔ فصل کی حالت بھی اچھی ہے اور آب وہوا نیز قرین اعتدال۔ فالحمد للہ۔ رام پور میں مرضِ وبائی (کی) کثرت تھی اور ہنوز پورا امن نہیں۔ صدہا بندگانِ خدا نے داعیۂ اجل کو لبیک کہا۔ مولوی اسدالحق[1] صاحب نے کہ مولانا فضل حق صاحب ومولوی عبدالحق صاحب کی یادگار تھے نیز رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط افسوس یہ ہے کہ مولوی فضل حق صاحب کے عقب میں غالباً اب کوئی اولاد نرینہ

---

[1] ۔ تذکرہ کاملان رامپور میں آپ کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔ "مولانا اسدالحق ابن مولانا عبدالحق خیرآبادی نے تمام علوم وفنون اپنے والد سے پڑھے .... نہایت ذہین تھے۔ اگر عمر نے وفا کی ہوتی تو شہرت میں باپ سے کم نہ ہوتے۔ مدرسہ عالیہ رامپور میں مدرس اعلیٰ تھے عین شباب میں رامپور میں ۴ اگست ۱۹۰۰ء (۱۳۱۸ھ) کو شنبہ کے دن انتقال فرمایا اور میاں خواجہ احمد صاحبؒ کے باغ میں دفن ہوئے" اس میں بھی مولانا اسدالحق کی اولاد کا ذکر نہیں ہے۔ مولانا مفتی نجم الحسن رضوی خیرآبادی سے احقر نے مرحوم کی اولاد کے متعلق استفسار کیا تو حسب ذیل جواب آیا۔

" مولانا اسدالحق صاحب کے صاحبزادے مولوی حکیم ظفرالحق صاحب تھے (باقی صفحہ پر)

نہیں۔ اللہ تعالیٰ غریق رحمت فرماوے۔ آمین!

عزیزم مولوی عبدالرحمٰن صاحب کے متعلقین نیز رام پور بھتے سب بفضلہ اب تک بخیریت ہیں البتہ چھوٹے پسر عبدالقیوم نام کو تخمہ واقع ہوا۔ اضطرا کے ساتھ حافظ صاحب کو طلب کیا۔ حافظ صاحب رامپور ہیں۔ لکھتے ہیں کہ عبدالقیوم کو بہت افاقہ ہے اور نیز شہر میں بیماری کی کمی ہے۔ فالحمدللہ۔

اپنے سب متعلقین کو سلام و دعا کہنا۔ بالخصوص عزیز محمد قاسم، اس کی والدہ و اہلیہ و دادی صاحبہ و عزیزان محمد ابراہیم، محمد اسحٰق، مکرمی میر ظہور الحسن و مولوی محمد حسن و مولوی عبدالحکیم (کو)

۲ رجمادی الاولیٰ ۱۳۱۳ھ یکشنبہ

مکتوب نمبر ۱۰۲

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہ۔

بخدمت جامع کمالات برادرم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مکلف ہے۔ نامہ سرمایۂ مسرت ہوا۔ قصیدۂ ملفوفہ پسند ہے بے تکلف

(بقیہ حاشیہ صفحہ) جنہوں نے مولانا برکات احمد صاحب کے پاس کتب درسیہ اور طب کی کتابیں پڑھی تھیں چونکہ درسیات ادھورے تھے اسلئے طب ہی کا شغل رکھا۔ ۷-۸ سال ہوئے جب دنیا سے رخصت ہوگئے۔ ان کے صاحبزادے میاں عین الحق، محمود آباد ضلع سیتاپور میں کاری اسکول میں ٹیچر ہیں۔ دوسرے ایک صاحبزادے تھے صدر الحق جو پاکستان چلے گئے تھے وہاں فوت ہوگئے سُنا ہے کہ متوفی کے ایک فرزند ہے ..... (مکتوب نوشتہ ۷ جنوری ۱۹۶۰ء)

طبع کرا دیجئے۔

منشی حمید الدین صاحب ان شاء اللہ قریب آنے والے ہیں۔ اُن کو بھی ملاحظہ کرا دیا جائے گا۔ چچا صاحب قبلہ پر محکمہ جنگی سے مخالفین نے ایک مقدمہ برپا کیا ہے ساختہ پرداختہ اُن کا اور یہ (چچا صاحب) ناکردہ ماخوذ۔ فوجداری تک نوبت پہنچی ہے آبرو کا سخت اندیشہ ہے مگر ان شاء اللہ افضالِ الٰہی شاملِ حال ہوں اور چچا صاحب صاف بری ہو جائیں) البتہ روزگار ضرور معرضِ زوال میں ہے اور خدا یہ بھی نہ کرے جملہ والبستگان اور بالخصوص بندۂ نحیف کو بڑی پریشانی ہے۔ دُعاسے معاونت کرنی ضرور ہے عزیزان محمد ابراہیم و محمد اسحٰق کی خیریت سے مطلع کرو اور اپنے سب والبستگان کو میری اور میرے سب متعلقین کی طرف سے سلام و دعا کہنا۔ تمھارے برادرِ عزیز میاں سید محمد طال عمرہٗ اچھے ہیں۔ مدرسہ میں ایک قاری صاحب[1] بعد انتقال حافظ محمد حسین صاحب مرحوم

---

[1] اُستاذ القرار قاری ضیاء الدین صاحبؒ قصبہ نارہ، پرگنہ کڑا ضلع الٰہ آباد کے باشندے تھے ۱۲۹۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ ماجد کا نام شیخ عبد الرزاق تھا۔ ہوش سنبھالا تو سب سے پہلے دائرۂ شاہ محب اللہ الٰہ آبادی میں قرآن مجید حفظ کیا۔ اپنے وطن میں مولوی محمد مہدی سے فارسی پڑھی۔ اس کے بعد آپ شیخ القرار حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب مکی ؒ کے پاس کانپور چلے گئے قاری صاحب نے آپ کی ذکاوت و ذہانت اور خوش الحانی سے خوش ہو کر آپ کی طرف خصوصی توجہ فرمائی اور آپ قاری صاحب کے قابلِ فخر شاگرد شمار کئے جانے لگے۔ مولانا محمد فاروق صاحب چڑیا کوٹی اپنے چچا منیر الدین صاحب، مولانا محمد عادل صاحب اور استاد الاساتذہ مولانا احمد حسن کانپوری سے تعلیم حاصل کی مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ میں مدرس تجوید و قرأت مقرر ہوئے۔ دورانِ ملازمت میں حضرت محدث امروہیؒ اور مولانا حافظ عبد الرحمٰن صدیقی مفتیؒ سے دورۂ حدیث پڑھا۔ امروہہ میں چند سال رہ کر سہارنپور کے مدرسہ تجوید القرآن میں چلے گئے (باقی اگلے صفحہ پر)

مدرس مقرر ہوئے ہیں الٰہ آباد سے تشریف لائے ہیں۔ میاں سید محمد طال عمرہ کو اُنھیں کے سپرد کر دیا ہے۔ قرآن شریف حفظ کرتا ہے۔ سورۂ اِذا جاء تک حفظ کر چکا ہے۔ والحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔ مولوی عبدالرحمٰن باجملہ متعلقین بخیریت ہیں۔ وہ مولوی خادم حسین صاحب، بھائی صاحب، چچا صاحب، عزیز مولوی رضا حسین جملہ طلباء مدرسہ و مدرسان و مہتمان سلام مسنون کہتے ہیں۔

۶ جمادی الثانی ۱۳۱۶ھ از امروہہ ضلع مرادآباد سہ شنبہ

(بقیہ صفحہ) وہاں سے چند سال کے بعد مولانا ابو بکر شیث جونپوری نے آپ کو مدرسہ فاروقیہ جونپور میں طلب کر لیا۔ اس کے بعد حضرت مولانا عین القضاۃؒ نے آپ کی غیر معمولی قابلیت سنکر مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ میں بلا لیا۔ آپ کے زمانہ میں مدرسہ فرقانیہ نے بہت ترقی کی۔ اس کے بعد آپ پھر جونپور گئے اور دو سال وہاں رہ کر مدرسہ قرأۃ القرآن کانپور آ گئے یہاں بھی آپ دو سال رہے۔ بعدہٗ مولانا عبدالکافیؒ کے طلب کرنے پر مدرسہ سبحانیہ الٰہ آباد کے اُستاد ہو گئے۔ وہاں کثیر التعداد طلبہ نے آپ سے تجوید و قرأت پڑھ کر سندِ فراغ حاصل کی۔ الٰہ آباد سے آپ کو مسلم یونیورسٹی علیگڑھ بلا لیا گیا۔ وہاں آپ نے بہت سے طلبہ کو علمِ تجوید و قراءۃ سے مستفیض کیا۔ پروفیسر غلام مصطفےٰ خاں سابق اُستاد فارسی سندھ یونیورسٹی نے علیگڑھ ہی میں آپ سے قرأت کی سند لی۔ ایک کتاب "خلاصۃ البیان" جو عربی زبان میں ہے اور دوسری اُردو زبان میں "ضیاء القرأت" آپکی تصانیف میں ہیں۔ یہ دونوں کتابیں فنِ تجوید و قرأت میں مشہور و معروف ہیں اور مدارسِ اسلامیہ میں داخلِ نصاب رہتی ہیں۔ شاطبیہ کی بھی آپنے شرح لکھنی شروع کی تھی مگر وہ نامکمل رہ گئی۔ ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۱ھ مطابق ۳ جنوری ۱۹۵۲ء کو بروز شنبہ قبل مغرب وفات پائی اور دوسرے دن یکشنبہ کو تدفین ہوئی آپ کے شاگردوں کی ایک طویل فہرست ہے اُن میں سے چند کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) شیخ القراء حافظ محمد نذر امروہوی مدظلہ اُستاذ مدرسہ فرقانیہ لکھنؤ۔

(۲) قاری حافظ محمد عبیداللہ مراد آبادی مدظلہ مدرس جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد

(۳) قاری حکیم محمد عبدالرحیم خاں امروہوی (۴) قاری محمد سلیمان دیوبندی مدظلہ مدرس تجوید مظاہر علوم سہارنپور (۵) قاری محمد یامین مدظلہ (۶) قاری حمید الدین سنبھلی مدظلہ۔ قاری عنایت اللہ اعظم گڑھی

مکتوب نمبر ۱۰۳

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔
بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم حافظ مولوی محمد عبدالغنی صاحب
سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ الحمدُ للہِ علیٰ کُلِّ حال۔ دیر سے خیریت عزیز سے اطلاع نہیں۔ باعثِ نگرانی ہے۔ تمھارے خطوط سابقہ پہونچے چونکہ مقدمہ مرجوعہ کے فیصلہ کا روزانہ انتظار تھا اسلئے جواب نہ لکھ سکا۔ نیز یہ خیال مانع تحریر ہوا کہ شاید اس وقت تک ناتمامی مقدمہ معلومہ باعثِ مزید نگرانی عزیز ہوگا۔ ڈپٹی صاحب کی سہل انگاری و مزید تحقیق نے اس مدتِ ممتدہ تک پریشان رکھا۔ کل بفضلہٖ تعالیٰ ۱۳ تاریخ پنجشنبہ کو چچا صاحب قبلہ نے بہمہ جہت رہائی پائی اور مجھ ننگِ خلائق کی آبرو کو بہ مقابلہ گروہ غوایت پژوہ اس رحیم و کریم نے محفوظ رکھا۔ ع

"اے خدا قربانِ احسانت شوم"

امید توی ہے کہ ان شاء اللہ روزگار بھی بحالِ خود رہے۔ خلاصہ یہ کہ وقتِ دورانِ مقدمہ آخر وقت تک بجز کشاکشیِ حاضری عدالت کوئی زحمت نہ دیکھنی پڑی فالحمد للہ ثم الحمد للہ۔

اب تم اپنی خیریت اور اپنے سب والبستگان کی خیریت سے مفصل اطلاع دو۔ عزیز محمد ابراہیم اب کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں۔ اُن کی اور عزیز محمد اسحٰق کی خیریت سے اور جملہ حالات سے اطلاع دو۔ میاں محمد قاسم مدّ عمرہٗ اب کہاں پڑھتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ وہ اپنی دستی تحریر گاہے گاہے بھیجکر خوش وقت کرتے رہیں۔ میر ظہور الحسن صاحب، عزیز مولوی محمد حسن صاحب، مولوی عبدالحکیم صاحب، جملہ

عزیزان و احباب کو سلام مسنون۔ میرے تمام والبستگان تم کو سلام و دُعا کہتے ہیں۔ تمھاری دونوں بہنیں اور تمھارا بھائی مع اپنی والدہ کے بہت آرزو کے ساتھ کہتے ہیں جس طرح ہو سکے امروہہ آجاؤ۔ موسم سرما ہے اِنْ شاء اللہ تکلیف نہ ہوگی "

اس مرتبہ مدرسۂ عالیہ رامپور کا امتحان میرے متعلق رہا، بالخصوص معقولات کا نقشہ خواندگی بغرض تحریر سوالات آگیا۔ دُعا کرو اللہ تعالیٰ آبرو رکھے اور کام آسان کرے۔ فقط ۱۵ رجب ۱۳۱۵ھ

مکتوب نمبر ۴۰ بزبان فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون و دعائے ترقیات تحریر کرتا ہے۔ آپ کا وہ خط جو لخت جگر محمد قاسم کے فرزند کی پیدائش کی خوشخبری میں تھا، پہنچا۔ نہ پوچھئے کہ کس قدر مسرتیں مجھے اور میرے متعلقین کو حاصل ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ اس کو نوازے اور مادر و پدر و جملہ بزرگان خاندان بالخصوص آں عزیز کی شفقت کے سائے میں اچھی طرح اس کی تربیت فرماکر عمر طبعی کو پہنچائے۔ اور علوم نافعہ و اعمال صالحہ سے مالا مال کرکے نیز ترقیات دارین نصیب فرماکر تمام عزیزوں اور متعلقین کے حق میں مبارک و مسعود فرمائے آمین وہ نام جو ایک صاحب دل بزرگ کے حسب ارشاد تجویز کیا ہے ماشاء اللہ بہت پسندیدہ ہے اور اُس کا تاریخی نام بھی "حفظ الرحمٰن" تجویز کرتا ہوں۔ ان شاء اللہ

یہ تاریخی نام بھی عزیزوں کو پسند آئے گا۔

میری طرف سے اور جملہ عزیزوں کی طرف سے بالخصوص والدۂ سید محمد اور سید محمد کی ہمشیرگان، جناب بھائی صاحب، عزیزم محمد رضا حسین، بھائی ممتاز علی صاحب اور جناب مولوی خادم حسین کی طرف سے بعد تہنیت و مبارکباد سلام مسنون قبول فرمائیں۔

میں ۱۶ر شعبان کے بعد حسب معمول (بغرض امتحان) سنبھل۔ بریلی، شاہجہانپور اور آنولہ گیا تھا۔ اتوار کی رات کو مع الخیر امروہہ پہنچا ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ یہاں سب کو بخیر و عافیت پایا۔ اطمینان فرمائیں۔ میں نے سوالات کا پرچہ جو کہ ریاست رامپور کو بھیجا تھا اُس نے وہاں کے تمام مدرسین کو حیرت میں ڈال دیا۔ زیادہ کیا لکھوں۔

۶ر رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ روز شنبہ
بحساب رؤیت ۲۹ر شعبان

مکتوب نمبر ۱۰۵

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت جامع کمالات برادرم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہٗ

بعد سلام مسنون۔ میں پانچویں شوال بتقریب تعزیت انتقال اہلیہ برادرم مولوی حافظ احمد صاحب (اُنکے) وطن نانوتہ ہو کر گنگوہ گیا۔ مولانا کی زیارت سے مشرف ہو کر کل قریب مغرب سہارنپور واپس آیا۔ شب میں مولوی خلیل احمد سہارنپوری کی خدمت میں رہا۔ آج ۱۲ بجے دیوبند کا قصد تھا مگر کھانے میں دیر ہوئی ریل کا وقت گزر گیا ناچار ۵ بجے کے وقت جاؤں گا۔ کل پنجشنبہ کے دن اور شاید جمعہ کو دیوبند

قیام ہو۔ وہاں سے ایک بجے کی ریل میں بارادۂ ملاقات عزیز و بتقریب تہنیت ولادت مولود مسعود روانہ ہوں گا۔ نورچشم سید محمد طال عمرہٗ و برخوردار محمد حسن طال عمرہٗ و عزیز غفور الحسن و رضا حسین و ظہور الحق نیز ہمراہ ہیں۔ اسٹیشن کھاتولی پر عزیز محمد اسحٰق یا عزیز محمد ابراہیم معہ سواری موجود رہیں اور جمعہ کے روز سے ہفتہ کے دن تک انتظار کریں۔ باقی مفصل عند الملاقات برخورداران و عزیزان کا سلام اور سب عزیزان واحباب کو سلام مسنون۔

۹ رشوال ۱۳۱۰ھ چہارشنبہ از سہارنپور

مکتوب نمبر ۱۰۶

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مکلف ہے۔ میں تم سے رخصت ہو کر کھاتولی ایسے وقت پہونچا کہ ریل کو کھڑا پایا۔ مجبور آٹھ بجے شب تک سرائے میں قیام کیا پھر غازی آباد میں گیارہ بجے شب پہونچا معلوم ہوا ریل کا وقت بدل گیا ساڑھے بارہ بجے دن کے روانہ ہو گی۔ اور دوسری چھ بجے شام کے۔ ساڑھے بارہ بجے تک غازی آباد کے مسافر خانہ میں رہا بفضل اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف نہیں پیش آئی۔ چہارشنبہ کے دن چار بجے کے وقت وطن آیا سب کو بخیریت پایا۔ البتہ عزیزہ حمیرا زیادہ علیل ہے دعا کی بہت حاجت ہے۔ سید محمد تحسین، قاسم، عبد الرؤف، محمد یوسف وغیرہ وغیرہ کو بہت یاد کرتا ہے اور سب کو سلام کہتا ہے۔ محمد حسن، عزیز غفور الحسن، رضا حسین، حکیم ظہور الحق نیز سب کو سلام کہتے ہیں۔ عزیز محمد ابراہیم نے بڑی زیرباری کا تحمل کیا۔

سب کا ٹکٹ تا بامروہہ اپنے داموں سے لیا۔ مجھ کو بخیال اُن کی تہی دستی کے اب تک اس کی فی الجملہ کوفت ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر دے۔ سب کو سلام کہہ دینا اور سب کا سلام قبول ہو۔ فقط

۱۸ شوال ۱۳۱۸ھ روز جمعہ از امروہہ

مکتوب نمبر ۱۰۷

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ۔

بخدمت جامع کمالات برادر مکرم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا۔ جواب کیا لکھوں۔ دسویں ذی قعدہ کو نور چشمی حمیرا خاتون نے داعیۂ اجل کو لبیک کہا اور جانِ عزیز (کو) ہدیۂ درگاہِ جان آفرین کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

چونکہ بڑی با لیاقت و سعادت مند تھی۔ جملہ خاندان بالخصوص جناب بھائی صاحب و مجھ بندۂ نحیف کو زیادہ عزیز تھی جو صدمہ گزرا اور گزر رہا ہے کیا لکھوں مگر مبشراتِ صبر کو یاد کر کے صبر کیا گیا اور ان شاء اللہ کیا جاسے گا۔ تم بھی صبرِ جمیل کو ہاتھ سے نہ دینا۔ ع

اوست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند

کچھ قرآن پاک کی تلاوت کا ایصالِ ثواب کر کے اس کے حق میں دعائے مغفرت کرنا اللہ کریم اس کی مغفرت فرمائے اور اپنے قربِ رحمت میں جائے راحت دے۔ ماشاء اللہ خاتمہ بہت خیر ہوا ہے۔ اس نے دو بچے چھوڑے، ایک دختر چار سالہ اور ایک بچہ چار ماہہ۔ اُن کے واسطے بھی دعا کیجئے۔ ربِ کریم نیک تربیت فرماوے۔

جس تحریر کی تم نقل چاہتے ہو ان شاءاللہ ذرا قرارِ طبیعت کے بعد نکال کر حکیم ظہور الحق سے اُس کی نقل کرا کر بھیجدوں گا مطمئن رہو۔ اس وقت تو کارِ متعلقہ بھی بمشکل انجام دیتا ہوں۔ سب سلام کہتے ہیں۔ اور میرا سب کو سلام کہہ دینا۔ فقط۔

۱۶ ذی قعدہ ۱۳۱۸ھ از امروہہ
مارچ ۱۹۰۱ء

مکتوب نمبر ۱۰۸

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات برادرم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ و اوصلہ الی ما یتمناہ۔

بعد سلام مسنون مکلف ہے الحمد للہ علیٰ کل حال۔ دیر ہوئی کہ خطِ عزیز باعثِ مسرت ہوا تھا اس کے بعد وہ خط جس میں اشعارِ تہنیت مرقوم تھے بلا مسرت پر مسرت ہوئی مگر میری طرف سے دونوں کے جواب میں اس قدر دیر ہوئی کہ عزیز کو جس قدر کلفت پیش آئی ہو تھوڑی ہے مگر کیا کروں ادھر ہجوم کارِ متعلقہ سے علاوہ عدم فرصتی اسہال اس مرتبہ ضعیف ہو جاتا ہوں کہ بجز آسودگی علی الفراش دوسرا کام پسند نہیں آتا۔ دوسرے نورِ چشمی سیدہ قریب چھ سات ماہ سے علیل چلی جاتی ہے۔ بوجہ کم غوری کے نوبت یہ پہونچی کہ بخار اکثر رہنے لگا۔ بھوک کالم یکن ہوگئی۔ ذی قعدہ میں علاج میں زیادہ کوشش ہوئی اسہل ہوئے اُس کی والدہ نیز علیل۔ ایسے ترددات میں سید محمد طائع عمرہٗ کی ختنہ کرادی گئی۔ اب بفضلہٖ تعالیٰ سیدہ بھی اچھی ہے۔ ضعف باقی ہے۔ اس کی

والدہ کو بھی صحت ہے۔ سید محمد بھی اچھا ہو گیا۔ شنبہ کے دن سے مدرسہ جاتا ہے۔ ان پریشانیوں کی وجہ سے جواب نہیں لکھ سکا۔ پریشانی خاطر کے اندیشہ سے اطلاع حال سے قاصر رہا۔ معاف کیجئے اشعار تہنیت ماشاءاللہ بہت اچھے لکھے ہیں جزاک اللہ و بارک اللہ۔ منشی صاحب کی خدمت میں ان شاءاللہ کل یا پرسوں روانہ کر دوں گا۔ ...... سب کو سلام و دعا۔ اپنی کیفیت سے مفصل اطلاع دو۔ .. ..

۱۶ محرم الحرام ۱۳۱۹ھ تاریخ مہر ڈاک ۱۹۰۱ء

مکتوب نمبر ۱۰۹

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون و دعائے ترقیات مدعا نگار ہے۔ نامۂ عزیز جو بنام لخت جگر سید محمد طال عمرہٗ بھیجا گیا تھا سرمایۂ مسرت ہوا۔ مادۂ تاریخ ماشاءاللہ بہت پسند آیا۔ بجواب اُس کے سید محمد کی طرف سے لکھا گیا تھا کہ بھائی صاحب اس مادہ کو دو چار اشعار کے ساتھ ملا کر قطعہ تاریخ بنا دیجئے۔ مگر تعجب ہے کہ اس دم تک اس کا جواب نہیں آیا۔ ربّ کریم مانع بخیر فرمادے۔ سید محمد روزانہ چٹھی رساں سے دریافت کرتا ہے۔ "میرے نام کا بھی کوئی خط ہے یا نہیں"؟ بالآخر شکایت کرتا ہے "بھائی نے میرے خط کا جواب نہیں لکھا"۔ مناسب کہ بفور مطالعہ اس خط کے جواب سے شاد کام فرماؤ۔ اور جملہ حالات سے مفصّل اطلاع دو۔ نور چشمی سیدہ خاتون کی علالت

کی اطلاع دے چکا ہوں اب بفضلہ تعالیٰ اس کو صحت ہے۔ مرض پیچیدہ تھا۔ بارے رب کریم نے فضل فرمایا۔ آئندہ نیز اللہ عوائل امراض سے محفوظ رکھ کر صحت جسمانی و روحانی کے ساتھ نوازے۔ آمین!

والدۂ سید محمد کو کچھ موسمی شکایت ہے اللہ رحم فرما دے۔ آمین۔ سید محمد تدعمرہٗ اب اس وقت وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ یاد کر رہا ہے۔ عزیز غفور الحسن ریاست رامپور میں ایک شخص کے اعوض خدمت ہو گئے ہیں پندرہ روپے ماہوار ہے ظاہر اُمید استقلال ہے ورنہ تمہید استقلال تو ضرور ہے۔ دُعا فرماؤ۔ مدرسہ کی حالت بفضلہ تعالیٰ ہر طرح لائق شکر ہے۔ سب عزیزوں کو بالخصوص عزیز محمد قاسم و نورچشم عبد الرؤف و عزیز محمد ابراہیم و محمد اسحٰق و میاں عبد الحکیم، مولوی محمد حسن و میر ظہور الحسن اور میر عبد القیوم کو سلام و دُعا۔ والدۂ قاسم کو دعوات۔ نورچشمیان ولخت جگر سید محمد و محمد حسن و عزیزم مولوی رضا حسین و جملہ وابستگان بندۂ نحیف سلام کہتے ہیں۔

مولوی عبد الرحمٰن۔ عزیزم ظہور الحق، مولوی خادم حسین، بھائی ممتاز علی، محبوب خاں و اکثر طلباء و خدمت گزاران مدرسہ سلام مسنون کہتے ہیں۔

فقط ۱۴ صفر ۱۳۱۹ھ یکشنبہ از امروہہ

مکتوب نمبر ۱۱ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔ بخدمت جامع کمالات برادر مکرم عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ و اوصلہ الی ما یتمناہ۔

بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے۔ آج بتاریخ ۸ ربیع الاولیٰ بروز چہارشنبہ آپ کا خط پہنچا۔ آں عزیز کی والدۂ ماجدہ کی رحلت کی خبر سے مت پوچھئے کہ کتنا صدمہ میرے دل کو پہنچا خدا گواہ کہ آں عزیز و وابستگان آں عزیز کے صدمہ کو یاد کرکے مجھے اور میرے وابستگان کو صبر کرنا دشوار تھا۔ لیکن ان بشارتوں کو یاد کرکے جن کا صبر جمیل پر اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے صبر و استقلال کے سنگِ گراں کو اپنے دل پر رکھ کر بحق مرحومہ اپنی استطاعت کے مطابق بعد ایصالِ ثواب میں نے دعائے مغفرت کی۔ اللہ تعالیٰ آمین مکے ساتھ مغفرت کا معاملہ فرمائے۔ اور اپنی رحمت خاصے نوازکر اپنے برگزیدہ بندوں کے جوار میں جا راحت عطا فرمائے آمین!۔ میرے عزیز آپ دامن صبر کو نہ چھوڑیں۔ اور اپنے سب عزیزوں سے بعد سلام مسنون میری طرف سے تعزیتِ مسنونہ کرکے یہ کہہ دیں کہ ایسے امتحان کے وقت میں اللہ تعالیٰ کی مرضیات پر ثابت قدم رہیں اور تسلیم و رضا کے ساتھ زندگی گزاریں۔

او دست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند

فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی - (اللہ نے جو لے لیا وہ اسی کا ہے اور جو عطا کیا وہ بھی اسی کا ہے) مرحومہ کا حُسنِ خاتمہ شکر کو چاہتا ہے نہ کہ جزع و فزع کو۔ پس ہر حال میں صبرِ جمیل کے ساتھ گزارنا، لازم عبودیت ہے۔ کل ان شاء اللہ ایک ضرورت سے ختمِ بخاری کا ارادہ کر رہا ہوں۔ مرحومہ کے حق میں بھی ایصالِ ثواب کرکے ختم بخاری کے بعد دعائے مغفرت کروں گا۔

لختِ جگر سید محمد سلمہ میرے سامنے بیٹھا ہے اور سلام مسنون عرض کرکے کہتا ہے کہ میں نے پارۂ عم کو وَالنّٰزِعٰتِ تک حفظ کر لیا ہے ان شاء اللہ اتنے حصہ کو پڑھ کر گرامی صاحبہ کی رُوحِ مبارک کو ایصالِ ثواب کروں گا۔ والدہ سید محمد اور سید محمد کی ہمشیرگان اور میرے تمام عزیز بعد تعزیتِ مسنونہ آں عزیز اور جملہ عزیزوں کو سلام مسنون پہنچاتے ہیں۔

۸ ربیع الاوّل ۱۳۹۵ھ

مکتوب نمبر ۱۱۱

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔
بخدمت عزیز از جان جامع کمالات برادرم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب
سلمہ اللہ وجعلہ فی رضاہ۔

بعد سلام مسنون و دعائے ترقیات مدعا نگار ہے۔ خانصاحب (مولوی نادر شاہ خانصاحب) مہتمم مدرسہ کچھ علیل تھے۔ اسلئے مدرسہ کی آمدورفت سے معذور رہیں۔ بتقریب عیادت اُن کے پاس گیا۔ بعد مزاج پرسی خانصاحب نے ایک خط آپ کا دکھلایا۔ دیکھ کر حیرت ہوئی اور اس سے زیادہ افسوس۔ نیز یہ ملال کہ مجھ سے کیوں تکلف کیا۔ خانصاحب نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے یہ رقم بھیجدی۔ اُس وقت اُن کے ساتھ اتفاق رائے کیا اور چلا آیا۔

آج تقسیم تنخواہ کے وقت میں نے بتیس روپے لئے یعنی نصف تنخواہ۔ اور بتیس باقی وہ مجرا کئے جو تمھارے پاس بھیجے گئے۔ تم اب کتاب معلوم، نہ بھیجنا مجھ کو جو تمھارے ساتھ علاقہ محبت ہے اور تم کو جو مجھ سے رابطہ اخلاص ہے، اس کا بے شبہ یہ مقتضا ہے کہ تم بے تکلف اس کو قبول کرو۔ واللہ تمہارے حقوق محبت بہت زیادہ ہیں مجھ کو گو لکھتے ہوئے حجاب آتا ہے۔ مگر باللہ العظیم میں عنوار الحسن ورضا حسین بلکہ لخت جگر سید محمد طال عمرہٗ سے تم کو کم نہیں سمجھتا اور اگر اسپر بھی تم کو تکلف ہوا، بیشک مجھ کو تمھ سے شکایت۔ اور ہو گا مگر خیر یونہی سہی کہ آپ میری طرف سے بحساب قرض حسنہ اس کو لیجئے۔ اگر بے تکلف ادا ہہل ہوا ادا کر دیجئے ورنہ معاف۔ مگر کتاب بہر حال نہ بھیجئے اور اس سے مطلع کیجئے کہ کیا وجہ ضرورت پیش آئی۔ نیز یہ بھی آرزو ہے کہ آئندہ کو میرے ساتھ

ایسا معاملہ تکلف نہ برتا جائے۔ باقی خیریت۔

برادرم محمد ابراہیم و محمد اسحٰق و میاں ظہور الحسن صاحب و داروغہ عبدالقیوم صاحب و برادرانم مولوی محمد حسن و مولوی عبدالحکیم صاحب و عزیزانم بدر الدین و قمر الدین و لخت جگرم محمد قاسم و نور چشم عبدالرؤف و والدہ محمد قاسم و جملہ عزیزان و احباب کو سلام و دعا۔ نور چشم سید محمد طال عمرہٗ اور اس کی والدہ و ہمشیرگان، برخوردار محمد حسن، عزیز مولوی رضا حسین پسر جناب بھائی صاحب جناب چچا صاحب بھائی ہادی حسن صاحب۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب۔ مولوی خادم حسین صاحب، بھائی ممتاز علی صاحب۔ محبوب خاں، میر قطب الدین، عزیز سید محمد ابن میر قطب الدین حکیم ظہور الحق صاحب، مولوی محمد امین[1] و اکثر طلبا بسلام مسنون کہتے ہیں۔ نور چشم سید محمد نے پارۂ عم ختم کر لیا۔ اور پارۂ آلم شروع کر دیا۔ اس کے استاد قاری ضیاء الدین صاحب بھی سلام کہتے ہیں ...... یہاں پر بفضلہ تعالیٰ اب بارش بہت اچھی ہے۔ اللہ نے بڑا فضل کیا۔ موسم بھی ہنوز اعتدال پر ہے۔ وہاں کی کیفیت سے اطلاع دو۔

نامہ نگار بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ۔ از امروہہ ضلع مراد آباد محلہ پیرزادگان۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۱۹ھ یکشنبہ

---

[1] مولوی محمد امین الدین خاں۔ آپ شاہ آباد علاقہ ریاست رامپور کے رہنے والے تھے ۱۲۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔ عنفوان شباب میں بغرض تحصیل علم امروہہ آ گئے اور حضرت محدث امروہی سے تکمیل علوم کی۔ معقول و منقول دونوں میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ عرصہ تک مدرس اسلامیہ جامع مسجد امروہہ میں مدرس دوئم رہے۔ جامع فنون، صاحب فہم اور خوش استعداد عالم تھے۔ خداداد قابلیت اور اپنی کوشش سے نامور فضلاء کی صف میں داخل ہوئے۔ علم طب بھی حاصل کیا تھا حضرت محدث امروہی کی وفات کے چند سال بعد حکیم اجمل خاں دہلوی نے (باقی اگلے صفحہ پر)

مکتوب نمبر ۱۱۲

بندۂ ضعیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ عرصہ سے مژدۂ خیریت سے اطلاع نہیں۔ باعث تمام نگرانی ہے۔ لازم کہ بفور مطالعہ خط ہٰذا اپنی اور اپنے تمام اعزا و احباب کی خیریت سے مطلع کرو۔ اور بغیر انتظار جواب جلد جلد مژدۂ خیریت لکھتے رہو۔ یہاں بفضلہ تعالیٰ اس دم تک حالت امن ہے اور بہمہ وجوہ خیریت۔ مگر کشش باران رحمت باعث پریشانی ہے۔ رب رحیم رحمت کے ساتھ معاملہ فرمائے اور ہم آلودگان معاصی کی خطاؤں سے درگذرے۔ آمین!

ضلع سہارنپور میں وبائی مرض کی کثرت ہے۔ خاص سہارن پور، انبیٹھہ، گنگوہ و دیوبند میں زیادہ دعا کی ضرورت ہے۔ سب عزیزان واحباب، خاصہ نور چشمان (اور) اُن کی والدہ، برخورداران محمد حسن و سید محمد طال عمرہما۔ عزیز مولوی رضا حسین، مولوی خادم حسین صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب، شاہ جی ممتاز علی صاحب، شاہ بہاءالدین صاحب، خانصاحب (محبوب علی خانصاحب) جناب بھائی صاحب، چچا صاحب اور اکثر طلبا سلام مسنون کہتے ہیں۔ میری

(بقیہ صفحہ گزشتہ) طبیہ کالج کا اُستاد مقرر کیا۔ طبیہ کالج کے بھی آپ وائس پرنسپل رہے۔ آپ نے "کلیات نفیسی" کا اُردو زبان میں بہترین ترجمہ کیا جو شائع ہو گیا ہے۔

طرف سے نام بنام سب عزیزان واحباب کو سلام مسنون کہنا۔ عزیز محمد قاسم و عبد الرؤف اور اُن کی والدہ وغیرہ کو دُعا۔

سید محمد نے سورۂ بقرہ کا ایک رُبع حفظ کرلیا۔ اُس کے اُستاد قاری صاحب نیز سلام کہتے ہیں۔ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۹ھ آدینہ روز

از امروہہ ضلع مرادآباد

مکتوب نمبر ۱۱۳

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہٗ ربہٗ۔

بعد سلام مسنون و دعوات وافیہ مدعا نگار ہے۔ نامہ پہنچا۔ عزیزان کی خیریت دریافت ہو کر تسلی (ہوئی) مگر باطلاع کیفیت مزاج عزیز بہت صدمہ گزرا اللہ کریم رحم فرماوے۔ اور شفاء عاجلہ کے ساتھ نوازے۔ آمین!

لخت جگر عبد الرؤف طال عمرہ کی (علالت) نیز باعث پریشانی ہے۔ جلد اپنے اور اس کے مژدۂ صحت سے اطلاع دو۔ یہاں بفضلہ تعالیٰ (فی الجملہ) خیریت ہے کل بیس اکیس روز کے بعد بارش ہوئی تھی۔ جو کئی روز سے پُروا چل رہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔

نور چشم سید محمد کو آشوب چشم ہو رہا ہے اور اس کی چھوٹی بہن کو فی الجملہ بخار جاڑے کا سا اثر ہو جاتا ہے۔ سہارنپور، گنگوہ سے خط آیا۔ خیریت ہے۔ دیوبند کا خط اب تک نہیں۔ مگر بظاہر خیریت معلوم ہوتی ہے۔ فالحمد للہ ثم الحمد للہ

عزیزان وجملہ بزرگان واحباب کوسلام مسنون کہہ دینا ۔ برخوردار محمد قاسم اور اُس کی والدہ، نورچشم عبدالرؤف اور اُس کی والدہ کو دعا ۔ نورچشماں اور اُن کی والدہ، نورچشم سید محمد، برخوردار محمد حسن، عزیز مولوی رضا حسین، قاری ضیاء الدین صاحب، اُستاد سید محمد طال عمرہ، جناب بھائی صاحب، مولوی عبدالرحمٰن صاحب، مولوی خادم حسین صاحب ۔ حکیم ظہور الحق صاحب ۔ بھائی ممتاز علی اکثر طلبارِ مدرسہ و دیگر احباب عزیز سلام مسنون کہتے ہیں ۔ فقط
۹ جمادی الثانی ۱۳۱۹ھ آدینہ روز از امروہہ

مکتوب نمبر ۱۱۴ بزبان فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ۔

بعد سلام مسنون و ادعیۂ وافیہ لکھتا ہے ۔ آپ کے دو خط یکے بعد دیگرے پہنچے، میرے لئے سرمایۂ مسرت ہوئے ۔ مجھے یاد ہے اور خوب یاد ہے کہ آپ کے پہلے خط کا جواب لکھ کر روانہ کرچکا ہوں مگر میں حیران ہوں کہ ڈاک والوں نے کیسا ستم مجھ بے قصور پر کیا کہ میرا خط ضائع کردیا اور آپ کو اس کے انتظار کی زحمت پہونچائی ۔ آپ کا مضمون یہ کہتا تھا کہ آپ شکوہ کررہے ہیں ۔ شاباش آپ کو اور آپ کے زورِ قلم کو ۔ چونکہ منشارِ شکایت صحیح نہیں ہے ۔ اس لئے اس سے زیادہ کیا لکھوں کہ میرے تہِ قلب میں آپ کی محبت کا نقش ایسا نہیں ہے کہ اس قسم کے توہمات کی گنجائش رکھے ۔ اور اگر یقین نہ ہو تو خود اپنے دل سے پوچھ کر میری بات کی تصدیق کریں ۔ وَکَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا ؕ

والدۂ سید محمد عرصہ سے بیمار تھیں اور اس بیماری کا سبب حالتِ نسوانی کا حدِ اعتدال سے تجاوز کرنا تھا۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ دورۂ تجیز جو بخار کی شکل میں شروع ہوا اور مریضہ اپنے آپ کو مدقوقہ سمجھ کر کمزور و ضعیف ہوتی چلی گئی۔ خوراک اور نیند اپنے حال پر نہ رہی۔ ناچار علاج کی طرف توجہ ہوئی۔ بفضلہ تعالیٰ اسقدر افاقہ ہوگیا کہ خود مریضہ کو توہمات فاسدہ سے نجات حاصل ہوگئی فالحمدللہ ثم الحمدللہ اور جوں ہی کہ افاقہ شروع ہوا تپ ولرزہ لاحق ہوگیا۔ اسی حالت میں ماہِ مبارک سایہ افگن ہوا۔ والدۂ سید محمد کی ہمت بلند نے قضاءِ روزہ کو پسند نہ کیا۔ میں نے بھی زیادہ مزاحمت نہیں کی۔ بفضلہ تعالیٰ تمام رمضان بخیر و عافیت گذر گیا، اور روزہ و تراویح سے کوئی ضرر نہ پہنچا۔ اب جبکہ رمضان ختم ہوگیا ارادۂ مصمم ہے کہ پھر علاج معالجہ شروع ہو۔ نورحیثمی سیدہ بھی اسی قسم کے امراض میں مبتلا تھی۔ اس کو بفضلہ تعالیٰ زیادہ افاقہ ہے اور ان شاءاللہ تعالیٰ دونوں کو عنقریب صحتِ کلیہ حاصل ہوجائے گی۔ اطمینان رکھیں۔ اور دعا و ہمتِ قلبی سے دریغ نہ کریں۔

اس مرتبہ علاج معالجہ کے زیادہ اہتمام کی وجہ سے، دوسرے مدارس کی طلب کے باوجود کہیں نہیں گیا۔ البتہ قربِ وطن کی وجہ سے صرف مدرسہ سنبھل و مدرسہ بچھراؤں گیا تھا۔ ....

عزیزم غفورالحسن جو ریاست رامپور میں ملازم ہیں تعطیل عید میں آئے تھے شنبہ کے روز ارادہ رکھتے ہیں کہ متعلقین کے ساتھ روانہ ہوجائیں۔ ربِّ کریم انجام بخیر فرمائے۔ ....

۳ر شوال ۱۳۱۹ھ بروز سہ شنبہ

مکتوب نمبر ۱۵ از زبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بعد سلام مسنون لکھتا ہے کہ خط پہنچا اور اس کے بعد کل بروز چہارشنبہ بذریعہ ڈاک آپ کے بھیجے ہوئے بیس روپے وصول ہوئے۔ افسوس کہ مجھ نحیف کے ساتھ غیروں جیسا معاملہ کیا۔ خدا کی قسم کہ میں نے ہمیشہ آں عزیز کو بمنزلہ اولاد کے سمجھا ہے اور جتنی کہ میں آں عزیز سے اُمیدیں وابستہ رکھتا ہوں وہ اُن امیدوں سے زیادہ ہیں جو اپنے لختِ جگر سید محمد سلمٗہ سے رکھتا ہوں۔ اس بات کا دل پر خطرہ بھی نہیں گذرتا تھا کہ آں عزیز مجھ نحیف کے ہدیہ کے قبول کرتے میں اس قدر غیریت برتیں گے کہ اس ہدیہ کی تلافی کی فکر اس ادائیگی پر مجبور کرے گی۔ خدا گواہ ہے جو کچھ میں نے پیش کیا تھا بہ خلوصِ قلب ہبۃً و ہدیۃً پیش کیا تھا۔ اب آپ ہی فرمائیں کہ اس رقم کا لے لینا ہبہ کی واپسی نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ اس مثال کو یاد کرکے جو ہبہ لوٹانے والوں کے حق میں حدیث میں فرمائی گئی ہے، ظن اس کی واپسی پر مجبور کر رہا تھا۔ لیکن آں عزیز کی غیرتِ طبع زاد کو پیشِ نظر رکھ کر میں نے اس رقم کو وصول کر لیا۔ اور اب میں اجازتِ واپسی چاہتا ہوں، اگر عزیز بے تکلف اس رقم کو واپس لے لیں تو میں جانتا ہوں اور خدا جانتا ہے کہ کس قدر میں خوش ہونگا۔ ورنہ اگر بات خلافِ امید رونما ہوئی تو آپ خود جانتے ہیں کہ میرے دل کو کس قدر تکلیف پہنچے گی۔ زیادہ کیا لکھوں۔

عزیز غفورالحسن عید کے بعد اپنے متعلقین کے ساتھ رامپور چلے گئے۔ عزیزوں کی مفارقت کا صدمہ قابلِ برداشت نہیں ہے۔ خدا آسانی فرمائے۔ اور

خوب اعانت فرمائے اور تمام عزیزوں کو خیریت سے رکھ کر خیر و خوبی کے ساتھ اُن کی ملاقات سے سرفراز فرمائے۔

والدہ سید محمد کو افاقہ ہے، اُن کی طرف سے اور ہمشیرہ سید محمد، خود سید محمد، رضا حسین اور تمام احباب و عزیزان اور مولوی عبدالرحمٰن، مولوی خادم حسین، مولوی ظہور الحق کی طرف سے سلام مسنون۔

۱۲ر شوال ۱۳۱۹ھ پنجشنبہ

مکتوب نمبر ۱۱۶

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم حافظ مولوی محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ سرمایۂ مسرت ہوا۔ والدہ سید محمد طال عمرہٗ کو بفضلہ تعالیٰ بہ نسبت سابق بہت افاقہ ہے مگر جس قدر مرض باقی (ہے) وہ بھی تردد سے خالی نہیں۔ دعا کرو اللہ کریم صحت کاملہ و شفاءِ عاجلہ دے آمین!

امروہہ میں اور خاص محلہ دربار کلاں میں ایک مرض وبائی مہلکہ یہ پھیل رہا ہے کہ محمد احسن جو مرزا قادیانی کا خاص حواری ہے اُس نے حکیم آل محمد کو جو مولانا (نانوتوی) علیہ الرحمہ سے بیعت تھے مرزا کا مرید بنا چھوڑا۔ اور سید بدر الحسن[1] کو

---

[1] مولانا بدر الحسن بعد میں قادیانیت سے تائب ہو گئے تھے۔ مناظرہ رامپور منعقدہ ۱۳۲۷ھ میں حضرت محدث امروہیؒ کے ہمراہ تھے۔

جس نے مدرسہ میں مجھ ناکارہ سے بھی کچھ پڑھا رہے) مرزا کی طرف مائل کر دیا۔
ان دونوں کے بگڑنے سے محمد احسن کی بن پڑی۔ لن ترانیاں کرنی شروع کیں طلبہ کے مقابلہ سے یوں عقب گذاری۔ احمد حسن میرے مقابلہ میں آوے۔ میں جب مناظرہ پر آمادہ ہوا اور یہ پیغام دیا کہ حضرت مرزا کو بلائیے، صرف راہ میرے ذمہ دیا، مجھ کو لے چلیئے میں خود اپنے خرچ کا متکفل رہوں گا۔)
بسم اللہ۔ آپ اور مرزا دونوں مل کر مجھ سے مناظرہ کر لیجئے یا میرے طلباء سے مناظرہ کیجئے تو ان کی مغلوبی میری مغلوبی۔ تب مناظرہ کا دعویٰ چھوڑ مباہلہ کا ارادہ کیا۔ بنام خدا میں اس پر آمادہ ہوا اور بے تکلف کہلا بھیجا۔ بسم اللہ، مرزا آوے مناظرہ، مباہلہ جو شق وہ اختیار کرے میں موجود ہوں۔ اس کے بعد جامع مسجد میں ایک وعظ کہا، اس پیغام کا بھی اعلان کیا اور مرزا کے خیالات فاسدہ کا پورا رد۔
کل بروز جمعہ دوسرا وعظ ہوا جو بفضلہ تعالیٰ بہت پُر زور تھا، اور بہت زور کے ساتھ یہ پکار دیا کہ "دیکھو، مولوی فضل حق کا یہ اشتہار مطبوعہ ۔ میرا یہ اعلان مرزا صاحب کو کوئی صاحب لوجہ اللہ غیرت دلوائیں۔ کب تک خلوت خانہ میں چوڑیاں پہنے بیٹھے رہوگے۔ میدان میں آؤ اور اللہ برتر کی قدرت کاملہ کا تماشا دیکھو کہ ابھی تک خدا کے کیسے کیسے بندے تم سے دجّال اُمت کی سرکوبی کے واسطے موجود ہیں۔ اگر تم کو اور تمھارے حواریین کو غیرت ہے۔ آؤ۔ ورنہ اپنے ہفوات سے باز آؤ۔
بفضلہ تعالیٰ ان دونوں وعظوں کا شہر میں عمدہ اثر امید سے زیادہ پڑا اور دشمن بہت مرعوب ہوا۔
پیشن گوئی تو یہ ہے کہ نہ مباہلہ ہو نہ مناظرہ بہر حال دعا سے ہر وقت یاد رکھنا۔ مولانا مدظلہ (حضرت مولانا گنگوہی) اور مولوی محمود حسن صاحب

(دیوبندی) نے بہت کلمات اطمینان تحریر فرمائے ہیں۔ ارادہ ہے دو چار وعظ اور کہوں ....

۲۰ ذی قعدہ ۱۳۱۹ھ شنبہ روز از امروہہ

مکتوب نمبر ۱۷ از زبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ،

بخدمت جامع کمالات عزیز از جان برادرم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب

جعلہ اللّٰہ تعالیٰ فی رضاہ وزادہ بسطۃً فی دینہ ودنیاہ۔

بعد سلام مسنون وادعیۂ وافیہ تحریر کرتا ہے۔ آپ کے دو خط یکے بعد دیگرے پہنچے سرمایۂ مسرت ہوئے مگر اس وقت ہجوم کار مدرسہ کے علاوہ افکار مختلفہ میں (جو حسب ذیل ہیں) ایسا مبتلا تھا کہ باوجود تاکید آن عزیز خطوں کے جواب نہ لکھ سکا۔ (۱) والدۂ سید محمد کی طویل علالت (۲) علالت سید محمد و نور چشمی جمیلہ کہ یہ دونوں یکے بعد دیگرے مرض چیچک میں مبتلا ہو گئے تھے۔ (۳) مرزا قادیانی کے حواریوں کی موشگ دوانی (فتنہ پردازی و ریشہ دوانی) (۴) میں دو ہفتہ سے درد شانہ میں مبتلا تھا اور ٹھیک بیٹھنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تھا۔ الغرض اس قسم کے موانع کی وجہ سے نامۂ عزیز کے جواب میں زیادہ دیر ہوئی مجھے معذور رکھیں، اور معاف فرمائیں۔

شاہ بہار الدین صاحب نقشبندی امروہی) آخر شوال میں حرم کعبہ پہنچ گئے۔ ذراری مشرکین (نابالغ اولاد مشرکین) کے بارے میں کوئی تازہ مضمون میں نے نہیں

لکھا ہے۔ البتہ وہی تحریر جو مولوی سراج الدین صاحب کے نام موجود ہے عزیزم محمد قمرالدین نے وہی تحریر دیکھی تھی۔ شاید انہوں نے کہا ہو کہ احمد حسن نے اس بارے میں ایک تازہ مضمون تحریر کیا ہے۔ اس کے باوجود میں نے آپ کے لئے اس کی نقل کرائی تھی۔ منجملہ اور موانع کے اس تحریر کی نقل کا بھی انتظار تھا جو خطوں کے جواب کا سد راہ بنا۔ مگر ناقل نے نقل غلط کی۔ اس غلط نقل کا روانہ کرنا بے فائدہ تھا اگر فرمائیں دوسری نقل کرا کے بھیجوں۔ والدہ سید محمد کو پہلے کی نسبت افاقہ ہے۔ سید محمد اور جمیلہ کو بھی صحت ہوگئی ہے اور اس نحیف کو بھی اچھا خاصا افاقہ ہوگیا ہے۔ اطمینان رکھیں اور دعا سے دریغ نہ کریں۔ احباب اعزا کو سلام۔

(۱۵ اپریل ۱۹۰۲ء)

مکتوب نمبر ۱۱۸

بندۂ نحیف ....

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب سلمہ

بعد سلام مسنون وادعیہ وافیہ مدعا نگار ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے غالباً جواب خط بھیج دیا ہو۔ تاہم بمزید احتیاط لکھتا ہوں کہ میں بفضلہ تعالیٰ اور میرے سب وابستگان بخیریت ہیں۔ تم ہر طرح مطمئن رہو۔ اور دعا کرتے رہو۔ رب کریم رحم و کرم کے ساتھ معاملہ فرماوے اور جماعت حقہ کو جو درحقیقت ناکردہ گناہ ہے اور ایسے خرخشات ولغویات سے دائماً یکسو، اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ والسلام۔

سب عزیزان بخیریت ہیں اور دعا وسلام کہتے ہیں میرا سلام اپنے سب

عزیزوں واحباب سے کہہ دینا۔ برخوردار محمد قاسم وعبدالرؤف کو دعا۔ (میں) جلد جلد ان شاء اللہ کیفیتِ حال سے اطلاع دیتا رہوں گا۔ ....

سید محمد کا سلام قبول ہو۔ پارۂ سوم قریب نصف تک یاد کرلیا ہے اور اس کی والدہ کو اب بہت افاقہ ہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک کلہ۔

۲۲ محرم ۱۳۳۰ھ از امروہہ

مکتوب نمبر ۱۱۹

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ سرمایۂ مسرت ہوا۔ مسمی دم مولوی اسرار الحق صاحب کی خدمت میں خط لکھا کہ ہر چار جلد کتاب تفسیر کی بنام مولوی محمد عبدالغنی صاحب بمقام قصبہ پھلاودہ ضلع میرٹھ تحصیل موانہ ویلو روانہ فرمادیجئے۔ مولوی صاحب جواب لکھتے ہیں کہ "دو جلد آخرین میرے پاس موجود ہیں اور اولین نہیں۔ تجسس کے بعد معلوم ہوا کہ اولین نیز ایک شخص کے پاس ہیں مگر قیمت زیادہ مانگتا ہے۔ شاید پورے دس روپے طلب کرے۔ مولوی عبدالغنی صاحب سے یہ دریافت فرمایئے کہ کس قیمت تک ہر چار جلد لے سکتے ہیں"۔

چاہا تھا وہ خط ملفوف لفافہ کرکے روانہ کردوں مگر اتفاق وقت سے اس وقت وہ خط نہیں ملا۔ معذور رہوں۔ بواپسی ڈاک جواب اس کا یا میرے (پاس) روانہ کردیا جائے یا براہ راست بنام مولوی اسرار الحق صاحب بھیجد یجئے۔ سب عزیزان واحباب کو

سلام مسنون و دعوات کافیہ .... والسلام
عزیزان و احباب سلام کہتے ہیں۔ منشی حمید الدین صاحب سلام کہتے ہیں۔
۱۷ صفر ۱۳۲۰ھ

مکتوب نمبر ۱۲۱ بزبانِ فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت اخ مکرم میر محمد عبدالقیوم و عزیزانم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب و محمد ابراہیم سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے۔ بہت دن ہوئے کہ عزیزم محمد ابراہیم سلمہٗ کے خط سے واقعہ جانکاہ یعنی خبر انتقال میر محمد زکریا[1] ملی تھی۔ صدمہ عزیزان اور نوجوانیٔ مرحوم کا خیال کر کے نہ پوچھو کیا کچھ میرے قلبِ حزیں پر گذری۔ اللہ اللہ۔

ع رُوئے گل سیر نہ دیدیم و بہار آخر شد

(ہم نے رُوئے گل کو جی بھر کے نہ دیکھا تھا کہ فصلِ بہار ختم ہوگئی)

آپ بھی جانتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ جو پیدا ہوا ہے وہ مرنے کے لئے پیدا ہوا ہے پس جزع و فزع بے سود ہے۔ ہم بندگانِ سراپا نیاز کو لازم ہے کہ سرِ تسلیم خم کر دیں اور صبر و استقلال سے گزاریں۔ فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلَہٗ مَا اَعْطٰی وَکُلُّ شَیْءٍ عِنْدَہٗ بِمِقْدَارٍ۔ بحق مرحوم و مغفور میں نے دعائے مغفرت کی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو

---

[1] میر محمد زکریا ابنِ میر عبدالقیوم

نوازے اور اپنی جوار رحمت میں راحت کی جگہ دے۔ آمین!

میر مرحوم کے تمام عزیزوں سے اُمید رکھتا ہوں کہ ایسے سخت امتحان کے وقت میں ثابت قدم رہیں اور راضی برضائے الٰہی رہ کر پورے طور پر سر تسلیم خم کرکے گزار دیں۔ ع

"او ست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند"

مولوی اسرار الحق کو میں نے چند خطوط تفسیر معلوم کے بارے میں لکھے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ کتاب مذکور عزیزم مولوی عبدالغنی سلمہ کی خدمت میں پہنچ گئی ہوگی اور اگر مولوی صاحب موصوف نے کتاب مذکور ابھی تک نہ بھیجی ہو تو جلد مجھے اطلاع دیں تاکہ دوسرا خط تاکید بلیغ کے ساتھ اُن کو لکھوں۔ بزرگانِ خاندان کو سلام مسنون اور عزیزوں کو دعا۔

مقدمۂ معلومہ کا فیصلہ ابھی نہیں دیا گیا ہے۔ یہ مقدمہ قریب ایک ماہ سے روزانہ پیش ہوتا تھا اور ابھی تک شہادتِ ثبوت ناتمام ہے۔ لیکن لوگ کہتے ہیں، کہ مجرموں کے حق میں کچھ رہائی کی اُمید ہے۔

نورچشم حسین احمد، فرزند دومیٔ عزیز غفور الحسن کے چیچک بہت نکلی مگر بفضلہ تعالیٰ صحت ہوئی۔ ....

نورچشم سید محمد پارۂ چہارم حفظ کرتا ہے اور بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہے۔ سب کی خدمت میں سلام و آداب عرض کرتا ہے۔ قبول ہو۔ دُعا میں ضرور یاد رکھیں۔

الراقم احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ از امروہہ ضلع مرادآباد

۱۱ ربیع الثانی ۱۳۲۰ھ روز جمعہ

(تاریخ مہر خط ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء)

مکتوب نمبر ۱۲۱ بزبان فارسی

ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ......

بعد سلام مسنون و دعائے عافیت لکھتا ہے کہ آپ کا خط پہنچا۔ آں عزیز کے تنِ نازک و ضعیف پر جو کہ عرصہ سے امراض کا تختۂ مشق بنا ہوا ہے۔ ہجوم امراض کی اطلاع پاکر میرا دل غمگین ہوا اور رُوح کو تکلیف ہوئی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو نوازے اور روحانی و جسمانی صحت و عافیت کاملہ سے اور ظاہری و باطنی شفاء عاجلہ ارزانی فرمائے۔ اور ہمارے اور آپ کے ساتھ نگاہِ کرم کا معاملہ کرے۔ ہماری سیاہ کاری سے درگزر فرمائے۔ دس روپیہ بذریعہ ڈاک وصول پائے۔ اور عزیزم محمد ابراہیم کی بھیجی ہوئی ٹوپیوں کا پارسل بھی ملا۔ اللہ تعالیٰ اُن کو میری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ اور قصیدہ بھی پہنچا اور وہ قصیدہ بھی جو خاص بنام مولوی عبدالرحمٰن صاحب آپ نے لکھا ہے۔ کل بروز پنجشنبہ لفافہ میں ملفوف ہوکر پہنچا۔

قصیدوں کی خوبی مجھ سے پوچھنی چاہیئے ماشاء اللہ خوب اور بہت خوب لکھے ہیں اور سابق شعراء سے سبقت لے گئے۔ ربِ کریم تا دیر آں عزیز کو سلامت باکرامت رکھے اور اپنے بندوں کو آپ کے فیض سے مستفیض فرمائے.........

عزیزا ابراہیم اور اُن کی اہلیہ کو میری طرف سے دعائیں پہنچا دیں مبلغ دس رُوپے جو آپ نے بھیجے تھے اُن میں سے میں نے پانچ روپیہ سے ابوداؤد شریف خریدی اور مظاہر حق ایک جلد دُو روپیہ میں اور تین روپے میں شرح وقایہ محشی خریدی۔ میں نے یہ تمام کتابیں آپ کی طرف سے وقف کرکے مدرسہ میں داخل کردی ہیں اور باضابطہ مدرسہ سے رسید لے لی ہے۔ مگر اس وقت باوجود تلاش کے

وہ رسید نہ مل سکی۔ إن شاء اللہ بھیج دوں گا مطمئن رہیں۔ اب سے چند روز پہلے متواتر تین شبانہ روز بارش ہوئی تھی اور وہ بھی شدت کے ساتھ، اس وجہ سے بالاخانہ کا بیرونی چھجہ گر گیا تھا اور اس کے گرنے سے بالاخانہ کی وہ دیوار جو اس چھجے سے ملی ہوئی تھی ہل گئی۔ ناچار دیوار کو از سرِ نو تعمیر کرایا ہے۔ اسی پریشانی میں دو ہفتے لگ گئے۔ لیکن حتی الامکان خدمتِ مدرسہ بدستور رہی۔ یہی وجہ ہے کہ عزیزوں کے خطوط کے جواب میں زیادہ دیر ہوگئی اور آپ کے روپیوں کی رسید بھیجنی یاد نہ رہی۔ معذور رکھیں۔

عزیزم مولوی حکیم حامد حسن حیدرآباد سے امروہہ آئے ہوئے ہیں۔ اور اس وقت میرے پاس بیٹھے ہوئے ہیں اور سلام مسنون بہ تمام شوق پیش کرتے ہیں۔ سید محمد سلام کہتا ہے۔ از ہمہ سلام و بہ ہمہ سلام۔ مقدمہ معلومہ کے فیصلہ کی آخری تاریخ مقرر ہوگئی ہے۔ ربِ کریم بندوں پر رحم فرماوے۔

۱۶ رجمادی الاولیٰ ۱۳۲۰ھ ۲۲ اگست ۱۹۰۲ء

مکتوب نمبر ۱۲۲

از بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت جامع کمالات و مجموعۂ حسنات برادر مکرم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ وجعلہ فی رضاہ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ نامہ پہنچا جو ندامت ہوئی اور اب تک ہے۔ کیا لکھوں۔ اصل خبر بے شک صحیح ہے۔ اشخاص چند عمائد وغیرہ مدرسہ میں جمع ہوئے۔ اور کمیٹی بنانے کی غرض سے کوئی میر مجلس بنا اور کوئی سکرٹر

(سیکرٹری) وہاں بیٹھ کر نہ کوئی اسپیچ ہوئی، نہ دعا تھی نہ درود۔ البتہ مساکین کو کچھ غلہ تقسیم ہوا۔ اور حاضرین میں کچھ شیرینی تقسیم ہوئی۔)

عزیزم میاں قمرالدین کے نام خط گیا تھا چونکہ جواب نہیں آیا خطرہ ہے تلف ہوا ہو۔ دریافت کرکے اطلاع دی جاوے۔

بعزیز محمد ابراہیم و عزیز محمد اسحٰق و عزیز مولوی محمد حسن و حکیم عبدالحکیم و عزیزانم محمد قمرالدین و بدرالدین و محمد اسمٰعیل و محمد وجاہت علی سلام و دُعا۔ و بعزیز محمد قاسم و نورچشم عبدالرؤف دعوات وافیہ بمکرمی سید ظہورالحسن و بمکرمی سید عبدالقیوم سلام مسنون۔ و بجملہ عزیزان و احباب سلام مسنون۔

۹ جمادی الثانیہ ۱۳۲۱ھ از امروہہ

۱۳ ستمبر ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۱۲۳

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات مولوی حاجی حافظ سید محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ وجعل فی رضاہ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ دیر سے خط عزیز سرمایۂ مسرّت نہیں ہوا۔ اور بجواب خط عزیز جس میں اباحت وعدم اباحت ذابح سے استفسار تھا۔ جو تحریر بھیجی گئی اس کا جواب بھی نہیں روانہ کیا، باعث تعلق خاطر ہے۔ امید کہ بفور مطالعہ اس خط کے جملہ حالات سے اطلاع دو اور لکھو امسال آنکھ کا بنوانا قرار پایا یا نہیں میں اُمید کرتا ہوں اب وقت آگیا ہے پھر کیوں توقف۔ بنام خدا بنوا لیجئے۔ ان شاء اللہ نفع ہوگا۔ جنابہ اماں صاحبہ والدۂ حافظ احمد سلمہٗ نے آنکھیں بنوائیں بفضلہ تعالیٰ ایک آنکھ نے عمدہ روشنی دی۔

میں ۱۵ شعبان تک ان شاء اللہ امروہہ ہوں، پھر سنبھل وغیرہ کا قصد ہوگا جلد جواب سے مسرور الوقت کرو۔

برادرم محمد قمر الدین کو لکھا تھا، اگر جی ملاقات کو چاہتا ہے، ہو جاؤ۔ مگر خدا جانے اُنھوں نے قصد کیوں نہیں کیا۔ اب یا متصل ارادہ کریں یا عشرۂ اخیر رمضان میں یا تین رمضان ہیں۔

میاں قاسم کیا آئے تھے نہ ہو۔ تمھارا دل ملنے کو نہیں چاہتا۔ نور چشیم عبد الرؤف اور اُس کی دادی اور والدہ کو دعا۔ میاں سید ظہور الحسن، بھائی عبد القیوم عزیز عبد الحکیم، بدر الدین، قمر الدین، محمد اسمٰعیل وابراہیم، مولوی محمد حسن اور سب احباب وعزیزان عزیز کو سلام مسنون۔ برخوردار سید محمد، عزیز مولوی رضا حسین

مولوی عبدالہادی، مولوی خادم حسین، بھائی ممتاز علی، بھائی صاحب، والدۂ سید محمد، ہمشیرگان سید محمد سب سلام و دعا کہتے ہیں۔

المکلف۔ احقر الزمن احمد حسن غفرلہ

امروہہ ضلع مرادآباد۔

۴ رشعبان المعظم ۱۳۲۲ھ پنجشنبہ

مکتوب نمبر ۱۲۴

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حاجی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے کچھ عرصہ سے خط نہیں آیا، باعث تردد ہے۔ مناسب کہ ضرور کہ بعد مطالعہ اس خط کے خیریت مزاج و خیریت جملہ السکان (اسے) مع حالات دیگر مفصل اطلاع دو۔ میں بفضلہ تعالیٰ خیریت سے ہوں۔ دورہ سے فراغت پاکر ۲۹ رشعبان کو وطن آیا ہوں۔ اس مرتبہ عزیزم مولوی عبدالرحمن صاحب اور نیز قاری ضیاء الدین صاحب اُستاد مدرسہ و اُستاذ لخت جگرم سید محمد طال عمرہٗ دونوں امروہہ رہے۔ مولوی عبدالرحمن نے جامع (مسجد) میں قرآن پڑھا اور مولوی قاری ضیاء الدین صاحب نے محلہ کی مسجد (مسجد میر بھاون) میں۔ آج چوتھا روزہ ہے کہ مولوی عبدالرحمن صاحب ختم کر چکے اور کل شب کو شب سہ شنبہ بھی قاری صاحب نے ختم کیا۔ ماشاء اللہ بہت لطف رہا۔ جزاھم اللہ خیر الجزاء و بارک اللہ فی علمھم وعملھم۔

نورِ چشم سیّد محمد مدّ عمرہٗ نے نیز پاؤ پاؤ پارہ تو اقل یں سُنایا۔ پوتے دو پارے ہو گئے تھے کہ شاید باثرِ چشم بد بیمار ہو گیا۔ اور اب دو بردھنے سے بفضلہ تعالیٰ بالکل اچھے ہے۔ اس کا پڑھنا اس خوبی اور استقلال کے ساتھ تھا کہ نظرِ بد کا ہونا تعجب نہیں۔ بارک اللّٰہ فی عمرہٖ۔ تم کو سلام کہتا ہے اور دعائے خیر کا خواستگار ہے۔

مرادآباد میں مولوی محمود حسن صاحب نے فرمایا کہ وہ اشعار جو ڈاکٹر[1] صاحب (نے) دونوں حضرات[2] کی شان میں جمع کیے ہیں۔ اس ردیف و قافیہ میں تجھ کو بھی لکھنا ضرور ہوگا۔ چنانچہ میں نے بھی چند اشعار لکھے ہیں۔ وہ (اُنھوں نے) سُنائے۔ (میں نے) عرض کیا، حضرت آپ کو معلوم (رہے) میں نابلدِ محض ہوں۔ معاف فرمائیں۔ اور اگر میرا نام ہونا ضروری ہے تو اپنے اشعار میں سے چند اشعار میرے نام لکھوا دیجئے۔ خیر وقت تو ٹلا مگر خیال رہا۔ چند شعر لکھے وہ بنظرِ مطالعۂ عزیز بھیجتا ہوں۔ اصلاح کی نگاہ سے مطالعہ کیجئے۔

بسم اللّٰہ

مدح لکھ اُن کی جو ہیں حافظِ قرآں دونوں
حاجیِ بیتِ حرم، صاحبِ عرفاں دونوں
مہبطِ علمِ لدن، موردِ الطافِ الٰہ
حافظِ علمِ نبیؐ، ماہرِ قرآں دونوں
منبعِ زہد و تقیٰ مطلعِ انوارِ ہُدیٰ
علم و ارشاد کے ہیں مہرِ درخشاں دونوں

---

[1] ڈاکٹر عبدالرحمٰن صاحب مظفر نگری [2] حضرت مولانا نانوتویؒ و حضرت مولانا گنگوہیؒ

مظہرِ خاصِ کمالاتِ نبیِ اکرم
اُن پہ قربان، مری رُوح، مری جاں دونوں
نہ تو امکانِ تضاعف نہ جوازِ تطبیق
میرے نزدیک تو باطل ہیں یہ بُرہاں دونوں
جب احاطہ ہو کمالات کا اُن کے دشوار
پھر تو کس منھ سے کہوں میں کہ ہیں یکساں دونوں
ہاں جو تھے گم شدگانِ رہِ ہدایت سے اُنھیں
باعثِ رشد و ہدایت ہوئے یکساں دونوں
احمدِ خستہ جو ہے محوِ کمالِ قاسم
اُس پہ ہو لطفِ نبیؐ رحمتِ یزداں دونوں

اس مرتبہ میاں سید محمد روزہ رکھنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اِن شاء اللہ روز جمعہ کا روزہ رکھیں گے۔ سب کو سلام و دعا کہہ دیجیے۔ اور سب عزیزان کا سلام قبول ہو۔ فقط

۱۵؍ رمضان المبارک ۱۳۲۰ھ سہ شنبہ از امروہہ
مطابق ۱۶؍ دسمبر ۱۹۰۲ء

مکتوب نمبر ۱۲۵

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ
بخدمت برادر مکرم جامع کمالات مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ واوصلہم الی مرادہ۔

بعد سلام مسنون و دعوات وافیہ مدعا نگار ہے۔ خط پہنچا مندرجہ پر اطلاع ہوئی۔ بس اتفاق وقت خود رامپور گیا تھا۔ آغا سنجر صاحب کو دریافت کیا معلوم ہوا، عزیز غفور الحسن جس مکان میں مقیم ہیں اُس کے قریب آغا صاحب رہتے ہیں مگر کسی ضرورت سے کلکتہ گئے ہیں۔ عزیز غفور الحسن، منشی تفضل حسین امین کے بھائی منشی تجمل حسین صاحب جو ریاست رامپور میں قانون گو ہیں اور عزیز غفور الحسن اُنہی کے سررشتہ میں ہیں۔ اُن دونوں سے بتمام تاکید کہہ آیا ہوں کہ بفور تشریف لانے آغا صاحب کے اُن کی کسی غزل یا قصیدے کی نقل لے کر براہِ راست پھلاودہ بھیجدیں۔ انشاء اللہ بہت قریب وہ روانہ کریں گے۔ اطمینان رکھیں اور جلد جلد اپنی اور جملہ وابستگان کی خیریت سے اطلاع دیتے رہیں۔ میں بفضلہٖ تعالیٰ باجملہ متعلقین خیریت سے ہوں۔ عشرہ قریب ہے دُعا کرو اللہ کریم آبرو سے رکھے۔

گردِ سکندر آباد، میرٹھ میں مرض کی کثرت ہے۔ دُعا فرماؤ اللہ تعالیٰ امن دے۔ اور دیگر بلاد کو محفوظ رکھے۔ غفور الحسن باجملہ متعلقین رامپور ہیں۔ اور بفضلہٖ تعالیٰ بخیریت۔ سید محمد، اس کی والدہ، ہمشیرگان، عزیز رضا حسین سلام کہتے ہیں میرا سب کو سلام کہہ دینا۔

۲۷ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ از امروہہ ضلع مراد آباد
۲۸ مارچ ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۱۲۶

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات برادرِ مکرم عزیز مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ وجعلہ فی رضاہ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ کل خط آیا مضمون سے پریشانی ہوئی۔ ربِّ کریم اپنے فضل وکرم کے ساتھ معاملہ فرمائے اور پورا امن دے۔ استغفار کی کثرت کرائیے اور نیز صدقات کی۔ میں خود اور جملہ وابستگان سخت پریشان ہیں اور دست بہ دعا۔

روزانہ خط لکھتے رہو اگر خود دشوار ہو عزیز میاں محمد اسحٰق و محمد ابراہیم و بدر الدین وغیرہ سے لکھوا کر بھیجتے رہو۔ زیادہ تاکید جانو۔ اور اپنے سب متعلقین واحباب کے تفصیلی حالات سے اطلاع دیتے رہو۔ اور سب کو سب کا سلام کہہ دینا۔ فقط

احمد حسن غفرلہٗ

۴ محرم ۱۳۲۱ھ آدینہ روز از امروہہ ضلع مرادآباد
۱۳ اپریل ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۱۲۷

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ـــ بخدمت برادرِ مکرم مولوی محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ بالخیر والعافیۃ۔ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ پرسوں

بروز یکشنبہ خطِ عزیزم محمد ابراہیم سلّمہٗ پہنچا۔ اور کل بروز دوشنبہ خطِ عزیز۔ والدۂ عزیز محمد قاسم کا علیل ہونا سب وابستگان کو باعثِ پریشانی رہے) افضالِ الٰہی سے قوی اُمید ہے کہ اِنْ شاء اللّٰہ عزیزہ کو صحتِ کاملہ ہوگئی ہوگی۔ مگر لازم کہ بعد مطالعہ اس خط کے پوری کیفیت اور مژدۂ صحت سے اطلاع دو۔ تا تعلقِ خاطر بلکہ اضطرابِ طبیعت کو تسکین ہو۔ نیز قصبہ کی حالت سے روزانہ اطلاع دیتے رہو۔ ربِّ کریم رحم فرماوے اور اپنے کرم و افضال کے ساتھ معاملہ۔ آمین! باقی خیریت۔

سید محمد (اور) اس کی والدہ (اور اُس کی ہمشیرگان کی طرف سے والدۂ محمد قاسم کو بعد سلام مسنون عیادتِ مسنونہ کرنا۔ مصارفِ خیر میں جو منجانب اہلِ قصبہ ہوں بشرطِ گنجائش اس مدرسہ غریب کے طلبہ نیز یاد رہیں۔ سب اعزا و احباب کو سلام مسنون۔

عزیزانِ لاوڑ کی خیریت سے نیز اطلاع دی جاوے۔ فقط۔ استغفار اور صدقات کی زیادہ کثرت ہونی چاہیئے۔

احمد حسن غفرلہٗ

۱۵ محرم سنہ ۱۳۲۱ھ شنبہ از امروہہ ۔ ۱۴ اپریل سنہ ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۱۲۸

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بجامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب

كَانَ اللّٰهُ فِي عَوْنِهٖ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے خط مرسلہ مع عزیزی محمد ابراہیم سلّمہ اللہ تعالیٰ پہنچا۔ بچپھی صاحبہ کے انتقال سے صدمہ ہوا۔ ربِ کریم قربِ رحمت میں جائے راحت دے۔ اور مغفرت فرمائے آمین! بندہ نے حسبِ توفیق کچھ تلاوتِ قرآن کا ایصال ثواب کرکے اُن کے واسطے دُعائے مغفرت کی۔ اللہ کریم قبول فرماوے۔ تم سب کو چاہیئے جمیلہ صبر پر ثابت قدم رہو۔ ع

اُوست سلطاں ہر چہ خواہد آں کند

اور مبشراتِ صبر کو یاد کرتے رہو۔ بھائی سید محمد جمال الدین صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون تعزیتِ مسنونہ کردینا۔ مرض کی حالت بدستور رہنی باعثِ پریشانی ہے۔ ربِ کریم رحم فرماوے اور اپنے افضال کے ساتھ معاملہ۔ آمین! اکثر اوقات دُعا کی جاتی ہے رحیم وکریم قبول فرماوے آمین توبہ واستغفار وصدقات کی کثرت رہے اور اس حالتِ امتحان میں قدم کو لغزش نہ ہو۔ ع

"کہ ہر چہ ساقیِ ما ریخت عین الطافست"

سب کو نام بنام دعا وسلام کہہ دینا۔ والدۂ قاسم کو میری اور میرے تمام وابستگان کی طرف سے دُعا کہنا۔ عزیز محمد ابراہیم کے خط کا بھی یہی جواب ہے۔ والسّلام۔

۲۰ محرم ۱۳۲۱ھ یکشنبہ از امروہہ۔ ۲۸ اپریل ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۱۲۹

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حاجی محمد عبد الغنی صاحب و عزیزم سید محمد ابراہیم صاحب سلمہما اللہ وجعلہما فی رضاہ۔

بعد سلام مسنون واضح ہو۔ کل خط مرسلہ عزیز محمد ابراہیم سلمہٗ موصول ہوا اور آج آرڈر تعدادی چھیالیس[۴۶] روپیہ چار آنہ کا مرسلہ عزیز۔ اِن شاء اللہ اس روپیہ کی کُتبِ حدیث خرید کر کے مدرسہ میں وقف کردی جاویں گی۔ اطمینان رکھو۔

مبلغ چھ سو روپیہ جو عزیز محمد اسحٰق نے بھیجے تھے اُن میں سے پانچ روپے کا مصطفائی قرآن خرید کر کے ایک روپیہ کی جلد بندھوا کر قاری (ضیاء الدین) صاحب جو مدرس مدرسہ ہیں اُن کو بطور وقف دیدیا گیا وہ اِن شاء اللہ خود یا اُن کا لڑکا ہمیشہ پڑھتا رہے گا۔ قاری صاحب بہت نیک و مسکین و غریب آدمی ہیں۔ لہٰذا اُن کو دینا مناسب سمجھا۔ اطمینان رکھو۔ مرض کی حالت سے جلد جلد اطلاع دو۔ اللہ برتر رحم فرماوے اور جلد امن بخشے۔

صبح اور مغرب کی نماز میں اگر قنوتِ (نازلہ) پڑھی جائے مناسب ہے اور اگر عوام کو پریشانی ہو۔ ملتوی رکھیئے۔

سب کو سلام و دعا۔ جملہ وابستگانِ بندۂ نحیف سب کو سلام و دعا کہتے ہیں۔

یکم صفر ۱۳۲۱ھ پنجشنبہ از امروہہ
۳۰ راپریل ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۱۳

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔
بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی محمد عبد الغنی صاحب
و برادرم عزیز محمد ابراہیم صاحب کان اللہ فی حفظہما۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ بھائی صاحب کے نواسے نے جس کی عمر دو سال کی تھی اور بیت پیارا تھا بمرض چیچک انتقال کیا۔ ادھر عزیز حامد حسن کی چھوٹی بچی اسی مرض میں مبتلا ہے اور حالت اچھی نہیں۔ نیز نور چشم سید محمد مدّ عمرہٗ کے اُستاذ کے اُستاذ قاری عبد الرحمٰن صاحب[ؔ] کانپوری تشریف لائے تھے اور قریب ایک ہفتہ قیام فرمایا۔ اس لئے تحریر جواب میں تاخیر ہوئی۔ معاف کیجئے۔ تمہارے خطوط کی آمد سے بفضلہ تعالیٰ مرض کی کمی معلوم ہوتی ہے مگر آتشزدگی (کی) خبر باعثِ پریشانی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

کتب احادیث کی نسبت مطبع مجتبائی (میں) مولوی عبد الاحد سے دریافت

لہٗ۔ اُستاد القرا مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب تھے۔ آپ شیخ القرا قاری عبد اللہ کی کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکّہ سے مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ میں ان دونوں بھائیوں نے استفادہ کیا۔

مولانا کیرانوی نے ان دونوں بھائیوں کو سب سے پہلے مشہور مصری قاری ابراہیم سعد کے حوالے کیا۔ جن کو مدرسہ صولتیہ میں تجوید اور حفظ قرآن کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ قاری ابراہیم سعد نے ان دونوں کی تعلیم و تربیت بڑی محنت سے کی تھی۔ جب یہ دونوں بھائی تعلیم سے فارغ ہوگئے۔ حفص اور قرآۃ سبعہ کی تکمیل کرلی تو حضرت مولانا رحمت اللہ (باقی صفحہ آئندہ پر)

کیا ہے کہ کیا کیا کتاب مل سکتی ہے؟ ان شاء اللہ بعد آنے جواب کے کتابیں طلب کی جاویں گے۔

اطمینان فرماؤ۔ سابق کے روپیہ کی رسید سے اطلاع دے چکا ہوں مگر چونکہ بطور خود اس کا قرآن خرید کر کے بطور وقف دیدیا ہے اور داخلِ مدرسہ نہیں ہوا

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) کیرانوی نے تکی نے قاری عبدالرحمن صاحب کو حکم دیا کہ تم ہندوستان جاؤ۔ آپ نے ہندوستان آکر گولڑہ میں قاری محمد غازی سے عشرہ کی سند لی۔ کانپور آکر حضرت مولانا احمد حسن کانپوری کے مدرسہ میں داخل ہوئے اور وہاں تمام کتب درسیہ از اول تا آخر پڑھ کر سند فراغت حاصل کی۔ اُسی مدرسہ میں مدرس مقرر ہوئے اور کئی سال تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کی شادی بھی کانپور میں ہی ایک تاجر کی صاحبزادی سے ہوئی۔

شیخ عبداللہ رئیس الہ آباد نے آپ کو الہ آباد بلالیا وہاں آپ مدرسہ احیاء العلوم میں ایک عرصۂ دراز تک درس و تدریس کا کام انجام دیتے رہے۔ پھر لکھنؤ چلے گئے اور وہاں فرقانیہ میں درس و تدریس اور اشاعتِ فنِ قرأت و تجوید میں مشغول رہے۔ آپ کا حافظہ بہت قوی تھا۔ شاطبیہ، درّۂ طیبہ اور قرأتِ سبعہ کے اصول آپ کو ازبر تھے ۱۳۵۹ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ لکھنؤ کے جھوائی ٹولہ مجیب گنج کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

آپ کے سیکڑوں شاگرد تھے جن میں سے چند کے اسماء یہ ہیں۔

(۱) قاری عبدالخالق صاحب (۲) قاری عبدالمالک صاحب (۳) شیخ القرأ قاری ضیاءالدین صاحب صدیقی (۴) قاری محمد کامل صاحب افضل گڑھی (۵) استاد القرأ قاری حفظ الرحمٰن صاحب پرتاب گڑھی استادِ تجوید دارالعلوم دیوبند۔ (۶) قاری عبدالمعبود صاحب ناروی۔ (۷) قاری عبدالوحید صاحب الہ آبادی استاد

اس لئے دفتر مدرسہ کی رسید نہیں بھیجی گئی۔ سب چھوٹے بڑے تم کو دعا سلام کہتے ہیں) بروز سہ شنبہ مدرسہ میں بخاری شریف کا ختم ہوا۔ تمھارے واسطے اور تمھارے سب متعلقین کے واسطے خاص دُعا کی گئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماوے۔

۱۶ صفر ۱۳۲۱ھ از امروہہ ضلع مرادآباد
مدرسہ عربیہ ۱۷ مئی ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۱۳۱

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ،

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وجعلہ فی رضاہ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ دیوبند کے مدرسہ کے متعلق ایک جلسہ مجلس شوریٰ کا بروز یکشنبہ قرار پایا ہے جس میں اکثر اہل شوریٰ تشریف لاویں گے۔ مجھ کو بھی طلب فرمایا تھا۔ اور چند خطوط اس بارے میں یکے بعد دیگرے

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) تجوید دارالعلوم دیوبند (۸) قاری محب الدین الٰہ آبادی ابن قاری ضیاءالدین صدیقی۔ (۹) نواب حبیب الرحمٰن خانصاحب شیروانی (۱۰) مولانا منت اللہ صاحب مونگیری (۱۱) حافظ مقری حسام الدین احمد صاحب صدیقی ابن قاری ضیاءالدین صاحب (۱۲) قاری مولانا عبدالحی صاحب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ (۱۳) قاری مولانا حیدر حسن صاحب ٹونکی۔ (۱۴) قاری محمد سابق صاحب لکھنوی۔ (۱۵) قاری قطب الدین صاحب سنبھلی (۱۶) قاری محمد سراج الحق صاحب پروفیسر الٰہ آباد یونیورسٹی۔ (ماخوذ از فیضانِ رحمت مولانا مدھا بری)

میرے پاس بھیجے میں نے وہ عذرات پیش کر دیئے تھے جن کے لحاظ سے میری شرکت متوقع نہ تھی۔ اس خیال سے جناب مولوی محمود حسن صاحب خود امروہہ تشریف لے گئے اور کل بروز جمعہ مجھ کو ہمراہ لائے۔ وطن سے مصمم عزم تھا کہ میں پھلاودہ ایک شب کے قیام کے ارادہ سے جاؤں اور عزیزان کو بچشم خود دیکھوں مگر مولوی محمود حسن صاحب و مولوی محمد احمد صاحب حدیث وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِہٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْا فِیْہَا" کو حجت لا کر مجھ کو مزید اہتمام کے ساتھ اس ارادہ سے روکتے ہیں۔ چونکہ حجت قوی ہے اور در صورت مخالفت اندیشۂ معصیت۔

لہٰذا غالب یہ ہے کہ ارادہ ملتوی کروں۔ ان شاء اللہ اگر مقدر ہے، آخر شعبان یا بعد رمضان ضرور ملوں گا۔ عزیز کی معذوری پر نظر کرکے یہ بھی نہیں لکھ سکتا کہ تم خود آجاؤ۔

میں ان شاء اللہ بروز یکشنبہ یہاں سے چلا جاؤنگا۔ اگر پھلاودہ آیا، خیر ورنہ براہ راست امروہہ چلا جاؤں گا۔ تم بفور مطالعہ اس تحریر کے وہاں کے تمامی حالات سے مفصل اطلاع دو۔ اور لکھو اب مرض کی کیا حالت ہے؟

عزیز محمد حسن کا خط مع اسباب مرسلۂ میاں عبدالحمید پہونچا۔ اسباب عبدالحسیب کو دیدیا گیا۔ اطمینان فرماویں۔ مولوی عبداللہ مرادآبادی میرے ہمراہ ہیں۔ تم سب کو سلام کہتے ہیں۔ مولوی حافظ محمد احمد۔ جناب مولوی محمود حسن صاحب کا سلام قبول ہو۔

۲۳ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ از دیوبند ضلع سہارنپور
دولت خانہ حضرت (نانوتوی) علیہ الرحمۃ

مکتوب نمبر ۱۳۲

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفی عنہ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وجعلہ فی رضاہ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے دونوں خط مرسلہ عزیز سرمایۂ مسرت ہوئے۔ میں دوشنبہ کے دن دیوبند سے روانہ ہوا اور بغازی آباد ہوتا ہوا گھر پہنچا۔ باللہ العظیم مکان سے جب چلا تھا مصمم قصد تھا کہ عزیز سے ضرور ملوں گا مگر مرض کے اخبار پریشان سن کر مولوی محمود حسن صاحب (اور صاحبزادہ حافظ احمد صاحب زیادہ مانع ہوئے۔ ناچار مقابلہ حدیث نبی کریم (صلے اللہ علیہ وسلم) کچھ نہ کرسکا اور چار وناچار ارادہ ملتوی کیا۔ اسٹیشن کھاتولی پر جو قلب پر اضطراب و بے چینی تھی کچھ نہ پوچھیے، بار بار اسٹیشن کو دیکھتا تھا۔ خیر جس صدمہ کے ساتھ وہاں سے گذرا "من دانم و دل من داند"۔ خدا کرے جلد ملاقات نصیب ہو۔ اور ان شاء اللہ کامل امید ہے کہ بشرط خیریت و زندگی شعبان کے اول یا آخر میں ملوں گا۔ مرض کی کمی سے تسلی ہوئی۔ رب کریم بقیہ مرض بھی بہت جلد دور فرمادے اور اپنے رحم وکرم کے ساتھ معاملہ فرماوے۔ آمین! افسوس کہ ہنگام روانگی دیوبند مرض کی تیزی سن چکا تھا۔ کاش یہ خبر کمیٔ مرض اس وقت سنتا تو یہ حسرت کیوں، دل کی دل میں رہتی۔ خیر النصیب یصیب۔

عزیز محمد ابراہیم کا نیز خط ملا۔ مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان کے مقاصد قلبی برلاوے اور توفیق مرضیات کے ساتھ نوازے۔ آمین! سب عزیزان کو نام بنام سلام کہہ دینا۔

یہاں جملہ وابستگان خورد وکلاں وجملہ احباب تم کو سلام کہتے ہیں۔ اور لخت جگر

سید محمد تذکرۂ آداب و سلام عرض کرتا ہے اور دعا کا طالب ہے۔ سید محمد نے لفضلہ تعالیٰ پارہ ہشتم شروع کیا ہے۔

دیوبند میں انعام تقسیم ہوا۔ بعض امور میں ممبران مدرسہ سے رائے لی گئی۔ وعظ بھی ہوا۔ جلسہ بہت اچھا ہوا۔ قریب پانسو چھ سو اشخاص کے شریک جلسہ تھے۔ مہمان بھی قریب پچاس اشخاص کے جمع تھے۔

۳۰ ربیع الاول ۱۳۲۱ھ شنبہ از امروہہ ضلع مراد آباد
مدرسہ عربیہ۔ احمد حسن غفرلہ ۲۸ جون ۱۹۰۳ء

مکتوب نمبر ۱۳۲

(ترجمہ) (بزبان فارسی)

"روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد"

اِنَّا لِلّٰہِ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

ابھی ابھی سنبھل سے خط آیا ہے کہ مولوی عبد الباری صاحب[1] نے داعی اجل کو لبیک کہہ کر اپنی جان عزیز جان آفریں کے سپرد کر دی۔ آغوش رحمت رب میں اپنی جائے راحت حاصل کر لی۔ اِنَّا للہ۔

جو صدمہ میرے دل کو پہنچا نہ پوچھئے۔ فغاں صد فغاں اپنی قسمت کی اس ناکامی پر استاذ علیہ الرحمۃ والرضوان (قاسم العلوم حضرت نانوتویؒ) کی مفارقت دائمی کا صدمہ اگر مجھ بدنصیب کے نصیب ہوا تھا تو ایسے صدمات نادیدنی بھی دیکھنے پڑگئے

---

[1] آپ حضرت امروہوی کے شاگرد رشید تھے۔

خدائی قسم میں اس آسیہ یہی تھا کہ میں اگر مروں گا تو میرا نام نہیں مرے گا۔ آپ جیسے مقدسین کو باقیات صالحات میں سے سمجھتا ہوں۔ افسوس کہ مولوی عبدالباری صاحب رحلت فرماگئے۔ خیر مرضئ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ ع

"اوست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند"

اللہ تعالیٰ اُن کو بخشے اور اپنے جوارِ رحمتِ خاصہ میں اُن کو راحت کی جگہ عنایت کرے۔ میں نے مبشراتِ صبرِ جمیل کو یاد کرکے صبر کیا اور میں نے حسبِ توفیق مرحوم و مغفور کو ایصالِ ثواب کرکے دُعائے مغفرت کی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرماتے۔ آپ بھی صبر فرمائیں اور جسقدر ہوسکے مرحوم کو ایصالِ ثواب کرکے دُعائے مغفرت کریں۔ اور جلد جلد اپنی اور جملہ وابستگان کی صحت کی خوشخبری دیتے رہیں۔ ہمارے علاقے میں بفضلہٖ تعالیٰ خیریت ہے اور بارش بھی روز افزوں ہے۔ بہمہ سلام و دعا و از ہمہ سلام و دعا۔

شیخ سعادت علی کے نام جو مرحوم کے برادرِ مکرم ہیں۔ دبستانِ سنبھل کے پتہ پر تعزیت نامہ بھیجدیں۔

۱۵ ر جمادی الثانیہ ۱۳۲۱ھ روز سہ شنبہ

مکتوب نمبر ۱۳۴

برادرِ مکرم جامع کمالات مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم

بعد سلام مطالعہ فرماویں۔

الحمد للہ علےٰ کل حال۔ آرڈر تعدادی دس روپے کا وصول ہوا۔ ان شاء اللہ

کتاب حدیث خرید کرکے دفتر مدرسہ میں داخل کی جاوے گی۔ اور اُسی وقت رسید باضابطہ منجانب مدرسہ مرسل ہوگی۔ اطمینان فرماؤ اور اپنی خیریت وجملہ وابستگان کے مژدۂ عافیت سے جلد جلد مطلع کرتے رہو۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے مدرسہ سے ترک تعلق کیا۔ مرادآباد میں ایک گھنٹہ قرآن شریف کا ترجمہ پنجابیوں کو تعلیم فرمادیں گے۔ تنخواہ تیس روپے اور نیز مکان اقامت اور بعد کو مطبع مجتبائی کا تحشیہ وغیرہ کا کام انجام دیں گے۔ اس میں نیز اُمید کہ تیس چالیس روپے ماہانہ حاصل کرلیں مولوی محمد آمین کو مدرسہ میں مقرر کرلیا ہے۔ مگر بہ نسبت سابق مجھ پر زیادہ بار ہے اللہ کریم آسان فرماوے۔ آمین!

والدۂ محمد حسن رامپور سے آگئی ہیں مع اپنی ہمشیرہ و والدہ کے۔ و برخوردار محمد حسن و سید محمد طال عمرہما تم سب کو سلام و دعا کہتے ہیں۔ مولوی رضا حسن کا بھی سلام۔ بندہ کی طرف سے سب کو سلام کہہ دیجئے۔

۲۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۴ھ

مکتوب نمبر ۱۳۵

(بزبانِ فارسی) ترجمہ

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے آپ کا خط پہنچا۔ آپ کی پریشانیوں کو معلوم کرکے دل کو صدمہ ہوا۔

اللہ گواہ ہے کہ اپنے عزیزوں کی علالت کے باوجود بھی آپ کے یہاں آنا چاہتا ہوں۔ لیکن مقامِ حسرت ہے کہ سوائے دُعائے شبانہ روزی کے اور کچھ

نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے تمام مقاصد میں کامیابی عطا فرما کر تمام مشکلات کو بہ سہولت رفع فرمائے۔ اِن شاءاللہ تعالیٰ جلد امدادِ غیبی آپ کے کام بنائے گی۔ بالکل ہراساں نہوں اور خلوصِ باطن کے ساتھ افضالِ خداوندی پر نظر رکھیں۔ ع

کارسازِ ماست خود در کارِ ما

قبل ازیں نامۂ عزیز کے جواب میں جوابِ خشک لکھنا آئینِ حیا سے دُور تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دُعائے مخلصانہ کو اپنے اوپر لازم کر کے خط کا جواب نہیں لکھا بلکہ آپ کے خط کے پہونچنے نہ پہونچنے کی اطلاع سے بھی دریغ کیا اگر ہوسکے تو یا رَءُوفُ یا بَاسِطُ، یا غَنِی یا مُغْنِی بکثرت پڑھا کریں۔

آج بارہواں دن ہے کہ خدا تعالیٰ نے نورچشم سید محمد سلّمہ کو تیسری ہمشیرہ عنایت فرمائی۔ اُس کا نام ہاجرہ خاتون رکھا گیا۔ لیکن اُس کی والدہ روزِ ولادت سے اکثر علیل رہتی ہیں۔

گزشتہ رات دردِ ریح کی تکلیف نے جاں بلب کر دیا، اور تاب و طاقت دفعتہً سلب کر دیا۔ اب اس مرض کے پنجہ سے نجات مِل گئی، لیکن ضعف زیادہ ہے اور نومولود بچی بھی بہت کمزور ہے۔ دُعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ صحت سے نوازے اور بچی کو عمرِ طبعی تک پہونچا کر سعیدہ و صالحہ بنائے۔ آمین!

۷ جمادی الثانیہ ۱۳۲۴ھ دوشنبہ

مطابق ۳۱ جولائی ۱۹۰۶ء

مکتوب نمبر ۱۳۶

مسمیًا وحامداً ومصلیًا

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ۔

بخدمت جامع کمالات عزیزم گرامی قدر مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سَلّمہ اللہ تعالیٰ وکان اللہ فی عونہ وجعلہ فی رضاہ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ پہونچا اور پہلا خط بھی۔ پہلے کا جواب بتعزیت انتقال عزیزم ممتاز حسن[1] بھیج چکا تھا مگر افسوس نا بخدمت نہیں پہونچا فی الواقع عزیز کے انتقال کا بہت صدمہ ہے۔ ماشاء اللہ جوان صالح تھا اور بہت مخلص عزیز کو بہت تکلیف ہوگی۔ مگر مرضی الٰہی۔

اوست سلطاں ہرچہ خواہد آن کند

رب اس کو قرب رحمت میں جائے راحت دے۔ آمین!

تمہارے ہجوم امراض اور پریشانی حال سے جس مرتبہ صدمہ ہوا۔ کیا لکھوں، اور بجز دعائے خیر کیا کر سکتا ہوں۔ منشی حکیم الدین صاحب ریاست بھوپال میں متعلق ہیں۔ مگر فی زمانا اُن کا روزگار خود معارض خطر میں ہے۔ منشی ابن حسن امروہی قریب ڈپٹی ہو گئے تھے۔ اپنے مخلص تھے۔ اُنھوں نے دو ہفتہ ہوئے رحلت کی۔ میں اس

---

[1] میر ممتاز حسن ابن میر نیاز علی۔ آپ میر نور علی کی اولاد میں تھے۔ اور رشتے میں حضرت سہلاوری کے بھتیجے ہوتے ہیں۔
خاندانی شجرے میں آپ کا نام ممتاز علی ہے۔

وقت طلبیدہ دیوبند جارہا ہوں اور غالباً نہ مل سکوں اسلئے خط لکھنا ضرور ہوا۔ شنبہ تک واپسی ہوگی۔ سب عزیزوں کو سلام و دعا۔ اور سب کی طرف سے سلام۔ نورچشم محمد حسن کو مدرسہ سہارنپور میں چھوڑنا ہے۔ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کامیاب کرے۔ وہ ہمراہ ہے۔ سلام کہتا ہے۔ فقط

۲۶ ذی الحجہ ۱۳۲۶ھ از اسٹیشن امروہہ
۳ فروری ۱۹۰۹ء

مکتوب نمبر ۱۳۷

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات برادر مکرم مولوی حافظ عبدالغنی سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ سرمایۂ مسرت ہوا بے شک میں زیادہ عرصہ سے ارسال خطوط سے قاصر ہوں۔ مدرسہ کی پابندی کے علاوہ بھائی صاحب سلمہم کی دیرینہ علالت نے زیادہ نکما کر دیا۔ بھائی صاحب کا مرض روزانہ نازک حالت پر ہوتا جاتا ہے۔ مگر اکثر رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات کا بخیریت گذر جانا متوقع نہیں ہوتا یاس غالب ہوتی ہے۔ مگر اس کا فضل اور اس کی قدرت کہ پھر ایک دو روز کو گونہ افاقہ ہو جاتا ہے۔ آج کل بھی گونہ طبیعت مائل بہ افاقہ ہے فی کل حال مرض طبیعت پر غالب ہے۔ نظر بظاہر صحت متوقع نہیں۔ مگر اللہ بر تر فضل فرماوے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ رحم فرما کر صحت کاملہ نصیب فرماوے۔ اور حسن خاتمہ کے ساتھ نوازے۔ آمین!

تم اپنی خیریت سے جلد جلد مسرور اوقت کرتے رہو۔

مدرسہ کی حالت مالی بہت کمی پر ہو گئی۔ بعض اہل چندہ نے وفات پائی اور بعض نے

ملازمت سے برطرفی اختیار کی۔ بعض پر اثر قحط کم نہیں۔ بہرحال قریب سو روپے ماہوار کے آمدنی کم ہوگئی۔ میں نے مدرسہ کو مدت سہ ماہ سے اپنے بار تنخواہ سے سبکدوش کر دیا۔ خدمات مدرسہ بحال خود انجام دیتا ہوں۔ گو مدرسہ کو رب قدیر ترقی دے اور فی الحال صورت خوش اسلوبی متوقع ہے مگر اپنا پختہ قصد ہے تنخواہ نہ لوں اور آزادانہ زندگی گزاروں۔ مگر ان سہ ماہ میں مہمانوں کی آمد زیادہ رہی۔ ادھر صرف المضاعف سے زیادہ ہوا۔ مگر الحمد للہ اس وقت تک ثابت قدم ہوں۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ثابت و مستقل رکھے۔ اور غیبی اعانت فرماوے۔ آمین!

بھائی صاحب کی علالت کی وجہ سے چھوٹی لڑکی میرے مکان پر نہیں رہ سکتی۔ قریب چھ ماہ سے بڑی امروہہ ہے۔ وہاں عفور الحسن کو کھانے کی بہت تکلیف۔ ناچار رمضان میں اس کا رامپور ہونا ضرور۔ شاید شروع رجب یا غایت آخیر تک رام پور چلی جائے۔ ناچار میں نے آج چوتھا روز ہے، عزیز عفور الحسن (کی) ہمشیرہ سے جو بیوہ ہوگئی تھی، نکاح کر لیا۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ انجام بخیر کرے۔ اخلاق و عادات بہت اچھے ہیں۔ تجربہ کار ہے۔ امید ہے کہ والدۂ ہاجرہ کا نعم البدل ہو۔ وہ اور سب متعلقین تم کو اور تمہارے متعلقین کو سلام و دعا کہتے ہیں۔

عزیز قمر الدین کو خاص دعوات و سلام۔ فقط

۲۳ جولائی ۱۹۰۸ء

مکتوب نمبر ۱۳۸

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔
بخدمت برادر مکرم جامع کمالات عزیزم مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب کان اللہ لہٗ

بعد سلام مسنون ودعوات وافیہ مدعا نگار ہے۔ دیر سے خیریت نہیں معلوم۔ باعث گرانی ہے۔ میں بہت عدیم الفرصت ہوں۔ اس لئے تحریر سے قاصر۔ جہاں تک ہوسکے جلد جلد خیریت مزاج اور خیریت متعلقین سے خوش وقت کرتے رہو۔ میں بفضلہ تعالیٰ اب بالکل بحالت اعتدال ہوں۔ سابق میں کئی مرتبہ کچھ کچھ علیل رہا ضعف البتہ اب تک ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ انجام بخیر فرماوے۔ عزیز محمد ابراہیم بھوپال پہونچ گئے۔ پولیس کے سررشتہ میں تعلق متوقع ہے۔ اللہ تعالیٰ راست لاوے۔

عزیز عبد الحیٔ کی ترقی وکامیابی مبارک ہو میرے سب متعلقین سلام کہتے ہیں۔ نور چشم سید محمد مدعمرہٗ، اس کی چھوٹی ہمشیرہ ہاجرہ خاتون کا سلام وآداب قبول۔ سید محمد کی بڑی ہمشیرگان نیز سلام کہتی ہیں۔ عزیز مولوی رضا حسین کے دوسری دختر پیدا ہوئی ہے۔ بھائی صاحب ہنوز علیل چلے جاتے ہیں اور بہت ضعیف ہوگئے ہیں مرض کو عرصہ ہوگیا اللہ تعالیٰ صحت بخشے۔ فقط

مکتوب نمبر ۱۳۹

السَّلامُ عَلیکُمْ ورحمۃ اللہ۔

کل دوشنبہ کو شب کے دس[۱] بجے بھائی صاحب مرحوم نے داعیٔ اجل کو لبیک کہہ کر بڑے حسنِ خاتمہ کے ساتھ رحلت فرمائی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ط ع

اُو دست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند

فصبرٌ جمیل، وَاللہُ المستعان، وَعَلَیْہِ التکلان۔ بھائی صاحب کے حق میں دُعائے مغفرت فرمائیں اور بقدرِ وسع تلاوتِ قرآنِ پاک کا ایصالِ ثواب۔

مدرسہ کا چندہ اب گونہ ترقی پذیر ہے۔ اہلِ مدرسہ نے چاہا تنخواہ دیں مگر نہ بندے نے اس دم تک لی نہ آئندہ ارادہ ہے، دعا کرو اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔ یہ لکھو کہ دربارۂ اخذِ تنخواہ کیا رائے ہے؟ میں آزادی پسند کرتا ہوں اور گو پورا بھروسہ ہے۔ اِن شاء اللہ کوئی دشواری نہ پیش آوے گی۔ مگر بہ نظرِ ظاہر البتہ استقلال دشوار معلوم ہوتا ہے۔ ضرور رجوعِ الی القلب بلکہ رجوع الی اللہ کر کے جواب دو۔

---

[۱] آپ حضرت محدث امروہیؒ کے برادرِ کلاں تھے۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا سید رضا حسن تھے۔ جو حضرت محدث امروہیؒ کے داماد ہوئے۔ حضرت مولانا پھلاودیؒ نے آپ کی تاریخِ وفات کا قطعہ فارسی زبان میں یوں لکھا۔

میر اصغر حسین چوں ز جہاں رخت بربست سوئے باغِ جناں
حافظِ خستہ دل پئے سالش گفت مغفور شد بریزداں
۱۳۲۷ھ

بھائی نورالحسن، عزیز غفورالحسن کی چھوٹی ہمشیرہ کے ساتھ جو ایک سال سے بیوہ تھیں میرا عقد ہوگیا۔ دُعا کرو اللہ تعالیٰ انجام بخیر فرمائے۔ صلاحیت مزاج وتجربہ و درستگیٔ حواس سے امید ہے سب کو راحت ملے۔ وخدا ہمچنیں کند۔

۶ رجب ۱۳۲۶ھ سہ شنبہ از امروہہ

۵ اگست ۱۹۰۸ء

مکتوب نمبر ۱۴۰

مسمیًا وحامداً ومصلیًا

بندۂ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم

بعد سلام مسنون مکلف ہے۔ مدت ہوئی نامہ سرمایۂ مسرت ہوا تھا وباطلاع خیریت عزیزاں مورثِ سکینہ۔ یہ زمانہ چونکہ زمانہ عموم مرض کا ہے اسلئے زیادہ ضرورت ہے کہ بعد مطالعہ خط ہٰذا جملہ عزیزان کی خیریت ومفصل حالات سے اطلاع دو۔ میرے متعلقین سب علیل تھے۔ خود میں بھی شریکِ حشر ہوگیا تھا۔ چند دورے مجھ کو زیادہ شدید پڑے۔ اب بفضلہ تعالیٰ دوسرا دورہ ہے کہ بالکلیہ خلاصی ہے۔ نورچشم مدعوۂ، اس کی والدہ۔ عزیز مولوی رضا حسین۔ نورچشمی یعنی اہلیہ مولوی رضا حسین سب بیمار پڑے تھے۔ حتیٰ کہ خادمہ۔ مگر نورچشم عزیز رضا حسین کو پانچ چھ روز سے صحت ہے۔ والدۂ بنے میاں کو کل دورہ موقوف ہوا اور نورچشمی کو آج سے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ رحم وکرم کے ساتھ معاملہ فرماوے۔ اور ہم سیاہ کاروں کی بدانجامی سے درگذر۔ آمین!

اپنے متعلقین (عزیزان) بالخصوص برادرم قمرالدین و حکیم عبدالحکیم سلمہما و میر ظہورالحسن و مولوی محمد حسن (کی خیریت سے جلد اطلاع دو۔ مدرسہ کی حالت بدستور ہے۔
ان شاء اللہ بعد رمضان سے ہیں اگر ہو سکا لوجہ اللہ خدمات مدرسہ انجام دوں گا۔
سب کو سلام و دعا۔ سب کی طرف سے سلام و دعا۔

۱۳ ر رمضان روز شنبہ از امروہہ
۱۰ ر اکتوبر ۱۹۰۰ء

مکتوب نمبر ۱۴۱

مسمیًا و حامداً و مصلیًا

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہ۔

بخدمت جامع کمالات برادر مکرم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہم۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ سرمایۂ مسرت ہوا۔ طوفان لرہ دموئی میں حضرات امروہہ جملہ بخیریت رہے۔ البتہ عزیزم حامد حسن کا مالی نقصان قریب ایک ہزار کے ہوا۔ مکان مسکونہ غرقِ آب ہو گیا۔ متعلقین جملہ ہمراہ تھے۔ والدہ صاحبہ مرحومہ بھی۔ حامد حسن کے پسر کلاں و دختر کے نکاح و رخصت کی تقریب تھی۔ اس تقریب سے فراغت کے بعد متصل طوفان آیا۔ امروہہ کی مستورات جس قدر حیدر آباد تھیں سب اس تقریب میں حامد حسن کی مہمان تھیں مگر بفضلہ تعالیٰ سب (مرد و زن) محفوظ رہے البتہ مالی نقصان ہوا۔ بعد اس کے حامد حسن اُن کے متعلقین، جنابہ والدہ صاحبہ سب امروہہ آئے۔ والدہ ماجدہ کو کچھ عرصہ بعد تخمہ ہوا اور تیسرے روز بتاریخ ۷ ر شوال رحلت فرمائی۔ حامد حسن نے دو ہفتہ قیام کیا۔ اور پھر بغیر سواری ہائے زنانہ واپس ہوئے۔ مجھ کو مشاہرہ کچھ

روپیہ مدرسہ مراد آباد جاتا ہوا۔ کام بھی شروع کیا مگر بخلاف اُمید امروہہ کے عمائد بیندرہ سولہ حضرات مراد آباد گئے۔ تین روز مستقل قیام کیا اور اراکین مدرسہ سے ہر طرح بالحاح معافی چاہی اور منتیں کیں مگر جملہ نامسموع۔ بالآخر مجبوراً وہ زور ڈالا کہ میں نے مجبور ہو کر دس روز کی رخصت بوضع تنخواہ لی، اور ہمراہ ہو لیا۔ اب دیکھیں کیا ہو، ہنوز نہ یہاں کا کام لیا اور نہ وہاں کا۔ جملہ مریضوں کو بفضلہ تعالیٰ افاقہ ہے نورچشم مدعوہ کو مرض سُرخہ ہو گیا تھا۔ اور صلابت جگر بھی اور ورم کا خدشہ مگر بفضلہ تعالیٰ اب بالکل صحت ہے۔ باقی مریض اس حالت میں ہیں کہ کہیں صحت، کہیں عود۔ دُعا کرو اللہ تعالیٰ صحتِ کاملہ و شفاءِ عاجلہ بخشے۔ آمین!

سب کو سلام و دعا اور سب کی طرف سے سلام و دُعا۔

۲۰ر نومبر ۱۹۰۸ء

مکتوب نمبر ۱۴۲

مسمیاً حامداً و مصلیاً

بندۂ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات برادر مکرم مولوی حافظ حاجی محمد عبدالغنی سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ خط سراسر مایۂ مسرت ہوا۔ واقعی عزیز معذور (رہیں) کوئی حق نہیں کہ عزیز کی شکایت کی جائے۔ بے شک میری طرف سے تحریر خطوط میں کوتاہی ہوئی ضرور محل شکایت ہے اور شکایت عزیز حملہ بجائے خود۔

مدرسہ کے حالات سابقہ سے تنگ آچکا تھا تحمل کرنا دشوار ہو گیا تھا اور خطرہ مواخذۂ آخرت نیز باعث جانگزائی تھا۔ ناچار بحیلہ کی چندہ مراد آباد

چلاگیا اور حضراتِ امروہہ کے اصرار سے اس شرط پر واپس ہوا کہ مدرسہ کی جس حالتِ نازک نے بندہ کو مدرسہ چھوڑنے پر مجبور کیا ہے ایک ہفتہ میں اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو ان شاء اللہ مدرسہ میں مقیم رہوں گا ورنہ میں شرعًا ترکِ مدرسہ پر مجبور ہوں۔ مجلسِ شوریٰ نے منشی عبدالکریم وکیل کو مہتمم مقرر کیا .... مہتمم حال اس مرتبہ عدیم الفرصت کہ مدرسہ کا کوئی چھوٹا بڑا کام انجام نہیں دے سکتے .... جہاں تک ہو سکا مدرسہ کی خدمات اپنے ذمہ لیں۔ ابھی بہ نسبت سابق زیادہ عدیم الفرصت ہوں۔ اس پر یہ طرّہ کہ مجھے اکثر جا سے ایسے طور پر طلب کیا جاتا ہے کہ مجبور آجانا پڑے۔ خطوط و استفتا زیادہ آتے ہیں۔

چند مرتبہ چاہا عزیز سے ملوں مگر باللہ العظیم معذور رہ کر قاصر رہا۔ ان شاء اللہ ضرور قصد کروں گا۔

فی زمانا چھوٹے چچا صاحب سخت علیل ہیں اور حالتِ مرض زیادہ نازک اس لئے مراد آباد تک سفر کرنا بھی دشوار ہے اور خلافِ مصلحت دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ صحت دے۔ آمین ۔مولوی خادم حسین صاحب بچھراؤں ہیں اور اُن کی صاحبزادی کو اب آرام ہے۔ البتہ پوری صحت نہیں اس کے لئے بھی دعا کیجئے۔ اپنی خیریت سے جلد جلد اطلاع دیتے رہو میرے سب وابستگان اور خاص کر نورِ چشم مدعمرہٗ سلام و دعا کہتے ہیں۔ (۱۱ اپریل ۱۹۰۹ء - ۱۳۲۷ھ)

---

۵ شیخ منشی عبدالکریم وکیل ابن شیخ عظیم اللہ — آپ خاندان شیوخ کلال سے تعلق رکھتے تھے اور شیخ محمد سکندر ولد محمد اعظم منصب دار کی اولاد میں سے تھے۔ (تحقیق الانساب)

مکتوب نمبر ۱۴۳

مسمیًا وحامدًا ومصلیًا

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ۔
بخدمت جامع کمالات مولوی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہٗ اللہ و
جعلہ فی رضاہ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ الحمد للہ علیٰ کل حال۔ دیر سے خیریت سے اطلاع نہیں، باعث گرانیٔ خاطر ہے۔ میں عجب حیرت میں ہوں۔ نہیں کہہ سکتا کہ کیا سبب ؟ شعر

ہر بلائے کز آسماں آید گرچہ بر دیگرے قضا باشد
بر زمیں نارسیدہ می پرسد، خانۂ انوری کجا باشد

امسال ایک تبہ دہرہ دون جانا پڑا اور پھر بھاگلپور۔ اب ریاست رامپور میں فی مابین اہل سنت وجماعت وگروہ قادیانی مناظرہ قرار پایا ہے۔ رئیس کی خواہش ہے میری مشافہت میں مناظرہ ہو۔ قادیانیوں نے مولوی محمد احسن امروہوی اور مولوی سرور اور دو ایک اور کو منتخب کیا ہے، ادھر سے اول میرا نام لیا گیا ہے اور مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی، مولوی خلیل احمد صاحب، مولوی مرتضیٰ حسن چاندپوری کا نیز۔ ۱۵ ر جون مقرر ہے۔ کل بطلب بندہ رجسٹری شدہ خط آیا کہ آپ پنجشنبہ ۱۰ ر جون کو رامپور آجاویں۔ امور ضروریہ آپ کے سامنے طے ہونے ہیں غالبًا جمعہ کے بعد روانہ ہوں۔ میں نے مولانا محمود حسن صاحب، صاحبزادہ صاحب اور مولوی حبیب الرحمٰن صاحب کو لکھا ہے کہ جمعہ (یہاں) پڑھیں اور ایک ساتھ روانہ ہوں۔ غالبًا سب حضرات تشریف لا دیں۔ آپ کو ضرور یہ تکلیف دی جاتی ہے کہ دعا و ہمت قلبی سے اعانت کریں۔ نور چشم مدعمرہٗ اور اس کی والدہ، عزیز

رضا حسین خود میں بندۂ نحیف کچھ علیل تھے۔ اب بفضلہ تعالیٰ سب کو آرام ہے۔ عزیز رضا حسین کی دختر خورد عزیزہ نام نے جو سب کو بہت عزیز تھی بمرضِ اُم الصبیان رحلت کی۔ انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون۔

ایک تحریر میری درباره شق القمر[۵] بنام حکیم بنیاد علی بمقام لاوڑ روانہ ہوئی ہے۔ لکھ دیا ہے کہ مولوی صاحب کی خدمت میں بھیجدیں۔ اگر نہ بھیجی ہو منگوا کر ملاحظہ کیجئے۔ سب کو سلام و دعا اور سب کی طرف سے سلام و دعا۔

۱۹ر جمادی الاولیٰ ۱۳۲۷ھ چہارشنبہ
۹ر جون ۱۹۰۹ء

مکتوب نمبر ۱۴۴

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ • مُسمّیاً وّحامداً وّمُصلّیاً

بخدمت جامع کمالات برادر مکرم مولوی حاجی حافظ محمد عبد الغنی صاحب سلمہم۔

بعد سلام مسنون مکلف ہے۔ رامپور جانے کے بعد دوشنبہ کے روز مناظرہ[۶]

---

[۵] یہ تحریر افاداتِ احمدیہ مطبوعہ دلی پرنٹنگ ورکس میں بعنوان الدلیل الابہر علیٰ صحۃ القولین فی شقِ القمر" شائع ہو چکی ہے۔ [۶] رامپور میں قادیانی اپنے جھوٹے مذہب کی تبلیغ کر رہے تھے اور ذی وجاہت اشخاص بھی اُن کے ہمنوا ہو گئے تھے اس لئے ضرورت سمجھی گئی کہ رامپور میں ایک فیصلہ کن مناظرہ جماعتِ حقہ اور قادیانیوں کے درمیان ہو جائے۔ چنانچہ ۱۵ر جون ۱۹۰۹ء کو مناظرہ کا سلسلہ شروع ہوا اور ۲۰ر جون کو اہلِ حق کی کامیابی کے ساتھ ختم ہوا۔ حضرت محدث امروہیؒ جماعتِ حقہ کی طرف سے سربراہ کی حیثیت سے تھے۔ اور اس وقت کے تمام (باقی پر صفحہ)

شروع ہوا۔ مسئلہ وفات مسیح کا مولوی احسن قادیانی مرزائی نے ثبوت پیش کیا۔ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اہل اسلام کی طرف سے تحقیقی والزامی وہ جوابات دندان شکن دیئے کہ ماشاءاللہ۔ مجلس میں ہر خاص وعام پر محمد احسن کی مغلوبی اور مولوی ثناءاللہ کا غلبہ واضح ثابت ہوگیا۔ اسی روز تمام رامپور میں عام شہرت ہوگئی قادیانی پسپا ہوئے مگر وہ بے غیرت اگلے روز بھی آکر زیادہ ذلیل ہوئے۔

محمد احسن کو ناقابل مان کر خود اُن کے گروہ نے دوسرا مناظر مقرر کیا۔ وہ بھی کامیاب نہ ہوسکا۔ تیسرے روز الزامی جوابات میں بہت ذلیل ہوئے۔ نواب صاحب نے فرمایا یہ مسئلہ ختم ہوا اور حاضرین کو حق وناحق معلوم ہوگیا۔ اب نبوت مرزا کا ثبوت دیجئے۔ آمادہ نہ ہوئے اور ایک شب کی مہلت لی۔ شب میں یہ درخواست لکھی کہ حضور اہل اسلام کے حامی ہیں۔ بمقابلہ حضور ہم کو مناظرہ کرنا منظور نہیں۔ نیز مناظر اہل اسلام بدزبان ہے۔ ہمارے مقتدا وسیلۂ نجات کی بھاری گستاخی کرتا ہے لہٰذا ہم کو مناظرہ کرنا کسی حال میں منظور نہیں معاف فرمائیے۔ یہ درخواست لکھ کر بعضے شب میں ہی روانہ ہوئے اور بعضے دن میں راہی۔ والحمدُ للہ

(بقیہ صفحہ) اکابر دیوبند و سہارنپور اس مناظرہ میں شریک ہوئے۔ دوسری طرف سے حکیم محمد احسن سربراہ تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اہل حق کی طرف سے مناظر تھے۔ قلعہ رامپور میں یہ مناظرہ ہوا۔ قادیانی بُری طرح شکست کھاکر بھاگے اور سرزمین رامپور سے قادیانیت کے اثرات قریب قریب زائل ہوگئے۔ شہر رامپور اور ضلع مرادآباد کے علاوہ ہندوستان بھر کے اہل ذوق حضرات اس مناظرہ میں شریک ہوئے اور فتح مبین کا نظارہ دیکھا۔ اس مناظرہ میں مولانا حامد رضا خاں بریلوی بھی اکابر دیوبند کے ساتھ شریک محفل مناظرہ تھے۔ ہفتہ وار "دبدبۂ سکندری" رامپور کے دو پرچوں میں جو ۲۱ جون سے ۲۸ جون ۱۹۰۹ء تک کے ہیں۔ اس مناظرہ کی روئداد شائع ہوئی ہے۔

نواب صاحب کے الطاف، امید سے بلکہ خیال سے زیادہ سب کے ساتھ اور بالخصوص بندہ کے ساتھ وقوع میں آئے جس سے طرح طرح کی امیدیں ہوتی ہیں۔ خدا راست لاوے۔ سچ یوں ہے کہ جملہ احباب کی دعا کا نتیجہ ہے۔ سب کو دعا و سلام اور سب کی طرف سے دعا۔

نورچشم مدظلہٗ کو آج نیز بخار شدید ہوگیا ہے دعائے صحت فرمائیے۔ بمقام لاوڑ حکیم بنیاد علی کے نام میری ایک تحریر گئی ہے اُن کو لکھ دیا تھا کہ بخدمت مولوی عبدالغنی صاحب روانہ کی جاوے۔ لکھو اُنہوں نے بھیجی یا نہیں فقط

احمد حسن عفرلہٗ
۲۸ رجون ۱۹۰۹ء

مکتوب نمبر ۱۴۵

ترجمہ

(بزبانِ فارسی)

مسمّیاً و حامداً و مصلّیاً

بندۂ نحیف غفرلہٗ بخدمت جامع کمالات برادر مکرم مولوی حاجی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ....

بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے۔ غم نامۂ عزیز پہنچا۔ نہ پوچھئے کہ میرے دل حزیں پر کیا گزری اور کس طرح سے دل صد پارہ ہوگیا۔ حیف صد حیف کہ آپ کے لختِ جگر نے ایامِ نو بہاری و نوخیزی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا اور ہم سب کو اس پیرانہ سالی میں چھوڑ گیا۔ خدا کی قسم اس بچے کی نوخیزی اور اُن عزیز کے صدمہ کو یاد کر کے دل ہاتھ سے نکلا جاتا ہے۔ لیکن آپ جانتے ہیں اور سب جانتے ہیں کہ جو پیدا ہوا ہے وہ مرنے کے واسطے پیدا ہوا ہے۔ ایک نہ ایک دن

اس دارِ دنیا کو چھوڑنا ضروری ہے اور ذائقۂ تلخیِ موت سے تلخ کام ہونا ہر ایک کو لازم ہے پس صبر کی بشارتوں کو یاد کر کے میں نے صبر و استقلال کا سنگِ گراں دل و جگر پر رکھا اور گزرنے والے کے تمام وابستگان اور خاصکر اُن کے ماں باپ اور بالخصوص آں عزیز سے امید واثق رکھتا ہوں کہ تمام مبشرات صبرِ جمیل کو برحق سمجھ کر ایسے امتحان کے وقت میں سب کے سب استقلال و استقامت کے ساتھ رہیں گے اور خوبیِ صبر کو اپنے ہاتھ سے نہ جانے دیں گے۔ فَاِنَّ لِلّٰہِ مَا اخذ ولہ مَا اعطیٰ و کل شئ عندہ بمقدار فلیصبر ولیحتسب۔

(بیشک اللہ ہی کے لئے ہے وہ جس کو اس نے لے لیا، اور جو عطا کیا وہ بھی اُسی کا ہے۔ اور ہر شے اللہ کے نزدیک ایک اندازہ پر ہے، تو صبر کرنا چاہیئے۔ اور اُمید ثواب رکھنی چاہیئے۔)

شاہ جی ممتاز علی اور میرے جملہ متعلقین کی طرف سے بعد سلام مسنون تعزیت مسنونہ۔ برخوردار سید محمد مدعمرہٗ نے اس سال کا اکثر حصہ چونکہ مرض میں گزارا اور مرض کی تکلیف جھیلنے کی وجہ سے کمزور تھا، کوئی امید نہیں تھی کہ قرآن شریف تراویح میں پڑھے گا۔ مگر انضالِ الٰہی نے دستگیری فرمائی اور نورچشم سلمہ نے روزہ رکھنے کے ساتھ ساتھ بیس رکوع پڑھنا اپنے ذمہ کر لیا۔ چنانچہ آج جبکہ پندرھویں رمضان شبِ پنجشنبہ ہے اُنیسواں ۱۹ پارہ ختم کرے گا۔ الحمدللہ

میں نے چاہا تھا کہ بسلسلۂ تعزیت آپ کے خط کے جواب میں خود روانہ ہو کر آپ کے پاس پہونچ جاؤں لیکن نورچشم کی قرآن خوانی سدِ راہ ہوئی۔ ان شاء اللہ بعد عید پہونچوں گا۔

۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء

مکتوب نمبر ۱۴۶

بندۂ نحیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ ۔ مسمیًا وحامداً ومصلیًا

بخدمت جامع کمالات عزیز از جان حاجی حافظ مولوی محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وجعلہ فی رضاہ ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے عید کے بعد سے آج تک برابر اس ارادہ میں ہوں کہ عزیز تک پہنچوں مگر خانصاحب کے عزل کے بعد خدمات مدرسہ نے ایسا گھیرا ہے کہ مہلت ملنا دشوار بلکہ کالمحال ہوگئی ہے۔ وہی مثل ہے کہ ع

اے روشنئ طبع تو برمن بلا شدی

نہ یارے نہ مددگارے ع

"خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ"

میں ہی مدرس ہوں اور میں ہی مہتمم۔ میں ہی سپاہی (چپراسی) ہوں اور میں ہی محرر۔ سب کا کام دیکھنا اور سب کی نگرانی میرے ذمہ ہے۔ مہتمم حال بالکل بے فکر ہیں۔ اور ہمہ غفلت۔ ان وجوہ سے باوجود ارادہ محکم، ہنوز ناکام ہوں۔ اور خدا جانے کب تک ناکام رہوں۔ اُمید کہ مجھے معذور سمجھ کر حسب تحریر خود یہاں تک آنے کی تکلیف گوارہ کرو گے۔ برت کعبہ تمام نیازمندان و میرے جملہ وابستگان بیحد مشتاق ہیں۔ نور چشم مدعمرہٗ اس کی ہمشیرہ سیدہ بڑی آرزو کے ساتھ التجا کرتے ہیں کہ بھائی خدارا جس طرح ہو سکے پہلے خود تشریف لاؤ (اور پھر) میاں کو (ہمارے والد کو) ہمراہ لے جاؤ۔ عزیز غفور الحسن مع متعلقین رامپور ہیں۔ اُن کی دختر سلمہا علیل ہے بخار جاڑا آتا ہے۔ سید محمد کی چھوٹی بہن ہاجرہ خاتون اچھی ہے۔ سب سلام و دعا کہتے ہیں۔ میری طرف سے اور نیز سب کی طرف سے اپنے جملہ متعلقین اور

جملہ احباب کو سلام کہہ دیجئے۔ مدرسہ کی حالت بفضلہٖ تعالیٰ بہ نسبت سابق اچھی ہے۔ والحمدللہ۔

۷ ذی قعدہ ۱۳۲۷ یکشنبہ از امروہہ
۲۲ نومبر ۱۹۰۹ء

مکتوب نمبر ۱۴۷

(بزبانِ فارسی)

مسمیاً وحامداً ومصلیاً

ترجمہ

بندۂ نحیف خادم الطلبہ احقرالزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب .....

بعد سلام مسنون تحریر کرتا ہے آپ کا خط پہونچا اس نے میری مسرت میں اضافہ کیا عرصہ سے آں عزیز کے شوقِ دیدار میں بیٹھا ہوا ہوں لیکن خدا گواہ ہے کہ خدماتِ مدرسہ کی پابندی کی وجہ سے اور کارِ متعلقہ کی کثرت کے سبب بالخصوص ایسی حالت موجودہ میں کہ مدرسہ کا سارا کام مجھ ناکارہ سے متعلق ہے۔ میں کہیں دو روز ٹھہرنے کی بھی فرصت نہیں پاتا ہوں اور آپ کے علاقہ کے قریب سے سراپا حسرت بن کر آگیا ہوں (میرٹھ وغیرہ سے آیا گیا ہوں)

پختہ ارادہ ہے کہ ان شاء اللہ عشرۂ اخیرہ رمضان میں نورچشم سید محمد سلمہٗ کے ختم قرآن سے فارغ ہو کر آں عزیز کی خدمت میں پہنچوں گا۔ یا اوائل شوال میں آؤں گا۔ امسال حسب معمول بغرض امتحان مدارسِ اسلامیہ میں نے سفر نہیں

کیا بلکہ مدراس کی طلبی کے جواب میں نقشہ خواندگی کو منگوا کر میں نے سوالات روانہ کئے ہیں مگر بوجہ قرب شاید اراکین مدرسہ مراد آباد و سنبھل بندۂ نحیف کو چھوڑیں اور خود اپنے ہمراہ مجبور کرلے جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو غالباً کل یا پرسوں روانہ ہوجاؤنگا کیونکہ امر مذکور کا احتمال قوی ہے اسلئے آپ کی خدمت میں آنے کا ارادہ میں نے نہیں کیا ہے اور اس مدرسہ امروہہ کے امتحان سے کل بروز یکشنبہ آٹھ دن کے بعد فراغت ہوئی اور بفضلہ تعالیٰ نتیجہ بہت اچھا ہے۔ والحمدللہ۔

عزیز محمد عبدالحیٔ سلمہٗ کے فرزند کی ولادت کی خبر سرمایۂ مسرت ہوئی۔ اللہ تعالےٰ اس بچہ کو نوازے اور عمر طبعی کو پہنچائے اور اچھا نصیب عطا فرماکر کمالاتِ علمی وعملی سے بہرۂ وافر عطا فرمائے۔ آمین!

میں نے تہنیت نامہ عزیز عبدالحیٔ کو لکھ دیا ہے۔ شاہ بہاء الدین نقشبندی امروہی، مکہ معظمہ سے بخیریت امروہہ آگئے ہیں اور بعد عید عزم واپسی رکھتے ہیں شاہ جی امروہہ تھے کہ اُن کے پیچھے اُن کی اہلیہ محترمہ انتقال کر گئیں جو اُن کے ہمراہ مکہ معظمہ رہتی تھیں اور وہ اُن کو چھوڑ کر عازم ہند ہوئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن لوگ کہتے ہیں کہ اس مرتبہ شاید حضرت شاہ ممتاز علی صاحب بھی حج کا ارادہ فرما رہے ہیں۔ چونکہ نور چشمی سید محمد کی نسبت کے معاملہ کی وجہ سے (نسبت کے چھوٹ جانے کی وجہ سے) حجاب رکھتے ہیں اس لئے اس سے زیادہ تحریر نہیں کرسکتا۔

سب عزیزوں وابستگان اور بہادرآوران کو بشرط یاد وملاقات میرا سلام پہنچادیں۔ اور عزیز محمد قاسم اور اُن کی اہلیہ، ان کے بچوں اور اُن کی والدہ ماجدہ کو سلام ودعا۔ میرے لڑکے اور میرے جملہ وابستگان کی طرف سے سلام ودعا قبول کریں۔

مکتوب نمبر ۱۴۸

از دیوبند

بندۂ نحیف خادم الطلبا حقر الزمن احمد حسن عفرلہ۔

بخدمت برادر مکرم مولوی محمد عبد الغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ وکان فی عون اللہ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ اس وقت بعد دو بجے دن کے عزیزی میاں محمد حسن سلمہٗ کا خط ملا۔ باطلاع واقعہ جانکاہ یعنی خبر ارتحال والدہ نور چشم محمد قاسم (سے) جو صدمہ گزرا۔ کیا لکھوں۔ افسوس تمہاری معذوری اور ہجوم امراض کی حالت اور اس پر یہ صدمہ، ضرور دل کو پاش پاش کرتا ہے مگر کیا کیجئے ؎

او ست سلطاں ہرچہ خواہد آں کند

مجھ کو بخیال تکالیف عزیز دل کا تھامنا مشکل ہے مگر بیاد مبشرات صبر استقلال کو ہاتھ سے نہیں دیا، عزیز بھی صبر فرمادیں۔ اور حق مرحومہ دعائے مغفرت۔ بندہ نے کچھ ایصال ثواب کے بعد دعائے مغفرت کی۔ خدائے برتر قبول فرماوے اور مرحومہ کو قرب رحمت جائے راحت دے کر مقبولین کی جماعت میں داخل کرے۔ آمین!

نور چشم سید محمد مدعمرہٗ آج بائیسواں روز ہے زیادہ علیل ہوا۔ بخار شدید (ہے) موتی جھرا نکلا (ہے) دو شب اس مرتبہ شدائد رہے کہ امید نسبت ضعیف ہوئی۔ پھر بارے اللہ برتر نے فضل فرمایا اور نور چشم مدعمرہٗ کو صحت ہوئی اب پرسوں سے نبض و رفتار ورہ قریب باعتدال ہے سوالحمدللہ

ضعف بے حد ہے۔ اللہ تعالیٰ قوت بخشے۔ چاہا تھا تم کو بغرض دعا لکھوں مگر بخیال مزید پریشانی عزیز نہ لکھا۔ علالت نور چشم کے سبب میں نے شرکت جلسہ ہذا سے بالکلیہ انکار لکھ بھیجا تھا۔ مولانا محمود حسن صاحب، صاحبزادہ صاحب، مولوی خلیل احمد

صاحب تشریف لائے اور شرکتِ جلسہ پر مجبور کیا۔ شب میں آیا ہوں۔ آج پہلا جلسہ تھا وعظ بھی ہوا۔ شاید دو روز خواہ مخواہ اور قیام کرنا ہو۔ امروہہ میں بھی کچھ کچھ مرض وبائی کی چھیڑ چھاڑ ہے۔ دُعا فرمادو اللہ تعالیٰ رحم فرمادے۔ مراد آباد۔ رامپور میں ہنوز مرض وبائی کا چرچا ہے۔ واللہ المستعان۔ سب کو سلام کہہ دیجئے۔ مرحومہ کے لئے سب حضرات سے دُعا کرائی گئی۔

مکتوب نمبر ۱۴۹

بندۂ ضعیف احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بعزیز از جان جامع الکمالات والحسنات مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب متعنا اللہ بطول بقائہٗ۔ بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ خط مرسلہ ہو نچکر باعث مزید ندامت ہوا۔ واللہ میں خود اس صدمہ میں ہوں کہ دیگر (یعنی پھر بعد) اوقات مدرسہ وحذمات مدرسہ سے فرصت ملنی دشوار۔ اس سفر میں جو بتقریب جلسہ مدرسہ عالیہ دیوبند پیش آیا ملاقات عزیز سے محروم رہا۔ گو ایک معذوری پیش کرکے نور چشم محمد قاسم مدعمرہٗ سے عذر کر چکا تھا مگر دیوبند میں ہی بعد فراغت جلسہ معلوم ہو چکا تھا کہ سردست وہ معذوری نہیں۔ پختہ ارادہ کر چکا تھا کہ گو میاں قاسم وغیرہ چلے گئے مگر ان شاء اللہ ضرور کھلاودہ جاؤں گا۔ حافظ زاہد حسن امروہی[۱] قبل الجلسہ بیمار ہو چکے تھے۔ روانگی سے

---

[۱] حافظ زاہد حسن صاحب مرحوم حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مجاز تھے مکہ معظمہ میں کئی ماہ قیام کرکے حاجی صاحب کے حلقہ درسِ مثنوی میں شامل ہوئے حضرت مولانا گنگوہیؒ۔ حضرت شیخ الہند دیوبندیؒ۔ حضرت مولانا امروہیؒ اور دیگر اکابر دیوبند کے فیض یافتہ اور ان کی مجالس کے حاضر باش تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے مالٹا سے آپ کو گرامی نامے

ایک روز پہلے اُن کی عیادت کی۔ حالتِ مرض ایسی نازک دیکھی کہ ان کا وطن آنا ضروری معلوم ہوا۔ علاج جو ہو رہا تھا بالکل نامناسب۔ پرہیز وغیرہ کا کچھ اہتمام نہیں تھا۔ ضعف کی یہ حالت کہ جنبش دشوار، حواس غیر محفوظ۔ ناچار وطن پہنچانا ضرور ہوا۔ اور چونکہ ایسی حالت تھی خود بھی ہمراہ ہوا۔ بفضلہ تعالیٰ وطن بخیریت پہنچے۔ صورتِ مرض نے گو سب کو مایوس کر دیا تھا۔ بارے بفضلہ تعالیٰ اب ان کو صحت ہے۔ والحمد للہ ضعف بہت باقی ہے۔ چونکہ وہ ہمراہ تھے بلکہ میں اُن کے ہمراہ تھا اسلئے بہ ہزار حسرت اسٹیشن کھتولی سے آگے بڑھا۔ اس وقت جو صدمہ تھا اور اب تک ہے اس کا اندازہ عزیز کا قلب صافی کر سکتا ہے۔ ان شاء اللہ اگر زندہ ہوں جلد ملوں گا۔

عزیز محمد قاسم سے زبانی اور اب بذریعہ تحریر کیفیتِ مزاج سن کر بے حد دردمند ہوں اور بدرگاہِ کریم درحسیم شفاءِ جسمانی و روحانی کا خواستگار۔ اللہ کریم عزیز کو تادیر سلامت باکرامت رکھے۔ آمین!

نسخہ ایک کتاب میں رکھ کر بھول گیا تھا۔ بہت مایوسی کے بعد آج ملا ہے شربت گل بزمہ بارہی اُمید ہے زیادہ نفع دے۔ ضرور تیار کرا لیجئے۔ سب عزیزان واحباب کو سلام و دعا کہہ دیجئے۔ اور سب کی طرف سے دعا و سلام قبول فرمائیے۔ نورچشم مدعوہ آداب و سلام عرض کرتا ہے۔ باقی خیریت۔ اس وقت رقعات عالمگیری، بوستاں فارسی میں اس کے زیر مطالعہ ہے۔ اور فصولِ اکبری عربی میں۔ ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ روز جمعہ از امروہہ

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) بھیجے ہیں حضرت شیخ الاسلامؒ کے بھی کئی اہم مکتوبات آپ کے نام ہیں جو بالشافہ اور رسائل میں بھی شائع ہوئے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلامؒ جب کبھی امروہہ تشریف لاتے تو آپ ہی کے مہمان ہوتے تھے۔ مدرسہ شاہی مرادآباد اور مدرسہ رحمانیہ ٹانڈہ۔ مدرسہ اسلامیہ حسینیہ محلہ چلہ امروہہ کو اپنی خدمات سے نوازا۔ آخر میں مدرسہ اسلامیہ عربیہ جامع مسجد امروہہ کے نائب مہتمم ہوئے۔ بڑے باوقار، منتظم، پابندِ اوقات باوضع متبع سنت اور ذاکر و شاغل بزرگ تھے بمرض فالج کئی سال مبتلا رہ کر ۱۳۸۳ھ میں وفات پائی۔ مولانا حامد حسن مہتمم مدرسہ اور مولانا طاہر حسن صاحب استاذِ حدیث مدرسہ جامع مسجد امروہہ آپ کے لائق فرزند ہیں۔

مکتوب نمبر ۱۵۰

بندۂ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن عفرلہٗ۔ مسمیاً و حامداً و مسلماً

بخدمت برادر مکرم جامع کمالات مولوی حاجی سید محمد عبد الغنی صاحب سلمہم اللہ تعالیٰ

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ عرصہ ہوا جو مسرت نامۂ عزیز سرمایۂ مسرت ہوا تھا۔ چونکہ جواب اس کا حضرات دیوبند کے متعلق تھا اور اُن حضرات کی بتقریب بہار آمد موعود تھی لہٰذا آخر بر جواب میں انتظار کیا اتفاق وقت سے وہ تشریف نہ لاسکے۔ بذریعہ تحریر مضمون نامۂ عزیز سے اطلاع دی۔ باوجود آنے جواب کے اس (مضمون) کا جواب دیا اب بتقریب جلسۂ تقسیم انعام بندہ کو بمزید اہتمام طلب فرمایا۔ خط بھی بھیجا اور پھر تار۔ ناچار جانا پڑا۔ زبانی خود مولانا محمود حسن صاحب مدظلہ سے عرض کیا۔ مولانا نے فرمایا۔ " باوجود تلاش وہ تحریر نہیں ملتی۔ مجبور ہوں اور وعدہ کرتا ہوں اِن شاء اللہ پھر تلاش کروں گا۔"

مجھ پر بعض صدمات وہ پیش آئے جنہوں نے سید ضعیف کردیا ہے۔ گاہے گاہے اختلاج قلب کا خلجان باعث جانکاہی ہوتا ہے۔ طبیعت پر انتشار و وحشت غالب ہے کار متعلقہ بدشواری انجام دیتا ہوں اور اس پر یہ لطف کہ جملہ بار مدرسہ میرے ذمہ دعا کرو اللہ تعالیٰ نیک انجام فرماوے۔ اور ہجوم لاحقہ سے بسہولت خلاصی بخشے۔ میں مصمم ارادہ رکھتا ہوں کہ اِن شاء اللہ شوال کے مہینے میں ضرور عزیز سے ملاقات کروں خدا راست لاوے اُس وقت اپنی سرگزشت مفصل بیان کروں گا۔ اس وقت اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں۔ کہ خود بھائی ممتاز علی صاحب اور اُن کے متعلقین کی طرف سے در بارۂ نسبت نورچشم مدعرہٗ وہ صورت ناگفتہ پیش آئی جو وہ نسبت چھوڑنی پڑی۔ چونکہ خاص احباب نے صدمہ دیا، قلب زیادہ متاثر ہوا اور رہے۔ سب کو نام بنام

سلام و دعا کہہ دیجئے اور سب کی طرف سے خود بھی سلام قبول فرمائیے۔ اور اپنے سب والبستگان کو کہہ دیجئے۔ کل سے مدرسہ کا سالانہ امتحان ہو رہا ہے۔

۱۵ راگست ۱۹۱۰ء

مکتوب نمبر ۱۵۱

باسمہ تعالیٰ

بندۂ نحیف خادم الطلبہ احقر الزمن احمد حسن غفرلہٗ

بخدمت جامع کمالات عزیزم مولوی حافظ محمد عبدالغنی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بالعافیۃ الروحانیۃ والجسمانیۃ۔

بعد سلام مسنون مدعا نگار ہے۔ نامہ سرمایۂ مسرت ہوا۔ مجھ کو بعض امور خلاف طبیعت ناقابل برداشت وہ پیش آئے کہ وقت ملاقات سے آج تک چند مرتبہ دورہ پڑا۔ گو بفضلہ تعالیٰ بمقابلۂ حالت سابقہ کسی دورہ میں شدائد نہیں پیش آئے اور ہر دورہ خفت کے ساتھ ہوا۔ مگر بعض میں امتدادِ وقت زیادہ ہوا۔ طبیعت پر ضعف بڑھ گیا ہے اور وحشت و یکسوئی زیادہ۔ اس وجہ سے تمھارے خط کے جواب میں امروز و فردا کرتے کرتے یہ وقت آ گیا۔

حافظ حمیدالدین صاحب بہنپوری کے نام پھر تمہارا خط آیا تھا۔ حافظ حمیدالدین بوجہ علالت اپنے والد کے مکان پر چلے گئے تھے۔ بعد صحت والد ایک مہینہ سے زیادہ مدت کے بعد واپس آئے ہیں۔ تمھارا خط بھی اب بعد واپسی ملا ہے۔ میاں سید محمد تدعرہٗ اپنے پاس رکھ چھوڑا تھا۔ حافظ صاحب نے نقل تحریرات شروع کی تھی، فوراً گھر جانا ہوا اور باوجود ارادہ واپسی بعد قیام یک ہفتہ ایک ماہ سے زیادہ قیام کرنا پڑا۔

اب بعد واپسی پھر نقل شروع کی مگر متصلاً خود بیمار ہوئے زکام نزلہ، کھانسی کی بڑی
شدت، اب یہ نوبت کہ حلق میں کسی قدر ورم ہوگیا۔ دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ صحتِ کاملہ و
شفاءِ عاجلہ بخشے۔ ان وجوہ سے نقلِ تحریرات میں فی الواقع دیر ہوئی۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ
بہت جلد نقل سے فراغت پاکر تحریراتِ عزیز کو واپس دیا جائیگا۔ اور جہاں تک
ہوسکا میں خود نظرِ ثانی کروں گا۔ اور محو و اثبات کے ساتھ اصلاح، اور اگر خدانخواستہ
نقل میں دیر ہوئی تو میں خود اس کام کو انجام دوں گا۔ امسال بوجہ علالت بندۂ
نحیف طلبا ذی استعداد جن کا سبق میرے متعلق ہو، کم ہیں۔ مولوی محمد امین
اور مولوی رضا حسین سے پڑھتے ہیں۔ اور زیادہ حصہ بنگالہ (بنگالیوں) کا ہے نہ مجھے
توجہ اور نہ اُن کو توفیق۔ پھر بے تکلف ہو کر کچھ خدمت تحریر لینے کی کیا صورت؟ خیر چندے
صبر کیجئے۔ برخوردار خود ارادۂ نقل کرتے ہیں مگر بخیال غلطی ابھی تک اُن کو روکا ہے
شاید بمجبوری وہ ہی نقل کریں۔ دُعا کیجئے اللہ تعالیٰ حافظ حمید الدین کو جلد شفا بخشیں۔
اور نیز بندۂ نحیف کو۔ اپنی کیفیتِ مزاج اور عزیزان کی خیریت سے جلد اطلاع دو اور
اطلاع دیتے رہو۔ اب مرض کی اُس نواح اور خاص قصبہ میں کیا حالت ہے۔ رامپور
میں مرض تیزی کے ساتھ دیر تک رہا۔ غفور الحسن بوجہ ملازمت اکثر رامپور رہے
اور متعلقین اُن کے سب امروہہ۔ اس وقت غفور الحسن بھی قریب پندرہ روز بلکہ قریب بیس روز سے
امروہہ ہیں۔ شاید شنبہ کو جاویں، اب رامپور میں مرض کی کمی ہے مگر مراد آباد میں زیادہ ہے۔
خدا رحم فرما دے۔ امروہہ میں ہنوز لطور شاذ و نادر کسی کو مریض سنا گیا ہے باقی امن ہے۔ الحمد للہ
میری بھانجی دُختر کلاں میاں عباس علی مرحوم نے بمرضِ دق رحلت کی۔ دو فرزند صغیر سن
چھوڑے۔ دُعا فرمایئے اللہ تعالیٰ مغفرت کرے آمین! سب عزیزان و احباب کی طرف سے
نام بنام سلام قبول فرماؤ اور میرا اور میرے متعلقین کا سلام اپنے جملہ عزیزان کو کہہ دو۔
والسلام۔ (۱۷ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ۔ ۱۹ مارچ ۱۹۱۱ء)